

سیر حامدی

حصہ اوّل

یعنی

روزنامہ سیاحت اعلیحضرت نواب محمد حامد علی خان صاحب بہادر

فرزند دلپذیر دولتِ انگلشیہ فرماں روائے ریاستِ مصطفیٰ آباد عرف رامپور

جسکو

مولوی فرخی صاحب استاد حضور ممدوح نے چھپوا کر شائع کیا

اور مطبع مفید عام آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخان صوفی طبع ہوا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ز لاف حمد و نعت اولیٰ ست بر خاک ادب خفتن | سجودے میتواں کردن درودے میتواں گفتن

میں اپنی سیاحت کے حالات لکھنے سے قبل چاہتا ہوں کہ اس تصنیف کی
نسبت اپنا خیال اپنے ہموطنوں پر ظاہر کروں۔ میری غرض اس کتاب کے لکھنے
سے نہ تو ایسی تصنیف کی اشاعت مقصود ہی جو مصنف کی شہرت و نام آوری کا باعث
ہوتی ہی۔ نہ یہ امر ظاہر کرنے کی خواہش ہی کہ جو کچھ ہمنے دیکھا وہ ایسی عنقا
چیز تھی کہ ہمارے سوا کسی نے نہیں دیکھی اور ہم جابلسا سے جابلقا تک پھر کر
خیالی قہقہہ دیوار کے بھی اُس پار ہو آئے۔ اور نہ دیکھنے والوں پر اُس کے اظہار
سے فخر کریں۔ نہ یہ مدعا ہی کہ حیرت انگیز حالات سنا کر سننے والوں کو حیرت میں
ڈالیں۔ بلکہ محض یہ غرض ہی کہ دوران سیاحت میں جو ملک اور قومیں ہماری نظر سے
گزریں اُن کی طبعی حالت۔ طرز معاشرت۔ تہذیب و تمدن۔ حرفت و صنعت
اسباب تجارت اور جس چیز کی اُن کو ہمارے ملک سے ضرورت ہی یا جس امر میں ہم

اُن کی صنعت وحرفت یا طبعی اشیا کے خواہشمند ہیں۔ اور سیّاح کو وہاں کس قسم کے امور پیش آتے ہیں۔ ظاہر کریں جو باتیں اہلِ ملک کی نظر میں مفید وموافق ہوں اُن کو بقدر اعتدال اختیار اور جو غیر مفید وبیکار سمجھیں اُن کو یک لخت ترک کرنے کے مختار ہیں۔ غرضکہ ہمارے لکھے ہوئے نوٹوں سے کارآمد وفائدہ رساں باتیں اخذ کرلیں۔

میرا خیال بے محل نہیں ہے کہ اہلِ ہندوستان نے بھی اولوالعزمی وترقّی کے زینے پر قدم رکھ کر تقدیر آزمائی شروع کی ہے۔ اگر اپنے ارادوں میں پختہ اور راسخ رہے تو ضرور ایک دن مابہ المقصود حاصل کرلیں گے۔

اس ملک میں اصلی باشندوں کے نام سے **مسلمان** اور **ہندو** دو قومیں آباد ہیں جنکی دنیوی تقدیر اور نفع ونقصان قدرتاً شریک اور مدت سے اِن دونوں فرقوں کی آسایش اور حصول معاشرت کی سہولت ایک دوسرے کی موافقت ویکدلی کی محتاج رہی ہے۔

خدا تعالیٰ سے میری درخواست ہے کہ مخالفت باہمی اور تعصبات قومی سے اِن دونوں گروہوں کو بچائے رکھے تاکہ ترقّی کے راستے مسدود نہوں اور ایک بھائی دوسرے کے حق میں خارِ راہ نہ شمار کیا جائے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ وباللہ التوفیق۔





یہ کتاب ہماری سیاحت کا جو ممالک **ایشیا۔ امریکہ۔ یورپ** اور **مصر** کے بعض دیار میں واقع ہوگی، روزنامہ ہے اگر خداوند تعالیٰ نے چاہا تو روزنامے کے طور پر تحریر ہوگا۔

سیاحت مذکور کی نسبت پہلی تجویز جون ۱۸۹۲ء میں جبکہ ہم نینی تال میں گرمی کا موسم بسر کر رہے تھے ہز آنر سر **آکلنڈ کالون صاحب بہادر** کے سی ایم جی لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی کی طرف سے پیش ہو کر آخر جولائی تک گورنمنٹ آف انڈیا کے اتفاق رائے سے منظور ہوگئی۔ اور مقرر ہوا کہ مارچ ۱۸۹۳ء میں ہم سیاحت کے واسطے روانہ ہونگے اسی روز سے خیالات میں سفر کا ارادہ راسخ ہونے لگا اور جوں جوں ہمارے سفر کا زمانہ قریب ہوتا گیا خیالات سفر زیادہ روشن اور آمادہ ہوتے گئے۔ اکتوبر ۱۸۹۲ء میں سردی شروع ہو جانے کی وجہ سے نینی تال سے بریلی اور بریلی میں موسم سرما بسر کرنے کے بعد فروری میں اس لیئے رامپور آئے کہ سب سے

مل جُل کر روانہ مقصد ہوں۔

چنانچہ آج ہم تیسری مارچ ۱۸۹۳ء کو جو پندرہ شعبان ۱۳۱۰ھ سے مطابق ہے گیارہ بجے دن کے مچھی بھون کے جنوبی دروازے سے مہد علیا والدہ ماجدہ اور تمام بیگمات کو خدا حافظ کہکر بریلی کو واپس آنے کے واسطے چرٹ پر سوار ہو کر مراد آباد کو روانہ ہوئے کہ بارہ ۱۲ مارچ تک بریلی میں ٹھیر کر سامان سفر مہیّا کریں اور تیرہ ۱۳ کو سفر میں قدم رکھیں رامپور سے چلنے کے وقت جنگی سواروں کا رسالہ چرٹ کے آگے پیچھے اور متوسلین ریاست عمائد شہر اور عزیز و اقارب ہر طرف سے ہمکو احاطہ کیئے ہوئے تھے۔ راستے کے اطراف میں زن و مرد وداع کے واسطے کھڑے ہوئے حسرت بھری نگاہوں سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے ہر فرد بشر ہماری روانگی پر حیرت زدہ اور سفر دراز کی صعوبت کے خیال میں غرق پایا جاتا تھا آخرش سب جا بجا مشایعت و وداع کرتے ہوئے رہ گیئے اور ہم بعجلت آگے بڑھ کر اُسی روز شب کے نو ۹ بجے بریلی پہنچے بارہ ۱۲ مارچ تک نو ۹ روز سامان سفر کے انتخاب و اختصار میں صرف ہوئے۔

۱۳- مارچ ۱۸۹۳ء۔ صبح کو بہت سویرے اُٹھکر بریلی کنٹونمنٹ اسٹیشن سے چھ ۶ بجے ریل پر سوار ہوئے اور اس غرض سے آگرے کو چلے کہ سترہ ۱۷ مارچ تک وہاں رہیں اور گھوڑدوڑ دیکھکر بمبی کو روانہ ہوں۔ بریلی کے قیام کے زمانے میں احباب اور متوسلین ریاست اگرچہ رامپور میں بھی ہم سے رخصت ہو چکے تھے مگر اً ملنے کو آتے تھے۔

ہز ہائنس فخر الدولہ فرخ میرزا نواب امیر الدین احمد خان بہادر والی لہارو وداع کے واسطے اپنی دار الریاستہ سے تشریف لائے اور دو روز و شب رونق بخش مجلس اُنس رہ کر تیسرے روز رخصت ہوئے گو پہلے سے رسم ترسل جاری تھی مگر نواب صاحب ممدوح سے اوّل ملاقات گذشتہ دسمبر ۱۸۹۲ء میں ہوئی تھی جبکہ وہ میلہ بے نظیر کی تقریب میں مخصوصاً ہم سے ہی ملنے کیواسطے تشریف لائے تھے۔ نواب صاحب موصوف دہلی کے قدیمی عمائد سے عالی خاندان اور میرے خیال میں اپنے نامور سلف کے صالح واقبالمند خلف اور ذی علم مکمل تکمیل کمالات انسانی حلیم الطبع متین الوضع خلیق و مہذب دیندار اور پرہیز گار شخص ہیں۔ رائے بہادر لالہ کرشنا ساہ رئیس نینی تال راجہ کشن کنور رئیس بلاری۔ اور بعض دیگر عمائد مراد آباد وغیرہ بریلی سے رخصت ہوئے رائے بہادر لالہ کرشنا ساہ نے چندوسی تک مشایعت کی وہاں سے رخصت ہوئے۔

بریلی ریلوے اسٹیشن پر خان بہادر سید علی حسن خاں صاحب ریونیو ممبر ریاست رامپور موقتاً رامپور سے آکر وداع کے بعد رخصت ہوئے۔ کرنل ونسنٹ صاحب بہادر پریذیڈنٹ ریاست رامپور اور صاحبزادہ حیدر علی خاں صاحب بہادر خلف فردوس مکان نواب محمد یوسف علی خاں صاحب بہادر بریلی کے اسٹیشن پر ملے اور وہیں سے رخصت ہوئے اور ہم آگرے کو روانہ ہو گئے۔

ہمراہیوں کی تفصیل جو شریک سفر ہیں

کپتان جے آر کالون صاحب بہادر ہمارے گورنر۔ محمد عبد المجید خاں پرائیوٹ سکرٹری

مسٹر بڈن انگلش ٹیچر۔ مولوی فرخی جو مجکو فارسی پڑہانے پر مامور ہیں اور حالت سفر
میں میرے بیان کے مطابق سفرنامے کی ترتیب وتحریر بھی انہیں سے متعلق ہے
کپتان فتحیاب خان افسر فوج رامپور۔ سید الصمد خاں خلف صاحبزادہ عبدالسلام خان
صاحب سی جی او ناؤ چار خدمتگار ایک باورچی اور ان کے سوا مسٹر ہوس طامس
کک کے ایجنٹ جو دوران سفر میں درستی وطیاری سامان سفر کا اہتمام کریں گے۔
غرض کہ اُسی روز شام کو آگرے پہنچکر ہوٹل میں قیام ہوا۔ چودہ پندرہ[۱۵] ماچ کو بھی
آگرے میں قیام رہے۔

سولہ[۱۶] کو صاحبزادہ میجر سید الظفر خان بہادر سکرٹری آف کونسل رامپور اور مسٹر رائٹ
صاحب بہادر چیف انجینیر ریاست آگرے میں آکر بمبی تک مشایعت کیواسطے شریک
ہوگئے۔ مسٹر بڈن اور عبد الصمد خان بھی جو بضرورت خانگی بریلی میں رہ گئے تھے آج
آگئے۔ کپتان ریڈ صاحب بہادر بھی بمبئی تک مشایعت کرینگے۔

۱۷-۱۸- مارچ سنہ ۱۸۹۳ء - سولہا تک گھوڑ دور کا جلسہ جو آگرے میں
ہمارے قیام کا باعث تھا ختم ہوا اور ہم سترہ کو دو بجے دن کے براہ جھانسی وبھوپال
بمبئی کو روانہ ہوئے قریب صبح جھکورہ اسٹیشن پر پہنچنے سے کچھ پہلے دو مال گاڑیاں
باہم ٹکرا گئیں مگر جانوں کا کچھ نقصان نہیں ہوا صرف چند گاڑیاں اور ایک بریک
ٹوٹ گئی شکستہ گاڑیاں جنکے تصادم سے کسیقدر لائن بھی اُکھڑ کر خراب اور راہ
میں غار پڑ گئے تھے لین پر پڑے رہنے سے راستہ رُک گیا تھا اور بمبئی پہنچنے کیوقت

میں نو گھنٹے کا تفاوت واقع ہوا بمبئی سے آنیوالی ٹرین خراب شدہ لین اور شکستہ گاڑیوں کے اُس طرف اور بمبی کو جانے والی جسپر ہم سوار تھے اس طرف رو کی گئیں اور بھز اجر ثقیل طرفین سے آدمی اور اسباب تبدیل ہو کر آنیوالی بمبئی کو اور بمبی جانے والی جھانسی کو مسافروے کر لوٹ گئیں۔ اٹارسی سے ریلوی کمپنی کے عملے نے اسپیشل ٹرین میں مسافروں کو فوراً بمبئی کو روانہ کردیا اُسی روز اٹھارہ مارچ کی شام کو صاحبزادہ یار محمد خانصاحب بہادر کامدار ریاست جاورہ مع خان محمد خان اپنے فرزند و صاحبزادہ محمد افتخار علی خان بہادر ولیعہد ریاست جاورہ کھنڈوہ اسٹیشن پر ہم سے آملے اور برسم مشایعت بمبئی تک ہمارے ساتھ ہوئے۔

۱۹- مارچ ۱۸۹۳ء کو دن کے تین بجے ہم بخیریت بمبی پہنچے، وکٹوریا ٹرمینس Victoria Terminus اسٹیشن پر آغا احمد علی مازندرانی چند گاڑیاں لیئے ہوئے استقبال کو آئے۔ آغا صاحب ریاست رامپور کے ساتھ غفران مآب حضرت خلد آشیاں نواب محمد کلب علیخان بہادر کے عہد مبارک سے تعلق رکھتے ہیں بمبی کے معزز تاجروں میں ہیں۔ علی رضا خاں تحصیلدار اور ہادی حسن خاں مجسٹریٹ ملازمان ریاست بھی حج و زیارت سے مشرف ہونے کے ارادے پر حرمین شریفین کو جاتے ہیں اسٹیشن پر آئے تھے ہم واٹسن ہوٹل میں جہاں دو دفعہ پہلے بھی قیام کا اتفاق ہوا تھا ٹھیرے۔

۲۰- مارچ ۱۸۹۳ء۔ آج بمبی میں قیام ہے۔ ہمارے دوست

میر محمد حسین ڈائرکٹر آف ایگری کلچر (محکمۂ زراعت) ڈپارٹمنٹ ریاست حیدرآباد جو
نہایت لطیف طبع یورپ کے تعلیم یافتہ اور خالی از تکلفات ظاہری سادہ وضع شخص ہیں
آئے ہیں اور ہوٹل میں ہمارے ہی ساتھ ٹھیرے ہیں ۲۱-۲۲ کو اور دو روز بمبئی میں رہ کر
باقیماندہ حوائج سفر کا بندوبست کیا گیا۔

۲۳-مارچ پنجشنبہ بارہ بجے سے قبل ہوٹل سے روانہ ہوکر پی اینڈ او
کمپنی کے ستلج اسٹیمر پر جو کنارے سے ملا ہوا گودی میں کھڑا تھا سوار
ہوئے۔ سب دوستوں نے جو ہمارے ساتھ آئے تھے اسٹیمر تک مشائعت کی
ڈیڑھ بجے جہاز نے لنگر اٹھایا۔ اور ہم خدا حافظ کہکر روانہ مقصد ہوئے صاحبزادہ میجر
حمید الظفر خاں صاحب بہادر صاحبزادہ یار محمد خانصاحب بہادر کامدار ریاست جاورہ
ولیعہد جاورہ اور نیز تمام احباب جب تک کہ جہاز نظر سے غائب نہو لیا کنارے پر
کھڑے ہوئے رومال کے اشارے سے سلام رخصت کرتے تھے۔ یہ جہاز
۳۱۹ فیٹ لمبا اور ۴۲ ½ فیٹ چوڑا ہے۔ پیندے سے کمروں کی چھت تک چالیس
فیٹ اور وہاں سے ہریکن ڈک یعنی عرشے کی سیڑھی کی چھتری تک ۸ فیٹ سب ملا کر
۴۸ فیٹ بلندی ہے۔ عرشہ تقریباً تین گز چھتری سے اور بلند ہے جس پر کپتان وغیرہ
کھڑے رہ کر جہاز چلاتے ہیں۔ اس جہاز کا کل وزن چار ہزار دو سو پانچ ٹن+ ہے۔
اور اس کا انجن آٹھ سو گھوڑوں کی قوت رکھتا ہے جو خشکی کے حساب سے چار چند تصور

+ ٹن اٹھائیس من وزن کو کہتے ہیں ۱۲

کیجاتی ہی یعنی پانی میں ایک گھوڑے کا زور خشکی پر چار گھوڑوں کی قوت کا کام دیتا ہی- جہاز کی رفتار فی گھنٹہ پندرہ ناٹ† ہی- درجہ اوّل کے مسافر ۱۳۸ درجۂ دوم کے ۱۲۰- آدمی ہیں ۱۸۸۱ء میں بنایا گیا ہی اور ہر قسم کے حوائج مہیا کرنے میں نہایت سنجیدگی اور استقلال سے بندوبست کیا ہی- علاوہ امور مذکورہ کے تمام افسر خلیق بامروّت اور مسافر دوست ہیں خصوصاً کپتان اوسٹر Captam Oyster جس کا مثل نیک مزاجی اور آدمیت میں اس عہد سے والوں میں کم ہوگا- جہاز میں سوار ہونے سے قبل ہمکو دوران سر اور قے کا اندیشہ تھا مگر سوا مسٹر بٹن کے اور کسی کو اب تک دوران سر اور غثیان وغیرہ نہیں ہوا موسم اسقدر گرم ہی کہ پارہ ۸۴ ڈگری تک بلند ہی-

۲۴ جمعہ ۲۵ ہفتہ- ابتداے روانگی سے پچیس تک ایک حالت پر جا رہے ہیں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا چونکہ ہم سیدھے مشرق کو جا رہے ہیں اور فصل بھی گرمی کی ہی اس لیئے جسقدر آگے بڑھتے جاتے ہیں گرمی زیادہ محسوس ہوتی جاتی ہی کوئی گھڑی اپنے وقت پر قائم نہیں ہی- چونکہ طلوع کسیقدر پہلے ہوتا ہی گھنٹوں کی رفتار سست ہوتی جاتی ہی اور روز وقت بدلنا پڑتا ہی- اب تک دریا کے سطح پر ذی روح کی قسم سے صرف ایک گز بھر کا سانپ دیکھا گیا‡ پرند مچھلیاں اور بعض

---

† ناٹ وہ ہزار گز خشکی کی مسافت ہی میل سے دو سو چالیس گز زیادہ ہی اور دریا کی مسافت کا اندازہ ناٹ سے ہوتا ہی یعنی ناٹ دریائی میل ہی ۱۲

‡ پرند مچھلی چھوٹی چمگادڑ کے مثل ہوتی ہی اور پانی کے سطح سے ملے ہوے جھلر جھلر کے اڑتے ہیں-

ماہی خوار پرند اُڑتے ہوئے نظر آتے ہیں ۲۵ کو ابر تو صبح سے ہی تھا ہوا بھی تیز چلنے لگی کسیقدر ترشح بھی ہوئی - چونکہ اسٹیمر مشرق کو جارہا ہے اور ہوا بھی پروائی ہے پالی ہوا سے اُڑ کر کھڑکیوں کی راہ سے کیبنوں Cabins (کوٹھریوں) میں آتا ہے اسوجہ سے جہازی عملہ نے جو ہر وقت مصروف نگرانی ہے کھڑکیاں بند کردی ہیں ہوا کی شدت چھتری پر بھی ٹھہرنے نہیں دیتی تمام زن و مرد ایسی حالت میں ہیں کہ جب کمرے سے گرمی نکال دیتی ہے تو بغل میں بستر دبائے ہوئے چھتری پر جاتے ہیں اور جب ہوا ڈک Deck پر قدم نہیں جمنے دیتی تو کمروں میں بھاگتے ہیں تاہم مردوں کو تکلیف اُٹھانا آسان ہے مگر بیچاری عورتیں شدت سے بیچین ہیں لباس کی نگرانی اُس پر ہوا کی طغیانی جہاز کی حرکت و تکان کس کس کے حملے کو روکیں -

۲۶ - مارچ ۱۸۹۳ء آج بھی ہوا تیز ہے ۲۳ - تاریخ سے آج تک سوائے چھوٹی چھوٹی بادبانی کشتیوں کے جو ہمارے بائیں طرف مليبار کے ساحلوں سے قریب قریب جارہی تھیں اور کوئی چیز نظر نہیں آئی کبھی کبھی مليبار کے کناروں کے پہاڑ نظر آتے ہیں مگر چونکہ موسم غبار انگیز ہے بخوبی محسوس نہیں ہوتے صبح جہاز کی تکان کو دریا کے تموج نے زیادہ کردیا ہے بعض آدمیوں کو دوران سر اور غثیان محسوس ہوتا ہے تین بجے سے ابر غلیظ ہے ہوا بھی پہلے کی نسبت تند ہے ساحلوں پر بارش ہو رہی ہے باوجود اِسکے کہ ہم جزیرہ **سیلون** کے قریب اور شہر کولمبو سے بہت نزدیک ہیں لیکن ابر حائل ہے شہر نظر نہیں آتا - ۸ بجے

سے کولمبو کی بعض عمارات اور روشنی کا مینار نظر آنے لگا۔ ساڑھے پانچ بجے جہاز نے شہر کے قریب لنگر کیا چونکہ شام ہوگئی تھی اس لیے شہر میں نہیں گئے رات جہاز میں بسر کی۔

۲۷- مارچ ۱۸۹۳ء آج ہم کو کینڈی کو جو اس گرم ملک میں نہایت خوش فضا اور ٹھنڈا پہاڑ ہی جائیں گے۔ صبح کو اٹھ کر دیکھا کہ دریا کے سطح پر بہت کشتیاں تجارتی مال لانے اور لیجانے کے واسطے جہاز کے گرد و پیش جمع ہیں اس جزیرے سے الائچی سفید۔ کافی۔ چاء۔ دارچینی۔ چھالیہ اور ناریل غیر ملکوں کو جاتے ہیں خصوصاً یہ مال ہندوستان کو بکثرت جاتا ہے۔ سفید الائچیاں نہایت خوشبودار اور قد میں بہت بڑی ڈھائی اور سوا دو روپیہ پونڈ بکتی ہیں۔ اور اجناس بھی ارزاں ہیں ناریل کے۔ ریشے کے رستے جو جہاز رانی کے کام میں آتے ہیں اسی جزیرے سے اکثر ملکوں کو جاتے ہیں۔ جواہرات کی قسم کے پتھر اس ملک میں کثرت سے نکلتے ہیں گلابی خوشرنگ تامڑہ نیلم۔ دھینلا۔ سنگ یشب اور گلابی یاقوت کٹیلا جسکو چمنیا بھی کہتے ہیں پکھراج بلور اور رابرگ سیسا وغیرہ مختلف فلزات بھی پیدا ہوتے ہیں گوگونتہ کے نگینے جو موتی کی طرح سفید آبدار پتھر ہی زیادہ قدر سے خریدے جاتے ہیں زیور اور سونے چاندی کی انگوٹھی چھلے بھی یہاں بہت خوشنما بنتے ہیں چنانچہ نگینے اور بنا بنایا زیور خوردہ فروش سوداگر جہازوں پر آکر مسافروں کے ہاتھ بیچتے ہیں لیکن بڑے چالاک اور عیار ہوتے ہیں پیتل کی انگوٹھیاں جن پر سنہری

کے گلابی تامڑے یا یاقوت اور نیلم کے نگینے جڑے ہوتے ہیں ہمیشہ سونے
کی کہکر مسافروں کو دھوکا دیتے ہیں یہ دست فروش اکثر سنگلی (جن کا مذہب بدھ
ہی) اور عربوں کی نسل کے مسلمان ہوتے ہیں زیور اور سیلانی جواہرات فروخت
کرنے والی چند معتبر دکانیں بھی شہر میں ہیں۔ چونکہ پنسل بنانے کا مصالحہ بھی یہاں
کثرت سے میسر ہوتا ہی اس لیے ایک کارخانہ پنسل کے لیڈ بنانے کا شہر کولمبو
میں دائر ہی۔ غرض کہ ہم جہاز سے اُترکر دخانی کشتی میں سوار ہوے اور شہر میں آے
کپتان کالوں صاحب بہادر عبدالمجید خاں عبدالصمد خاں اور مسٹر ہوس ہمارے
ساتھ تھے۔ مسٹر ہوس نے پہلے سے گاڑیوں کا انتظام کرلیا تھا طامس کک کا
ایجنٹ جو سب جگہ کی مثل یہاں بھی رہتا ہی نہایت عمدہ دو گاڑیاں لیے ہوے کنارے
پر حاضر تھا ہم بلافصل کشتی سے اُترکر ریل کے اسٹیشن کو گئے چونکہ ریل کے جانے
میں آدھا گھنٹہ باقی تھا وقت بسر کرنے کو اسٹیشن پر پھرتے رہے یہاں کی ریلوی
لائن چھوٹی ہی گاڑیوں کی طرز ہندوستان کی گاڑیوں سے بالکل مختلف ہی وقت
پورا ہونے کے بعد ریل پر سوار ہوکر کینڈی کو روانہ ہوئے کسی قدر چلکر ایک مقام
پر ریل ٹھیری ہم اپنی گاڑی سے اُترکر کھانے کی گاڑی میں گئے جو مخصوص اسی واسطے
تھی کھانا کھایا۔ اِس فصل میں ہمنے پہلی دفع آج ریل میں آم کھاے اگرچہ ہندوستان
کے آم سے کچھ نسبت نہیں ہی تاہم آم سمجھے اِس نام کی رعایت سے کھاے گیے
بارہ بجے ایک اسٹیشن پر پہنچے جہاں سے کینڈی تک بیچ میں کوئی اسٹیشن نہیں ہی

چونکہ اسٹیشن کے اطراف میں چند باغ راستے سے تھوڑے فاصلے پر تھے اُن کو دیکھنے کی غرض سے ہم یہاں اُتر لئے اور گھوڑا گاڑیوں میں سوار ہو کر سیر کو گیے۔
اسی اسٹیشن پر ایک سنگلی آدمی کینڈی ہوٹل کا نوکر ہوٹل کی طرف سے ہمکو لینے آیا تھا راستے میں چند پہاڑوں کے اوپر اور کئی سوراخوں کے اندر سے ریل گذرتی ہی بلندی سے نہایت خوشنما چشم انداز ہی۔ جہاں تک نظر جاتی ہی سواے سبزہ زار اور پہاڑوں کے کچھ نظر نہیں آتا ایک پہاڑ جسکو لوگ کوہ آدم کہتے ہیں اور سیلوں کے کوہستان میں سب سے زیادہ بلند اور مشرقی دنیا میں مشہور پہاڑ ہی دور سے نظر آتا ہی کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکلکر اوّل اسی پہاڑ پر تشریف لائے تھے کوہ آدم موسوم ہونے کی وجہ تسمیہ بھی یہی معلوم ہوتی ہی۔ بیان کرتے ہیں کہ پہاڑ کے اوپر ایک تو انا اور دراز قد انسان کے قدم کا نشان پتھر پر نقش ہی جسکو مسلمان حضرت آدم کے اور ہنود بدھ کے پاوں کا نشان گمان کرتے ہیں۔ غرض کہ اسٹیشن سے ہم باغات کی سیر کو روانہ ہوے اور کپتان کالوں صاحب گھوڑا گاڑی میں کوہ کینڈی کو چلے گیے راہ کسیقدر پست و بلند تھی آفتاب کی حرارت نے گاڑی کو اسقدر گرم کر دیا تھا کہ بیٹھنا مشکل ہو گیا گویا تنور میں بیٹھے ہیں۔ مگر متوکلاً علی اللہ چلے جاتے تھے تقریباً ایک میل چلکر باغ میں پہنچے مہتمم باغات جو سنگلی شخص تھا حاضر ہوا اور ہمکو باغ میں لے گیا بعض درخت نہایت عجیب اور خوشنما دیکھے۔ چند درختوں کے پھل بھی پیش کیے گیے۔ کونین کا درخت پہلے پہل ہمنے یہیں دیکھا ہی۔ اِس درخت کی

بلندی بقدر دو قد آدم ہو پتّے تقریباً چھ چھ انچھ لمبے آم کے پتّے کی شکل نوکدار اور چیکلے۔ جڑیں دور تک پھیلی ہوئی ہیں اسکے سوا **لونگ کا درخت** بھی تھا جو ڈیڑھ قد آدم بلند ہوگا تازہ لونگیں درخت پر اور کسیقدر نیچے پڑی ہوئی تھیں بعض پھول بھی نئی قسم کے دیکھے جو ہندوستان میں نہیں ہوتے اگر تمام عجیب درختوں اور پھولونکی تفصیل لکھی جاوے تو ایک طولانی دفتر کی حاجت ہو۔ ایک درخت کی نسبت مشہور ہو کہ انسان اُسکے نیچے جانے سے فوراً مر جاتا ہو۔ چونکہ پہلے سے معلوم نہ تھا ہم سب اُسکے نیچے گیے اور تجربہ سے یہ شہرت بے اصل ثابت ہوئی۔ البتہ اسقدر صحیح ہو کہ اگر ایسے چند درخت یکجا ہوں اور اُن کے سائے میں سو رہے یا دو ڈھائی پہر تک ٹھیرا رہے تو ضرور درخت کے زہر کا اثر جسم میں سرایت کرجاوے جس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو۔ باغ کے بیچ میں سے ایک مختصر سی ندی بہتی ہو اُسمیں سے نہر کے چند شعبے کچھ دو اکچ شکل میں نکالے ہیں جو باغ کے تمام حصوں میں جاری ہیں نہر کے کناروں پر بانس کی باڑھ ہو جس کو دیکھکر بے اختیار **رامپور** کی بانسی کی فصیل یاد آتی ہو لیکن یہاں کے بانس رامپور کے بانس کی مثل گھنے اور بلند نہ تھے باغ سے کینڈی کو جانے والی سڑک پہلے راستے کی طرح اُنچی نیچی ہو جابجا پانی کے چشمے جاری ہیں۔ چار میل راستہ چلکر کینڈی پہنچے۔ یہ پہاڑ اس ملک کا ایلاق ہو۔ گرمی میں گورنر سیلون بھی یہاں رہا کرتے ہیں پہاڑ کے اوپر

ایلاق گرمی میں رہنے کا مقام ١٢

ایک خوشنما تالاب تقریباً میل بھر لمبا پاؤ میل چوڑا واقع ہی جسکے ایک طرف کو پختہ بند
باندھکر پانی روک دیا ہی۔ اُسی کے کنارے پر نہایت خوش فضا ہوٹل ہی۔ ہم آبادی
کے اکثر حصوں کی سیر کرتے ہوئے ہوٹل میں پہنچے راستے میں چند مسجدیں بھی
دیکھیں معلوم ہوا کہ یہاں مسلمان بہت ہیں مسجدوں کی طرز تعمیر شہر کولمبو کے ذکر
میں لکھی جائے گی۔ کپتان کالوں صاحب بہادر ہوٹل میں ملے شب کو وہ وہیں
رہ گئے اور ہم عصر کے ناشتے اور چار کے بعد تین تارہندوستان کو دیکر کولمبو
کو پلٹ آئے راستے میں خوب مینہ برسا گاڑی کو بند کر دیا کہ بھیگنے سے محفوظ
رہیں غرض کہ اسٹیشن پر پہنچے آدھ گھنٹے کے بعد ریل روانہ ہوی اور قریب سات
بجے کے جہاز پر آگئے شام کے کھانے پر ہمارا انتظار تھا کھانے کے بعد چونکہ
تھکے ہوے آئے تھے سو رہے صبح کو سنگلی اور مسلمان لوگ جواہرات اور چھلّے
انگوٹھیاں اور بہت خوبصورت انگریزی طرز کا زنانہ زیور جہاز پر لائے سنگلدیپ یا
سیلان کے اصلی باشندے جنکو چنگلی کہتے ہیں جنگلی لامذہب اور شہروں کے
رہنے والے بدھ مذہب ہیں اِن کے علاوہ عیسائی بہت کم اور مسلمان کسیقدر
زیادہ جنکے اسلاف ملایا عرب اور کوکن وغیرہ سے آکر بسے ہیں اس ملک میں
آباد ہیں کوہستان اور صحرا کا اکثر حصہ وحشی برہنہ رہنے والی مخلوق سے آباد ہی۔
اِس شہر میں جو یہاں کا دارالسلطنۃ اور گورنر نشین شہر ہی چنگلوں کا لباس صرف
ایک تہ بند اور کمر تک اونچا کوٹ سر برہنہ عورتوں کی مثل لمبے بال جوڑا باندھا ہوا اُسپر

ایک بلائی شکل کی کنگھی جیسا بعض انگلش عورتیں سر پر لگاتی ہیں بالوں میں رکھتے ہیں اور اُسکو چنگلے متبرک اور عبادت کی چیز تصور کرتے ہیں سنگلی زبان میں ایسی کنگھی کو پاوا (یَ اَنَ اُوَ اُمْ) کہتے ہیں اور کچھوے کی ہڈی سے بنائی جاتی ہو زبان سنگلی علیحدہ ہو مگر مسلمان ملائی زبان بولتے ہیں اور اُسی میں خط و کتابت کرتے ہیں خط کی رسم نسخ حروف میں ہو پردیسی یہاں آکر صرف انگریزی ہی بولنے سے کام نکال سکتا ہو کولمبو بہت بڑا شہر ہو اکثر مکانات پختہ بمبی کی طرز کے ہیں مگر شہر کے کناروں پر پست اور چھپر کھپریل عمارت بھی ہو۔ مساجد بہت خوبصورت باراحت دو منزلی سہ منزلی عمارت۔ گیاس کی روشنی۔ فرش وغیرہ سے خوب آراستہ اور دلچسپ۔ پانی کے حوض وضو وغیرہ کے سامان سب مہیا ہیں بڑی مسجد کے گوشے میں خارج مسجد ایک ملایائی بزرگ کا مزار ہو جسکے اوپر کھپریل کا گنبد اور دائرے کے اطراف میں دَر ہیں بالین مرقد پر یہ کتبہ لکھا ہو اَتربتہ الفاضل العالم الکامل شیخ بہارالدین باکوس گرادن بن محمد بہلو یا العکائی السہلانی صب ثبابیب الغفران ۹ ۷ ۲ ا ہجری) ہمنے پہلے بیان کیا ہو کہ سنگلی مسلمانوں کی تحریر عربی خط میں ہوتی ہو مگر زبان ملائی یا سنگلی بولتے ہیں بعض حروف کی صورت عربی ہے مگر تلفظ بالکل غیر ہو چنانچہ مسجد میں چند مہینوں کے نام جو اوقات نماز کی جنتری پر لکھے تھے بعینہٖ نقل کیئے جاتے ہیں۔

لفظ بخط ملائی	تلفظ	ترجمہ
تی	تائی	جنوری
ماش	ماسی	فروری
معلڑ	ینگ ڑیں	مارچ
ستری	سِتری	اپریل
ویکاش	وائی کاسی	مئی
آنِ	آنی	جون

یہی خط سنگاپور اور تمام جزیرہ ملایا میں بھی مروج ہی اس ملک میں گرمسیر کے فواکہ سب ہی ہوتے ہیں مگر بعض پھل مختلف ہیں چنانچہ لیچو جسکی اصل چین سے معلوم ہوتی ہی اس ملک میں گہرا سرخ رنگ اور پردو ڈیڑھ انچھ لمبے سرخ اور سبز رنگ کے بال مغز اور تخم متعارف لیچو کی مثل مگر کسیقدر کم آب ہوتا ہی اور سیلون میں اُسکو رمٹا (رَمْ طَا) کہتے ہیں ایک پھل نہایت خوش رنگ سرخ مزے میں ترش جمبو ہی دوسرا امرود کے ہمشکل مگر مزا اچھا اور لاؤل ہو انبلی یہاں کی نہایت خوش وضع آلوچے کی شکل ہوتی ہی جامنی رنگ اور املی کا سا مزہ چار کافی وغیرہ بھی جیسا کہ اول بیان ہوا بکثرت اور عمدہ ہی دارچینی بہت ارزاں مثل عام لکڑی کے بکتی ہی چھالیہ اور دارچینی کی خوبصورت خوشبودار چھڑیاں عمدہ دستے لگے ہوے بازار میں بہت سستی بکتی ہیں سواری گھی ہی لیکن تین قسم کی ایک متعارف

گھوڑا گاڑی دوسری مختصر خوبصورت ایک بیل کی گاڑی تیسری اُس سے بھی
ہلکی اور سبک ہی جسکو رکشا کہتے ہیں اور ایک آدمی کھینچتا ہی اس ملک کے بیل
بہت چھوٹے قد کے غایت درجہ چار فیٹ بلند ہوتے ہیں اسیطرح آدمی بھی حقیر
پستہ قد قلیل الجثہ جنکے دیکھنے سے یقین ہوتا ہی کہ اجودھیا کے بادشاہ مہاراجہ
رامچندر جی نے بیسواڑے کے راجپوت اور گونڈ بھیل وغیرہ کے لشکر سے
بہت آسانی کے ساتھ اس ملک کو فتح کیا ہوگا اور ایسا سکہ بٹھایا ہی کہ اب تک
سنگلی مندروں پر اُس لڑائی کی تصویریں نقش ہیں چنانچہ کادری سنگوول
نام مندر پر مہاراجہ رام چندر جی اور اُن کے جان نثار بھائی شاہزادہ لچھمن جی اور ہنومان
اور انگد وغیرہ سپہ سالاران لشکر کی تصویریں مشہور راون کے مقابل تیر اندازی
کرتی ہوئی نقش ہیں اس مندر کا دروازہ نہایت خوبصورت زرد لکڑی کا جسکو
بُرتی کہتے ہیں بنا ہوا ہی لکڑی پر نہایت باریک اور عمدہ منبت کا کام کیا ہی شہر کے
سواد میں جسطرف پارک اور باغات ہیں ایک عمدہ عمارت میں میوزیم (عجائب خانہ)
بھی ہی۔ پیچھے کے درجے میں زیادہ تر ایسی چیزیں رکھی ہیں جو ہیں کی پیداوار
اور قدیم زمانے کی یادگار سے متعلق ہیں چنانچہ سیلوں کی چار۔ الایچی سفید
دار چینی۔ ناریل جنمیں بعض اوسط درجے کے تربوز کی برابر ہیں اور قدیمی سکے زنانہ و
مردانہ طلائی اور نقرئی زیور۔ طلا کار صندوقچے اور دیہاتی لوگوں کے لباس رکھے ہیں
زنانہ لباس میں پھیلے ہوے گریبان کے کرتوں پر جو آبی اور سیاہ سوتی یا ریشمی کپڑے

کے ہیں نہایت سنگین اور عمدہ کلابتون کا کام کیا ہی جس سے وحشی جنگلیوں
کی دستکاری اور سلیقہ مندی معلوم ہوتی ہی بعض پتھر کی مورتیں ہیں منجملہ اُن کے
ایک جنگلی مرد مع عورت کے طبیعی حالت پر تلاش معاش میں مصروف بنایا ہی مرد
کے ایک ہاتھ میں لبشکل غلیل ایک کمان ہی رسّی کا چلّہ بندھا ہوا اور چوڑی پیکان
کے چند تیر دوسرے ہاتھ میں ہیں جسم سیاہ اور برہنہ صرف ایک لنگوٹی بلکہ
ایک دھجی کا پردہ دیکھنے والوں کی تہذیب نے ڈالدیا ہی ورنہ صحرائی برہنہ
رہتے ہیں - عورت بھی برہنہ ہی - ایک ہاتھ میں اپنے شوہر کا شکار کیا ہوا خرگوش
لٹکائے ہوئے دوسرے میں اپنے ہاتھ کی کمائی شہد کا چھتہ تازہ ٹوٹا ہوا لا رہی ہی -
ایک مورت نہایت عمدہ مشہور بُدھ کی ہی فقیروں کی طرح کشکول میں قدرے غذا
چادر کے آنچل سے ڈھانکے ہوئے اپنے استھان کو لا رہا ہی - ہرگز گمان نہیں
ہوتا کہ یہ مٹّی یا پتھر کی مورت ہی بلکہ زندہ انسان معلوم ہوتا ہی - دو نہایت عمدہ اور
کامل سنگتراشی کی صنعت سے بنائی ہوئی تصویریں دو سیلانی راجاؤں کی ہیں -
اِن کے چہرے جنگلوں کی شکلوں کے خلاف چوڑے چکلے بھری ہوئی ڈاڑھی
بیچ سے کھلی ہوئی - چکردار پگڑی کی مثل ٹوپیاں بیک وغیرہ مختصر زری کے
کام سے آراستہ - لباس زیریں تہ بند اور نیم کوٹ پہنے ہتیار لگائے ہوئے
نہایت شاندار اور قوی الجثہ آدمی ہیں - یہ راجہ حال میں موجود ہیں - راجہ **بکرمادت**
(بکرماجیت) کی سنگ مرمر کی مورت ڈھائی تین گز بلند نہایت عمدہ ترشی ہوئی رکھی ہی

جسکو اہلِ سیلون پر اکرما کہتے ہیں۔ اِسی مورت کے قریب سنگ مرمر کا
ایک قوی الجثہ شیر تراش کر رکھا ہی۔ اِن کے علاوہ اور بہت سی مورتیں ہیں جو
چنداں قابلِ التفات نہیں۔ البتہ جو چیزیں قابل تذکرہ ہیں وہ جنگلیوں کے ہتیار
اور قدیم زمانے کے یادگار پتھر ہیں جن سے قدماے سیلوں کی دستکاری اور
خیالات ظاہر ہوتے ہیں۔ اِن میں ایک پتھر ہی جو سانپ کی شکل پر تراش کر
درخت پر لپیٹا ہی۔ اِس میں اعلیٰ درجہ کی صنعت یہ ہی کہ درخت اور سانپ سفید پتھر کے
ایک ہی ٹکڑے میں تراشے گیے ہیں۔ اِسی درجے میں مصر کے سیاہ ابری پتھر
کا ایک ستون تقریباً پونے تین گز لمبا ڈیڑھ گز مدور نہایت خوشنما اور شفاف رکھا ہی
اوپر کے درجے میں زینے کے برابر تین مردہ کچھوے رکھے ہیں جنمیں ایک سیاہ
اور دو زرد رنگ کے ہیں بیچ کا کچھوا چھوٹے ٹٹو کی برابر ہی اور اطراف کے دونوں بھی
جسامت میں گدھے سے کم نہونگے۔ گو یہ کچھوے مردہ ہیں مگر اس سلیقے سے
بناے گیے ہیں کہ مردہ اور زندہ میں مطلق فرق نہیں معلوم ہوتا۔ پرندوں میں پندرہ
قسم کے صرف اُلّو ہیں جنمیں سب سے چھوٹا چڑیا کی برابر ہی اور بڑا عقاب سے کم نہوگا۔
اِسی ملک کے ہاتھی کی دو کھوپریاں دانتوں سمیت رکھی ہیں۔ انمیں ایک کے دانت سوا
دو گز باہر نکلے ہوئے ہیں۔ گیارہ قسم کے سیاہ اور زرد بندر دیکھے جنمیں بڑا لنگور کی
برابر اور چھوٹا چوہے کی برابر ہی ایک بھینس کا پنجر ہی جسمیں چودہ چودہ گرہ لمبے سینگ
ہیں اور قد کی بلندی چھ فیٹ ہی۔ سلو سانپ بھی جسکو ہندی میں بجر گیٹ کہتے ہیں

ہمارے ملک کے سلوسانپ کی نسبت بہت بڑا ہی جسامت میں گیدڑ کے برابر ہوگا۔ پندرہ قسم کی مختلف الالوان گلہریاں اور جنگلی سور کی برابر ایک خارپشت (سہی) سیاہ ریچھ اور نہایت خوبصورت خرگوش تین مردہ گلدار شیر ہیں کہ ہر ایک کی جسامت شیر ببر کے برابر ہے۔ یہ مردہ جانور اس صنعت سے بنا کر رکھے گئے ہیں جن پر زندہ جانور کا دھوکا ہوتا ہے۔ کاریگری اور مصالحہ کی خوبی نے مردہ اور زندہ میں حرکت و رفتار کے سوا اور کوئی فرق باقی نہیں رکھا۔ ایک درجے میں ویل مچھلی کا سر اور بعض ہڈیاں رکھی ہیں جنمیں ہر ایک ہڈی شہتیر کی مثل ہے۔ سر بھی تین گز چوڑا اور قریب چار گز کے لمبا ہے۔ اسی کی برابر ایک دوسرے کمرے میں چھ سات مچھلیاں زمین سے دو گز بلند لکڑی کے ستونوں پر رکھی ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک شارک مچھلی بہت بڑی ہے جسکا طول آٹھ گز سے زیادہ اور دور ساڑھے تین گز ہے۔ باقی ان سے چھوٹی مچھلیاں پانچ اور چھ گز تک لمبی ہیں۔ دو سورڈ فش Sword fish (تلوار یا آرے دار مچھلیاں) ہیں جنکے مُنہ پر ڈیڑھ دو گز لمبی اور سات آٹھ انچ چوڑی ایک چپٹی ہڈی ہے اُسمیں دونوں طرف ایک ایک انچ کے خار آرے کی طرح لگے ہوے ہیں جو دریائی جانوروں کے شکار کرنے کیواسطے تلوار کا کام دیتے ہیں۔ آبی پرندوں میں حواصل ہنس۔ اور بعض پرند صلی اشیا نوں اور انڈوں سمیت طبیعی حالت پر رکھے ہیں۔ اسکے سلاوہ اور بہت سی عجیب و غریب چیزیں دیکھی گئیں عجائب خانہ میں کچھ معدنی پتھروں کی قسم سے گلابی اور سرخ یاقوت

دھنیلا نیلم۔ پکھراج۔ بلور۔ اودی اور نافرمانی رنگ کا کٹیلا اور اکثر فلزات کے نمونے خصوصاً ابرک کے بڑے بڑے ورق نمایش کے واسطے رکھے ہیں ان پتھروں میں کنول بنا ہوا ایک پکھراج جسکا قطر دو انچھ ہوگا نہایت شفّاف اور روشن عجیب چیز ہی۔ یہ جملہ معدنی اشیا اسی ملک کے پہاڑونکی پیداوار ہی۔ غالباً انہیں جواہرات کی افراط نے لنکا کو سونے کی لنکا مشہور کر دیا ہوگا۔

دریائی جانوروں میں اکثر عجیب و غریب شکل کے گھونگے۔ پتھر کے پھول جو دریا میں ایک قسم کے کیڑوں کے بنانے سے پیدا ہوتے ہیں شیشے کے خانوں میں رکھی ہیں سیپیاں طبیعی حالت پر جسطرح پانی کے اندر رہتی ہیں اُسی طرح پر شیشے کے خانوں میں رکھی ہیں چنانچہ سرو کی مثل ایک باریک پتونکی شاخ میں صدہا سیپیاں لپٹی ہوئی ہیں اسکے سوا ایک پتھر اور ایک لکڑی کے ٹکڑے پر بیشمار سیپیوں کے گچھے ہیں۔ پیدائش کی ابتدا سے آخر عمر تک اُنکی طبیعی حالت ظاہر ہوتی ہی۔ اُنمیں سب سے چھوٹی جوار کے دانے سے بھی کم اور بڑی معمولی سیپیوں کی برابر ہیں جنہوں نے اُسی چھوٹے جسم سے بتدریج بڑھتے بڑھتے اسقدر جسامت حاصل کی ہی۔ بعض دریائی کیڑے گھاس کی شکل بعض پھول کی صورت پر بعضے خاردار ہیں جو دیکھنے میں کانٹونکا ایک گچھا معلوم ہوتا ہی ناواقف آدمی دیکھنے سے ہرگز تمیز نہیں کرسکتا کہ یہ ذی روح اور حیوانات کی مثل غذا کے طالب ہیں۔ یہ پہلے بیان کیا گیا ہی کہ سیلون کا دار السلطنت کولمبو ہی جسمیں گورنر رہتا ہی شہر کی عمارتیں اکثر آبی یا گہرے نیلے رنگ سے رنگی ہوئی ہیں عوام کے مکان بہت تنگ

ہیں جن کا صحن بمبئی کے مکانوں کے مثل چھوٹا ہی - بالعموم تو زبان سنگلی ہی لیکن شاذونادر ملایا اور بازاروں میں مسافروں کے ساتھ ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولی جاتی ہی - مسلمان قریب قریب تمام شافعی المذہب ہیں -

۲۸-۲۹-۳۰- مارچ سنہ ۱۸۹۳ع - ۲۸ مارچ کو دن کے ساڑھے تین بجے ہمارے جہاز نے **پینانگ** اور **سنگاپور** جانے کے واسطے لنگر اُٹھایا **سیلون** کے **کمانڈر انچیف** بھی اسی جہاز پر سوار ہوکر سنگاپور کو جاتے ہیں - اُنکے پہنچانے کو جہاز تک **گورنر سیلون** بھی آئے ہیں -

بندرگاہ پر روشنی کا ایک مینار جہازوں کو اسطرف جانے سے روکنے کیواسطے بنا ہوا ہی یہاں کے باشندوں کا گمان ہی کہ مشہور **راون کا قلعہ** جو خاص تانبے کا بنا ہوا ہی شہر کے کنارے سے ملا ہوا اِسی مینار کے نیچے واقع ہی اور زمانے کے نشیب وفراز نے اُسے سمندر کے پانی میں چھپا دیا ہی - جہازوں کو اسطرف جانے سے روکنے کی وجہہ بھی یہی بیان کرتے ہیں کہ ڈوبے ہوے قلعے سے ٹکرا کر نہ ٹوٹ جائیں - عوام الناس کہتے ہیں کہ بعض حکام نے اُس کا تانبا نکالنا چاہا تھا مگر غایت استحکام اور پانی میں غرق ہونے کی وجہ سے باسانی نہ نکل سکا -

اِن جزیروں میں ہندوستان کا روپیہ بھی چلتا ہی لیکن یہاں کا سکہ علٰحدہ ہی - چنانچہ نصف روپیہ شلنگ - چوّنی ہاف شلنگ - دوّنی - دس سینٹ اور سینٹ ڈبل پیسہ کی برابر ہی - یہاں کے کل سکوں پر ایک جانب ناریل کے درخت کا نشان اور دوسری

حضرات ملکہ معظمہ کی تصویر ہی - آدھنّاڈبل بھی چلتا ہی جسکو بینی کہتے ہیں -

۲۸ مارچ سے ۳۱ - مارچ تک ہم ایک حالت پر چلے گئے - اِس حصے میں سوا اسکے کہ ۳۰ مارچ کی شام کو دو اسٹیمر ہمارے دھنے بائیں آدھے آدھے میل کے فاصلے سے گزر کر بمبئی کو چلے گئے - کوئی چیز قابل لحاظ نہیں دیکھی - ۲۹ - مارچ کی صبح سے ہم بحر ہند یعنی انڈین اوشن میں خلیج بنگالہ کے اتصال کے قریب قریب جارہے ہیں ہمارے بائیں طرف خلیج بنگالہ ملا ہوا ہی اور دہنی طرف دو تین روز کی راہ پر جنوب کی سمت مشرق کو جھکا ہوا جزائر سماترا کا سلسلہ چلا آتا ہی جنمیں سے اکثر جزیرے قوم ڈچ کی حکومت میں ہیں -

جمعہ ۳۱ - مارچ - دریا بھی تین روز سے ساکن ہی - ہوا کسیقدر سرد ہی - جہاز کے کمروں میں ۸۰ ڈگری گرمی ہی مگر جہاز کی چھتری پر بالکل معلوم نہیں ہوتی - دریا میں یوں بھی اکثر ٹھنڈی ہوا رہتی ہی - اس وقت دن کے نو بجے ہیں اور ہم چھتری پر بیٹھے ہوئے دریا کے سطح کو دیکھ رہے ہیں - ایک چیز چھوٹی کشتی کی برابر دس بارہ گز لمبی بھورا رنگ پانی پر تیرتی ہوئی نظر آتی ہی - کبھی گمان کرتے ہیں کہ مچھلی ہی کبھی خیال ہوتا ہی کہ بغیر ملاح کے کوئی لاوارث کشتی بہتی پھرتی ہی دوربین سے صرف اسقدر معلوم ہوا کہ کوئی چیز لکڑی کی مثل خشک اور ایک طرف سے شاخدار ہی مچھلی ہو یا اور کچھ اچھی طرح سے تشخیص نہیں ہوسکتا شام کو ساڑھے سات بجے کے قریب جزیرہ نکوبار کا لائٹ ہوس (روشنی کا مینار) بائیں

جانب بہت قریب معلوم ہوا۔ غالباً چھ سات میل سے زیادہ دور نہوگا نکوبار ایک چھوٹا سا جزیرہ خلیج بنگالہ کے اختتام پر جہاں سے بحر ہند شروع ہوتا ہی واقع ہی۔ کہتے ہیں بعض ہندوستانی دائم الحبس قیدی بھی کسی زمانے سے یہاں ہیں۔ اِس جزیرے کی زبان برما اور ملایا زبان سے بالکل جدا ہی۔ بعض لفظ سنسکرت سے اور بعض ترکی سے ملتے جلتے ہیں چنانچہ شمار اعداد میں طاق بولتے ہیں مثلاً ہنگ طاق (یعنی کسقدر) اور خدا تعالیٰ کو دیوسا کہتے ہیں (ہمارے خیال میں اختلاف تلفظ سے دیوتا کا دیوسا ہوگیا ہی) جزیرہ نکوبار کے شمال میں انڈمان اور اُسکے شمال میں جزیرہ مول مین ہی جزیرہ نکوبار کے قریب بحر ہند کا عمق ۵ میل بیان کیا گیا ہی۔

شنبہ یکم اپریل - صبح کا دلچسپ اور سہانا وقت ہی جزیرہ آچین کا لائٹ ہوس اور ساحل کے پہاڑ ایک میل اور آدھے میل کے فاصلے پر دونوں جانب نظر آتے ہیں۔ کہیں کہیں پختہ عمارتیں بھی معلوم ہوتی ہیں مگر نہایت کم رتبہ اور حقیر آچین[†] سے ملا ہوا مشرق کی جانب جزیرہ سماترا ہی اور ہم ملکا سا اسٹریٹ (آبنائے ملکا) میں جا رہے ہیں۔ دونوں طرف کہیں ایک میل اور کہیں اور بھی کم فاصلے پر پہاڑ اور گنجان درخت نظر آتے ہیں۔ اول سماترا کا لائٹ ہوس ملا ایک مکان بنگلے کی مثل بلند ٹیلے پر واقع ہی۔ دونوں طرف کے جزیرے یعنی سماترا وغیرہ ہالنڈ

† ان جزائر اور آبناؤں کو اسٹریٹ سٹلمنٹ کہتے ہیں ۱۲

(ڈچ) کے تحت حکومت ہیں۔ پرکائسر اسٹریٹ (یا آبنائے ملاکا کے آخر میں بائیں جانب شمال و مشرق کی سمت شہر **پنانگ** ملیگا وہاں سے آگے چلکر جزیرہ نمائے **ملایا** اور **سماترا** کے بیچ میں راستہ ہی۔ ملایا کے اکثر باشندے مسلمان ہیں۔ سماترا سے ملا ہوا **بورنیو** کے جنوب میں جزیرہ **جاوا** ہی بائیں جانب چند چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جنمیں کوئی کوئی آباد اور باقی ویران ہیں۔ اور بعض جو ہمسے ایک میل یا آدھے میل کے فاصلے پر واقع ہیں وہ اسقدر چھوٹے ہیں جنکو ہم جزیروں میں شمار نہیں کر سکتے۔

دوشنبہ ۲۔ اپریل۔ آج صبح سے اُٹھتے ہی شہر پنانگ کا سواد اور سبز و شاداب پہاڑوں کا سلسلہ نظر آرہا ہی شہر کے قریب پہاڑوں پر بعض عمارتیں بھی ہیں جو دور سے بہت خوشنما معلوم ہوتی ہیں بندرگاہ کے دہنی جانب شہر ہی اور بائیں جانب ناریل اور چھالیہ وغیرہ کا گنجان جنگل ہی جسمیں خال خال مکانات بھی ہیں۔ صبح کے آٹھ بجے ہمارے جہاز نے لنگر کیا ہم اُسیوقت کشتی میں سوار ہو کر پنانگ کی سیر کو گیے دو تین گاڑیاں جنمیں عمدہ ویلر گھوڑے جتے ہوئے تھے کنارے پر ہمارے انتظار میں طامس کک کیطرف سے طیّار تھیں کپتان کالون صاحب بہادر کے سوا ہمارے سب ہمراہی گاڑیوں میں سوار ہو کر سواد شہر اور شہر سے گذر کر ہوٹل میں آئے جو شہر کے دوسری جانب ایک میدان میں سمندر کے کنارے پر واقع ہی کھڑے ہوٹل کے منیجر کو کھانے کی طیّاری کا

حکم دیتے ہوئے ایک آبشار کے دیکھنے کو چلے گئے۔

نہایت وسیع اور شاداب پارک کے آخر میں پہاڑ ہی جس پر تقریباً بیس گز بلندی سے
پانی کی چادر گرتی ہی اور پارک کے بیچ میں سے ایک نالے کی صورت میں بہکر سمندر
میں ملجاتی ہی آبشار پر جانے کیواسطے نینی تال کی سڑک کی مثل پیچیدہ وخمیدہ چڑھائی
ہی- اس پارک میں نہایت خوبصورت راستے اور خوشنما چمن ترتیب دیئے ہیں-
یہاں اکثر ابر رہتا ہی اسوقت بھی بادل گھرا ہوا ہی اور بارش ہو رہی ہی ہوٹل سے پارک
کو جاتے ہوئے راستہ میں بہت چھوٹی ریلوے لائیں ہی- گاڑیاں جنمیں سوار
ہوتے ہیں مختصر خوشنما اور دو منزلی ہیں- شہر نیانگ کے اطراف میں ناریل اور
چھالیہ کے باغ بکثرت ہیں- ناریل کے درخت ایک خوشنما قطار میں پانچ چھ
گز کے فصل سے لگاتے ہیں اُنہیں میں جابجا چھالیہ کے درخت بھی ہیں انکی
علاوہ جوگیا اور سرخ پھول کا گڑہل- نہایت خوشرنگ- سرخ انجیر مگر بہت چھوٹا-
ناگ بھین- مولسری- امرود- اور خال خال آم- املی- اور نیم وغیرہ کے درخت ہیں ایک
قسم کے درخت پر جو قد میں مولسری کی برابر ہی کثرت سے زرد رنگ کے پھول لدے
ہوئے ہیں جنکی خوشبو سے تمام جنگل اور راستے مہک رہے ہیں- مکانات کی ساخت
ہمارے ملک کی عمارت سے بالکل مختلف ہی یعنی قریب گز بھر کے بلند پختہ پیل پایہ
بنا کر اُسپر شہتیر اور تختے پاٹ کر اُسکے اوپر کوٹھی یا بنگلے کی مثل عمارت بناتے
ہیں اور نیچے کا حصہ جسکی چھت زمین سے گز بھر سے زیادہ بلند نہوگی بطخ اور مرغیوں

کے رہنے کیواسطے خالی پڑا رہتا ہے - اور یہ اصول تعمیر صرف رطوبت سے محفوظ رہنے
کی غرض سے اختیار کیا گیا ہے ایسے مکان سہ منزلے چومنزلے ہوتے ہیں -

اس موقع پر ہمکو اپنا ملک اور وہاں کے باشندوں کی طرز معاشرت اور بے ڈھنگے
مکان یاد آتے ہیں گو ہمارا ملک حاصلخیز اور تجارت اور زراعت پیشہ لوگ آسودہ حال
ہیں - مگر عام طور پر زندگی بسر کرنے کیواسطے ایسے سامان آسائش مہیا کرنے کی قابلیت
نہیں رکھتے جو جسمانی صحت کے معین ہوں اکثر مکان ایسے بناتے ہیں جنمیں
سوائے ایک سمت کے اور کہیں سے ہوا کا نفوذ نہیں ہوتا جب ہم ان ممالک
کے باشندوں کی مفید و خوش سلیقہ طرز زندگی کو دیکھتے ہیں تو اپنے ہم وطنوں
کی حالت پر افسوس ہوتا ہے - جسقدر مکان سواد شہر میں واقع ہیں اُنمیں باغ بھی ضرور ہیں
باقی وسط شہر کے مکان اکثر یکمنزلے ہیں بازار کی سڑکیں کشادہ اور صاف ہیں -
دوکاندار زیادہ تر چینی ہیں جنکی دکانوں پر دس بارہ لکڑی کے تختے سیاہ یا سبز رنگے
ہوئے اور اُن پر طلائی چینی حروف میں صاحب دُکان کا نام لکھا ہوا آویزاں
ہوتے ہیں -

سواد شہر میں چینیوں کے بعض عبادتخانے بھی ہیں جنکے مخروطی گنبدوں پر بعینہ
ہندوستان کے مندروں کی مثل چونے کی مورتیں نصب ہیں -

اِس شہر میں ملائی مسلمان اور چینی ملے جلے آباد ہیں - کاریگر بالعموم چینی ہیں -
دفاتر میں ملائی خط مروج ہے جسکی طرز سیلون کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں -

ہماری نظر میں پنانگ کولمبو کی نسبت زیادہ خوش فضا اور خوشنما معلوم ہوتا ہے۔
انگریزی عملداری ہے۔گورنر کبھی پنانگ اور کبھی کولمبو میں رہتا ہے۔ روپئے کی جگہ چاندی
کا ڈالر چلتا ہے جو ہمارے یہاں کے حساب سے سوا دو روپیہ کا ہے۔ ایک ڈالر کے
سو سینٹ ہوتے ہیں۔سینٹ تانبے کا سکہ یا ڈبل پیسہ ہے۔ ہندوستان سے چلنے
کے بعد ہمکو خیال تھا کہ اب پان نہ ملیں گے مگر کولمبو اور پنانگ میں پان بکثرت
تھے لیکن اسقدر تلخ اور بدمزا ہوتے ہیں کہ جنکو ہندوستانی کسیطرح نہیں کھا سکتے
پان کا نام یہاں کی زبان میں سیری (برونز بیری) ہے۔ انناس اور کیلا بھی نہایت
خوشگوار اور شیریں ہوتا ہے۔کھانا ہمنے ہوٹل میں کھایا۔گو انگریزی طرز کا کھانا
تھا مگر شوربے میں مرچیں اسقدر تھیں کہ ناگوار معلوم ہوتی تھیں۔
کھانے سے فارغ ہو کر آفریقا ہوٹل کے برآمدے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک
مدراسی بازیگر آیا بہت سے انگریز بھی موجود ہیں جو ہماری طرح سیاحت کی غرض
سے آئے ہیں سب کی مرضی پا کر بازیگر کو اجازت دیگئی اور وہ دیر تک تماشا کرتا رہا
دو ایک تماشے بہت صاف کرتا تھا۔
چنانچہ ایک گیند کو مینا یا طوطا بنا دیتا تھا جسکی فقط چونچ اور سر ہی ہاتھ سے
باہر نکال کر دکھاتا تھا۔بازیگر کا ساتھی ایک پہلوان بھی تھا جو ایک آٹھ نو برس کے
لڑکے کو کہ بدذات ترین اطفال تھا کبھی ہاتھوں پر کبھی پاؤں پر اچھالتا تھا۔
بازیگر نے ایک ڈبے میں گولیوں کی اشرفیاں بنادیں اور اشرفیوں کو ایک انگریز کے

ہاتھ پر اُلٹنے کا ارادہ کیا صاحب نے نہایت شوق و شغف سے ہاتھ پھیلائے مگر بجائے اشرفیوں کے ایک جیتا جاگتا سانپ اُنکے ہاتھ پر گرا۔ جسکو صاحب فوراً پھینک کر دیر تک پتلون سے ہاتھ پونچھا کئے۔ بازی گر نے پندرہ سولہ برس کی ایک سیاہ فام عورت کو جو غالباً بازی گر کی بی بی تھی ہاتھ پانو گردن سے ملا کر رسّی سے مضبوط باندھا۔ پھر تمام جسم کو رسّی کی بُنی ہوئی جالی میں بھر کے اُسکا مُنہ بھی باندھ دیا پھر اُسکو ایک بانس سے بنے ہوئے ظرف میں بزور ٹھونس دیا (یہ ظرف مٹکے کی شکل کا ٹوکرا مُنہ چھوٹا پیٹ بڑا بانس سے بُنا جاتا ہے۔ جسکو ہمارے ملک میں کنڈی یا کنڈیا بولتے ہیں اور مرغیاں وغیرہ بند کرنے کے کام آتی ہے) اور اُس پر کپڑا ڈالکر چھپا دیا۔ لڑکی اندر ہی اندر غائب ہو گئی۔ بازیگر نے کپڑا اُٹھا کر ہر طرف سے ایک لمبی چھری بھونکنا شروع کی جس سے معلوم ہوا کہ اسمیں کوئی چیز نہیں ہے۔ اِس کے بعد اُسی کنڈنی میں سے بغیر کسی اعانت کے ہاتھ پانو کی تمام بندشیں اور جالی کا مُنہ کھولکر سمٹ سمٹا کر عورت باہر نکل آئی۔

چار بجے جہاز کا لنگر اُٹھنے والا تھا اِس لیے ہمکو زیادہ مہلت نہ تھی۔ وہاں سے سوار ہو کر شہر میں آئے اور سینٹ جارج نام اسکول کے پہلو میں فوٹو گرافر کی دکان پر جاکر تصویریں دیکھیں۔ اِن میں اکثر پنانگ کے خوش فضا اور دلچسپ سواد کے منظر اور طبیعی حالت کے چشم انداز تھے۔ اگرچہ انبار لگا ہوا تھا لیکن خریدنے کے قابل ایک بھی نہ تھی۔ کیونکہ اچھی اچھی پہلے بک چکی تھیں۔ مولوی فرخی کو بازار میں چھوڑ دیا کہ ہمارے

واسطے پان اور جو چیز مناسب سمجھیں خرید لائیں۔ پان تلخ تھے تربوز کی حاجت
نہ تھی کیونکہ جہاز پر بکثرت موجود ہیں۔ اِس ملک کا بڑا تحفہ **منگو اسٹون**
Margo stone (م ن گ و اس ٹ و ن) ہی وہ بھی جہاز پر روز کھانے
کے ساتھ لایا جاتا ہی۔ یہ ایک پھل ہی صورت میں چپٹا گول ڈنٹھل کے آخر میں سگین
کی طرح آدھے انچھ کی گول سبز ٹوپی چھلکا بہت دبیز اوپر سے گہرا عنابی اور اندر کی
طرف گلابی جیسے سیل کے گدے پر ہوتا ہی اس کے اندر سفید رنگ کا مغز اُسمیں
آم کے مثل چھوٹی سی ریشہ دار گٹھلی۔ نہایت خوش مزہ اور شیریں پھل ہی۔ بڑے سے بڑا
نارنگی کے برابر ہوتا ہی۔ گودا جو کھانے کی چیز ہی گٹھلی پر لپٹا ہوا اخروٹ کے برابر ہی۔
غرض کہ ہم کنارے پر آئے۔ لنگرگاہ پر جو عمارتیں لب دریا واقع ہیں وہ بھی بہت خوشنما
ہیں۔ وہاں سے بوٹ میں سوار ہو کر جہاز میں آئے۔ دن کے تین بجکر چالیس منٹ
آئے تھے کہ جہاز نے لنگر اُٹھایا۔ یہاں سے **سنگاپور** جانے کو دو چینا
عورتیں بھی ہمارے ساتھ جہاز پر سوار ہوئیں۔ اُنمیں سے ایک عورت چینیوں میں
فی الجملہ خوبصورت ہی۔ ورنہ ہمنے اب تک اکثر چینی بدصورت ہی دیکھے ہیں۔
چینیوں کا حلیہ یہ ہی کہ ناک چپٹی۔ بھویں کم رنگ۔ یا صرف ایک باریک سی
لکیر۔ آنکھیں گول۔ کچھ عجیب نقشہ ہی۔ چینی عورتوں کا لباس جو اب تک نظر سے
گذرا ہی وہ یہ ہی۔ کہ ایک نیم عرض کے پائینچے کا نیلا یا سیاہ پائجامہ اور نیلے رنگ کا ڈھیلا
ڈھالا کُرتا۔ گریبان میں دو یا ایک چھلے دار بٹن لگے ہوئے چوٹی مانگ پر گندھی

ہوئی جسمیں جوڑا باندھ کر بقدر حیثیت سونے یا چاندی کے موٹے موٹے چھلے دا
یا گھنڈی دار پن لگاتی ہیں۔ مردوں کے لباس میں بھی وہی نیم عرض کا نیلا یا کالا پائجامہ
اور کولھوں تک نیچا کُرتا یا کوٹ اور اُس پائجامے پر سفید کپڑے کے اور یہ دوان
تنگ پائنچے جو گیٹس کیطرح زانو تک چڑھا کر فیتے سے ران پر باندھ لیتے ہیں
یہ پائنچے بدن کے ڈول کے موافق ٹخنوں سے رانوں تک گاؤدُم ہوتے ہیں۔
سر پر بید کی بُنی ہوئی چھتری نما ٹوپی جنمیں بعض کا قطر بارہ چودہ گرہ تک ہوتا ہی۔
بال مُنڈے ہوئے مگر صرف سر کے پچھلے حصے پر چوٹی چھوٹی ہوئی جس کو
ریشم کے ڈورے یا دھجّی سے ملا کر گوندھ لیتے ہیں اور پانو تک لٹکائے رکھتے
ہیں یا کبھی کام کے وقت پگڑی کی طرح لپیٹ لیتے ہیں

رات کا وقت ہی جہاز اپنی معمولی حالت پر چل رہا ہی تاریکی کے سبب سے کوئی
چیز محسوس نہیں ہوتی۔

۳ اپریل۔ صبح سے ملایا جزیرہ نما کے ساحل کہیں ایک میل کہیں دو
میل فاصلے پر نظر آرہے ہیں اور ہم ملایا کے دہنی جانب کنارے سے بہت
قریب گزر رہے ہیں۔ ہمارے دہنی طرف مغرب و جنوب میں جزیرہ سماٹرا ہی جہاز
کو احتیاط سے چلا رہے ہیں کیونکہ پانی بہت کم ہی پانی کا گدلا ہونا اُتھلے دریا کی
علامت ہی۔ شام کے ساڑھے پانچ بجے سے شہر ملاکا بائیں طرف سمندر
کے کنارے پر نظر آتا ہی اسقدر قریب ہی کہ عمارت پختہ و سنگین اور پکّی شہر پناہ

بخوبی محسوس ہوتی ہے دوربین کی چونکہ کم قوت ہے اور شام کی تاریکی آسمان پر پھیلتی جاتی ہے اس لئے انسان اور حیوان اچھی طرح تشخیص نہیں ہو سکتے۔

شہر ملا کا جزیرہ نمائے ملایا کا مشہور اور بڑا شہر ہے۔

۴- اپریل صبح کے پانچ بجے سے سنگاپور کا سواد اور کنارے کی عمارتیں نظر آنے لگیں۔

دو جہاز اور بھی سنگاپور کو جا رہے ہیں- باہم معمولی سلامی دے لے کر وہ ہم سے پیچھے رہ گئے ہمارے جہاز نے بہت احتیاط سے آگے بڑھ کر تختوں کے اسکلے پر لنگر کیا۔

سنگاپور کے اطراف میں دریا کے کنارے پر لنگرگاہ کے تین طرف چھوٹی چھوٹی چند پہاڑیاں ہیں جنکی بلندی پر سفال پوش یعنی کھپریل کے مکانات بنے ہوئے ہیں- دور سے یہ پہاڑیاں پتھر اور بھورے رنگ کی مٹّی سے مرکب معلوم ہوتی ہیں- پتھر بھی ایک قسم کا سنگ باسی معلوم ہوتا ہے- ایک ٹیلے پر بعض کارخانے ہیں جنکے انجن چل رہے ہیں اور چمنیوں سے دھواں نکل رہا ہے لنگرگاہ شہر سے ملی ہوئی ہے- اور جابجا متعدد اسکلے بنے ہوئے ہیں- شہر کے مقابل میں دیوار کی شکل کی ایک چھوٹی پہاڑی پر بھی بعض پست اور حقیر عمارتیں نظر آتی ہیں- یہ شہر ملایا اسٹریٹ کے آخر میں ہندوستان سے مشرق کی طرف کو واقع ہے- ملایا کی زمین کا سلسلہ خشکی کے راستے سے سیام برما اور وہاں سے ہوکر ہندوستان تک ملا ہوا ہے۔

یعنی اسی برِ اعظم سے ملحق ہی جس پر ہم لوگ اور تمام ایشیا کے باشندے بستے ہیں
پناہ نگ اور کولمبو کا منظر جو بندرگاہ سے نظر آتا ہی سنگاپور کی نسبت بہت
خوشنما اور دلکش ہی - خاصکر پناہ نگ کا منظر تو بہت ہی دلپسند و لطیف ہی
جہاز سے اُتر کر بوٹ میں سوار ہوئے اور کنارے پر آئے طامس کُک صاحب
کا ایجنٹ جو شل اور جگہ کے اس شہر میں بھی رہتا ہی چند عمدہ گاڑیاں لئے ہوئے
استقبال اور خدمت کیواسطے آمادہ تھا - ہم گاڑیوں میں سوار ہو کر عجائب خانے ہوتے
ہوئے **باغ وحش** کو گئے عجائب خانے کی عمارت نہایت عالیشان
اور خوشنما ہی - بیچ کے درجے پر بہت بلند اور مدوّر ساٹھ فیٹ اونچا گنبد ہی - اوپر کے
حصّے میں سفید آئینے اور گنبد کے دور میں رنگین شیشے لگے ہوئے ہیں -
دو منزلی عمارت ہی - زینہ پر چڑھتے ہی ایک ہاتھی کا سر (غالباً جو اس ملک میں
پیدا ہوتا ہی) رکھا ہی - ان جزائر میں ہاتھی اچھی چیز نہیں ہی - چنانچہ سیلون کے
ہاتھی کو اکثر سوداگر ہندوستان میں لاکر بیچتے ہیں سیلون میں ہندوستان کی
طرح ہاتھی اُوبی یا پھاندے سے نہیں پکڑا جاتا بلکہ اور ہی طریقہ ہی جو مولوی فرخی سے
ایک تاجر نے بیان کیا یعنی اوّل ایک ہتنی کو بیسواپن سکھا کر کٹنی بنا کر جنگل میں
چھوڑ دیتے ہیں - وہ کسی نوجوان ہاتھی سے اُنس بڑھا کر اور اُسکو اپنے دام محبت
میں پھنسا کر اپنے گھر تک (جو جنگل میں بنا ہوتا ہی) اسلے آتی ہی - وہاں آدمی پوشیدہ
گھات میں لگے ہوتے ہیں جو آسانی سے اُسے قابو میں کر لیتے ہیں - عجائب خانے

میں دریائی حیوانات کی قسم سے بڑے بڑے گرنچھ اور ایک چار گز کی لمبی مردہ شارک مچھلی نہایت کاریگری سے بنا کر رکھی ہی۔ بعض سانپ بھی نو نو اور دس دس گز لمبے ہیں۔ ایک مچھلی جسکی صورت تخل کی مثل ہی۔ عرض میں سوا دو گز اور طول سر سے دُم تک ساڑھے چار گز ہی اسی قسم کی صدہا اشیا جو اکثر پنانگ اور کولمبو میں بھی تھیں یہاں بھی ہیں۔ پرندوں میں ایک عجیب جانور دیکھا جسکو پرندوں کا گینڈا کہتے ہیں۔ سر پر بشکل سینگ ایک شاخ ہی اسکے سوا خاکی رنگ کے گلدار شیر امریکا کا جنگلی بھینسا جسکو بزون (ب ز و ن) کہتے ہیں عجیب شکل کا جانور ہی۔ اگلا دھڑ بھاری پچھلا بہت ہلکا سر اور شانوں پر لمبے لمبے بال لٹکتے ہیں۔ چار پانچ جنگلی بیل دیکھے جنکا قد چھ فیٹ کے قریب بلند اور ہاتھی کے مثل فربہ و جسیم بہت زبردست جانور ہی اسکے سوا عجیب الخلقہ حیوانوں میں جو بیج دار بندر ہی اور بھی بہت حیوان ہیں۔ اِس ملک کا بن مانس (جو اُورانگ اُٹانگ) کے نام سے مشہور ہی زیادہ تو جزائر بورنیو (ب و ر ن ی و) اور جاوا میں ہوتا ہی۔ یہاں بھی پلا ہوا پنجرے میں موجود ہی۔ شاید جنگل میں بھی ہو یہ جانور قد میں متوسط انسان کے برابر ہی۔ وسط سر اور چہرے کے علاوہ بدن پر بھورے بال ہیں۔ ہاتھ زیادہ لمبے اور بدشکل کھڑے ہونے پر قد اوسط اندام آدمی کے برابر صورت بھی بدشکل آدمی سے بہت ملتی جُلتی ہی۔ نہایت زبردست اور موذی جانور ہی۔ ایک جانور گیدڑ کے برابر نیولے کی شکل ہی جس کو پاکا ما

(پ اک ام ا) کہتے ہیں- عجائبات میں گلدار شیر کے ہمرنگ- ایک بلّی ہی کہ
گلدار کے بچّے اور اُسمیں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا- جرندوں کی قسم میں (تاپیر)
(ت اپ ی ر) ایک چوپایہ جانور گدھے کی برابر قد بھینس کے بچّے یا سور
کی شکل معلوم ہوتا ہی- فرق صرف اسقدر ہی کہ اسکی تھوتھنی نوکدار ہی اسکے سوا سرخ
اور سیاہ رنگ کی پرند گلہریاں ہیں جنکو بہت احتیاط سے پنجروں میں رکھا ہی- ایک
اور جانور ریچھ کے بچّے کی ہمشکل ہی جسکو جربوا (ج ر ب و ا) کہتے ہیں اور فارسی
میں موش سلطانی مگر ہمکو چھوٹا ریچھ ہی معلوم ہوتا ہی- شاید اسقدر کم قد کے ریچھ کی قسم
کو جربوا کہتے ہوں- نمائشی اشیا میں- اہل ملاکا کے ہتیار- تیر- کمان- اور
نیزے وغیرہ بہت سلیقے سے رکھے ہیں- کازواری (ک ا ز و ا ر ی) جو شتر مرغ
کے مثل بغیر بازو کا جانور ہی- وہ بھی یہاں دیکھا تمام بدن پروں سے ڈھکا ہوا
ہی- بازو نہیں ہیں مُنہ اور سر مور سے زیادہ مشابہ ہی بہت خوبصورت جانور ہی-
باز عقاب- اور ایسے اُلّو جنکا مُنہ زرد ہی- بغیر دُم کے خاکی و سیاہ بندر نکو بارکے
سبز اور سرمئی کبوتر- جو جسامت میں پہاڑی کوّے کی برابر ہیں- زندہ پنجروں میں رکھے
ہیں- ایک اور سنہری رنگ کی بلّی دیکھی جسے طلائی بلّی کہتے ہیں یہ بھی بہت
خوبصورت جانور ہی- کازواری کی ہمشکل ایک اور جانور ہی جسے ایمیو (ا ی م ی و
کہتے ہیں فرق صرف اسقدر ہی کہ کازواری کا سر سرمئی ہوتا ہی اور ایمیو کا بدن کے
ہمرنگ زردی مائل خاکی- لارج موس (ل ا ر ج م و س) یعنی خرگوش کی برابر لمبے قد

کے جو ہے۔ اور دریائی چیل بھی۔ ہنسراج بطکی برابر مردہ و زندہ رکھی ہیں۔ باغ وحش میں بعض درخت بھی عجیب ہیں۔

درس جی فلیٹا (درس ج ی ف ل ی ٹ ا) تاڑ کے درخت کی مثل ایک درخت ہی جسمیں چھالیا کی صورت کے پھل اور جائفل کی ہمشکل گٹھلی ہوتی ہی۔ غرض کہ ہماری نظر میں یہاں کی جو چیز ہی وہ نئی اور جو شئی ہی وہ عجیب۔

سنگاپور کے اکثر باشندے چینا اور اصلی ملک والے ملائی مسلمان ہیں اور پردیسی لوگ بھی ہیں جو تجارت وغیرہ کے سبب سے یہاں آکر آباد ہو گئے ہیں بازار میں یک منزلی دُکانیں۔ اور مکان پنانگ کے مثل کرسی دار زمین سے گز سوا گز بلند پایوں پر بنے ہوئے ہیں۔ کیونکہ بغیر اس تدبیر کے رطوبت کے اثر سے محفوظ رہنا ممکن نہیں۔

پنانگ اور سنگاپور میں مزدور بہت مہنگے ہیں بیس پچیس روپے مہینے سے کم پر نوکر بھی میسر نہیں ہو سکتا۔ مزدور بھی ایک روپیہ روز آسانی سے کما سکتا ہی۔ اگر ہندوستان کے مفلس بے معاش لوگ چند برس ان جزائر میں مزدوری کریں اور یہاں کی کمائی سے اپنے ملک میں جا کر نیک چلنی اور ایمانداری سے تجارت وغیرہ کوئی پیشہ کرلیں تو عمر بسر کرنے کو کافی سرمایہ بہم پہنچ سکتا ہی۔ سنگاپور کی مشہور عمارتوں میں سلطان ابوبکر۔ بادشاہ جوہر کا محل ہی۔

شہر جوہر سنگاپور سے تقریباً پچیس میل کے فاصلے پر واقع ہی اور یہی مقام

جزیرہ نمائے ملایا کا دار السلطنۃ ہی عجائب خانے سے واپس ہو کر ہم سلطان کا محل دیکھنے گئے برآمدے اور دروازے انگریزی کوٹھی کی مثل ہیں - عمدہ زرد اور سفید مرمر کے گملے جا بجا رکھے ہوئے ہیں - سنگ مرمر کا ہی فرش ہی - نہایت عالیشان عمارت ہی - ہر طرف سے دروازے بند تھے - صرف ایک سپاہی پہرا دے رہا تھا - اُسنے کہا کہ داروغہ نہیں ہی - ہم تھوڑی دیر باہر کے درجے میں ٹھیرے جلی خط میں چھپے ہوئے دو قرآن مجید برآمدے میں بڑی بڑی رحلوں پر رکھے تھے - تھوڑے توقف کے بعد ہمنے چاہا کہ واپس چلیں اتفاقاً پہلو میں ایک دروازے کا کیواڑ کھلا ہوا نظر آیا - ہم - مولوی فرخی - اور عبد الصمد خان بے محابا اندر چلے گئے - یہ ایک سمت کا برآمدہ تھا جسکے دروں میں بھی شیشے کے کیواڑ لگے تھے اور ہر طرف سے بند تھا - غرض کہ کوٹھی کے طول میں جہاں تک سیدھا برآمدہ تھا چلے گئے - وہاں عرض میں پھر ایک دروازہ کھلا پایا - اُسمیں جا کر ہم مشورہ کر رہے تھے کہ اب کہاں جائیں اتنے میں کچھ آدمیونکی آواز کان میں آئی اور ہم وہیں ٹھٹکے - یہ جگہ سلطان کی حرم سرا تھی - اور اتفاقاً اُنکی بعض بیگمات بھی وہاں تھیں - خوب ہوا کہ ہم اور آگے نہ گئے - ہماری آواز سُنکر دو آدمی غصے میں بھرے ہوئے باہر آئے اور اپنی زبان میں کچھ بڑبڑانے لگے وہ ملائی زبان بولتے تھے جو ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آئی مولوی فرخی نے ہمکو اشارہ کیا کہ آپ یہاں سے تشریف لیجائیں میں انکو جواب دے لونگا - ہم - اور عبد الصمد خان جب

راستے سے آئے تھے اُسی سے پلٹ گئے مولوی فرخی نے بڑی شکوہ اور غصّے کے لہجے میں کہا کہ ہمارے سلطان تمہارے سلطان سے ملنے کے لئے تشریف لائے ہیں (سلطان اس غرض سے کہا تھا کہ وہ لفظ سلطان ہی سے کسی والیٔ ملک کو پہچان سکتے تھے) تمہارے سلطان کہاں ہیں؟ فوراً جاکر انکو اطلاع کرو۔ جسطرح وہ ان پر غرّاے تھے اِسیطرح اِنہوں نے بھی طرز تحکم سے سلطان جوہر کی دوستی کے دعویٰ کو ثابت کیا۔ تھوڑی دیر بعد کچھ سوچ سمجھ کر وہ اندر چلے گئے اور ایک انگریزی بولنے والے کو اپنے ہمراہ لائے جسنے مولوی فرخی کی بات سمجھ ہمارے آنے کی خبر سلطان کی محلسرا میں پہنچائی اور وہاں سے ایک بڑھیا دس بارہ برس کی لڑکی کو ساتھ لیئے عمدہ شاندار لباس اور سونے کے موٹے موٹے کڑے ہاتھوں میں پہنے ہوئے آئی اور حکم دیا کہ تمام مکان کھولدیا جائے۔

مولوی فرخی نے آکر ہمکو اطلاع دی۔ ہم اندر گئے اور بڑی بی کی ہمراہی میں اچھی طرح تمام مکانات کی سیر کی۔ لوگوں سے معلوم ہوا کہ یہ عورت سلطان کی دایہ ہے۔

سلطان جوہر کا محل نہایت عمدہ اور عالیشان عمارت ہے۔ باہر سے بمبئی کے بڑے ہوٹل کی شبیہ معلوم ہوتا ہے۔ اندر دو منزلے وسیع کمرے بیش قیمت ولایتی اور جاپانی اسباب سے آراستہ ہیں۔ خاص کر دربار کا کمرہ تو نہایت وسیع و خوشنما ہے۔ ایک طرف **سلطان ابوبکر** کی پورے قد کی **تصویر** ہے جسکے دیکھنے سے پایا جاتا ہے کہ سلطان کشیدہ قامت عرب یا ہندوستانی مسلمانوں کے

ہم نقشہ ہیں۔ ڈاڑھی نہیں رکھتے عمر ساٹھ برس کے قریب ہوگی تصویر کے نیچے خط
نسخ میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

دولت نوا نگو شاہ عالم ظل اللہ ذی العالو نعیمھا ملیا ابوبکر نیغ (نیگ)
مملیکلی گراجان جوھر سوت دائرہ تعلق لہ ۔ ملائی خط میں نیگ اسطرح لکھا جاتا
ہے نیغ یعنی ی کے بعد غ پر چار نقطے لگانے سے نیگ پڑھا جاتا ہے۔ اسمیں بعض
لفظ ترکی کے معلوم ہوتے ہیں۔ عمارت کے زینے بھی بہت وسیع ہیں اور نہایت
عمدہ اسباب سے آراستہ ہیں بیش قیمت جاپانی چینی کے گملے اور پتھر کے
ظروف نہایت سلیقے سے رکھے ہیں ہاتھی کے چند سالم دانت بہت لمبے اور
موٹے نہایت شفاف اور چمکدار آرائش کی غرض سے رکھے ہیں۔ تمام مکان میں
عمدہ قالین کا فرش ہے۔ ناچ کا کمرہ مستطیل شکل کا نہایت وسیع ہے۔ تقریباً تیس گز
لمبا اور دس گز چوڑا ہوگا۔ آئینے کی مثل صاف تختے کا فرش ہے اور اطراف میں سفید
پوشش کے کوچ وغیرہ بچھے ہیں۔ سامنے سلطان کی پورے قد کی تصویر
لگی ہے۔ سیاہ مخمل کی عرق چین ٹوپی پر کلغی لگی ہوئی۔ یورپ کے تمغے پہنے ہوئے
نہایت شاندار تصویر ہے۔ اور اُسکے جواب میں سامنے سلطان کے ایک جرمنی
دوست (ڈیوک) کی پورے قد کی تصویر ہے۔ محل کے کمروں میں آرائش کے واسطے
بعض گلدان ایک قسم کے نہایت عجیب زرد پتھر کے جو زرد عقیق کے مثل ہے ڈیڑھ
گز بلند اور گز بھر مدور رکھے ہیں **سلطنت جوہر۔ سلطان ابوبکر۔** جسکے

بادشاہ ہیں جزیرہ نماے ملایا کے جنوبی حصے میں قدیم آبناے ٹیب رو (ٹ ے ب ر و) پر جو سنگاپور کے جزیرے کو جوہر کی سرحد سے علیحدہ کرتی ہی- واقع ہی- جوہر کا رقبہ اُنتیس ۲۹ ہزار میل مربع ہی- اور دو لاکھ آدمی آباد ہیں جنمیں پچیس ہزار ملائی مُسلمان پچاس ہزار چینی پندرہ ہزار جاوی اور باقی دوسری قسم کے ملائی ہیں- دارالسلطنۃ جوہر میں پندرہ ہزار آدمی آباد ہیں- سلطان خودمختار بادشاہ اور برٹش گورنمنٹ کے بڑے دوست ہیں- اُنکے حالات سے واضح ہوتا ہی کہ سلاطین یورپ کے ساتھ زیادہ رسم اتحاد ہی- اور بارہا یورپ میں سیاحت کی ہی- آجکل بھی انگلستان ہی میں ہیں- اُنکے تمغے یا خطاب جو بطور اتحاد سلاطین یورپ سے حاصل ہوئے ہیں حسب تفصیل ذیل ہیں-

۱- ہز ہائنیس سلطان ابوبکر جی- سی- ایس- آئی- کے سی ایس آئی

۲- رائل پروشین آرڈر آف دی کرون فسٹ کلاس-

۳- گرینڈ کراس آف دی آرڈر آف ایگل بوار- یعنی عقاب سیاہ

۴- کمانڈر آف دی کراس آف دی اطالی-

۵- کمانڈر آف دی آرڈر آف سکسکوبرگ اینڈ گوتھا-

جوہر کے تمغے

۶- ساورن آف دی موسٹ اسٹمیڈ درجہ قرابت یعنی فیملی آرڈر اینڈ دی موسٹ آنریبل درجہ مہا کوٹا جوہر-

۷- آرڈر آف دی کروں اف جوہر-

ملازمان سلطنت میں ایکٹنگ سکرٹری دانو سری امر (ڈی) راجہ ڈی
پی- ایم- جی سی- ایم- جی- وزارت کے عہدے پر ممتاز ہیں- سنگاپور
اور علاقہ جوہر کی عمدہ پیداوار چیزیں- بُن (یعنی کافی) جائفل- جوتری- سیاہ مرچ
چھالیہ- ناریل اور لونگ ہیں جو ساور کو جاتی ہیں باقی تربوز انناس- منگو اسٹون اور
کٹھل جسکی ترکاری کے بغیر کولمبو کی طرح یہاں بھی دستر خوان بے عزت سمجھا جاتا
ہی- اور مشہور دُریان جس میں نہایت تیز و تند بو ہوتی ہی- قد میں تاڑ کے پھل کی برابر اور
پوست کٹھل کے مثل سخت اور تیز کانٹوں دار ہوتا ہی- مزا نہایت شیریں- لطیف
اور غایت درجے کا میٹھی مشہور ہی انڈمان نکوبار اور برما وغیرہ میں بھی یہ پھل
ہوتا ہی- اور بو کی تیزی کے سبب سے ناک بند کیئے بغیر نہیں کھا سکتے- اگر بو
ناک میں پُہنچ جائے تو ہمارے ملک کا آدمی کسیطرح تاب نہیں لا سکتا- شام کے
ساڑھے پانچ بجے ہمارے جہاز نے لنگر اُٹھایا- رات بھر چلکر دریائے چین
میں پُہنچے اور جیسا پیشتر سُنا تھا ویسا ہی اِس دریا کو موّاج اور متلاطم پایا-

۵-۶-۷-۸-۹- اپریل- چھٹی تاریخ تک تو کچھ ایسا زیادہ تلاطم
نہ تھا- مگر ساتویں کو صبح کے دس بجے سے دریا میں بہت زیادہ طوفانی حالت
ظاہر ہوئی- موجیں جہاز کو کبھی آگے سے اُٹھاتی تھیں اور کبھی پیچھے سے اسقدر
دباتی تھیں کہ پانی میں مُنہ کے بل دھنس جانے کا اندیشہ ہوتا تھا- باوجودیکہ جہاز کا

زیادہ تر حصّہ بھاری لوہے سے بنا ہوا ہی- اور تقریباً ڈیڑھ سو گز طول- چالیس فیٹ بلند اور منجملہ اسکے تیئس فیٹ پانی کے اندر ہی- باقی اوپر- اور لاکھوں من بوجھ لدا ہوا ہی- مگر ہلکے تختے کی مثل موجوں کے صدمے سے تیرتا ہی- بعض آدمیوں کو تلاطم ہوتے ہی فوراً قے اور دوران سر ہونے لگا کچھ آدمی سنبھلے رہے مگر شام تک سب کی حالت دگرگوں ہو گئی **فتحیاب خاں** اور بڈن صاحب کو قے ہوئی **مولوی فرخی** کو صرف دوران سر ہوا ہمنے پہلے روز تو خودداری کی مگر دوسرے روز ہمکو بھی کسیقدر دوران سر محسوس ہوا- اُٹھنا- بیٹھنا- چلنا پھرنا دشوار تھا البتہ لیٹے ہوئے کچھ تکلیف نہیں معلوم ہوتی تھی- وہ ساری رات آٹھویں تاریخ کا دن اور نویں کی رات اُسی خطرناک حالت میں گذری- بعض اوقات موج کا پانی جہاز کے مُنہ پر سے گذر کر اوپر آجاتا تھا-

رات کو ساڑھے بارہ بجے سے کسیقدر طوفان کم ہوا مگر پھر بھی اسقدر حرکت باقی تھی کہ ہمکو اس سے بیشتر اتنی بھی محسوس نہیں ہوئی تھی پانچ چھ گھنٹے سکون رہ کر صبح سے پھر وہی حالت ہوئی **کپتان** سے معلوم ہوا کہ دو ایک روز پہلے یہاں سے طوفان گزر چکا ہی-

دریاے **چین** میں یکایک طوفان آجاتا ہی- اور اس تیزی سے کہ بگولے کے مثل پانی اُٹھکر چکر کھاتا ہوا چلتا ہی- اور جو چیز سامنے آجاتی ہی ممکن نہیں کہ بچ سکے-

دن کے بارہ بجے سے **ہانگ کانگ** کا سواد قریب ہونے لگا۔
پانی کا رنگ بدلا۔ اور عمق صرف بیس پچیس فیدم (فیدم دو گز) رہ گیا۔ ایک بجے
کے قریب پچاس بادبانی کشتیاں ہانگ کانگ کو جاتی ہوئی ملیں۔ ایک مچھلی
جہاز سے بہت قریب پانی کے سطح پر تیر رہی ہی پہلے گمان ہوا کہ کوئی کشتی ہی
جسکے شراع ہوا سے پھولے ہوئے پانی پر معلوم ہوتی ہیں۔ مگر بعد میں جب دوربین
سے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ مردہ مچھلی ہی۔ ہانگ کانگ کے قریب پانی کے اطراف
میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں۔ اور بندرگاہ تک پہنچنے کے لئے نہایت خطرناک
راستہ ہی۔ ہر قدم پر جہاز کے ٹکرانے کا اندیشہ رہتا ہی۔
ظہر کے وقت سے ہانگ کانگ کا سواد نظر آیا۔ شہر پہاڑ کے نشیب و فراز میں دریا
کے کنارے آباد ہی۔ دور سے نہایت خوبصورت منظر معلوم ہوتا ہی۔ جابجا پہاڑوں
پر سڑکوں کے نشان نہایت خوشنما نظر آتے ہیں۔ لنگرگاہ بھی بہت خوبصورت ہی۔
سواری اور مال لادنے کی دخانی و بادبانی کشتیوں اور جہازوں سے پانی کا سطح
پٹا ہوا ہی۔
چار بجے لنگر ہوا اور ہم **اسٹیم بوٹ** میں سوار ہوکر ہانگ کانگ ہوٹل میں
جو بندرگاہ کے کنارے پر ہی آ گئے۔ نہایت عالیشان چھ منزل کی عمارت ہی۔
شہر میں گاس اور برقی دونوں قسم کی روشنی ہی۔ یہاں یہ امر ظاہر کردینے کی ضرورت
ہی کہ جب کوئی نیا شخص جسنے پیشتر دریا کا سفر نہ کیا ہو سفر کا ارادہ کرتا ہی تو اُسکے

دوست اپنی اپنی عقل اور مراتب دلسوزی کے موافق تہیئہ سامان سفر کی نسبت
مشورہ دیتے ہیں۔ کوئی قے اور دوران سر لازمی بتا کر سکنجبین۔ املی۔ لیموں۔ چٹنی۔
اور اچار وغیرہ ادویات دافع صفرا عطار کی ایک پوری دکان ساتھ رکھنے کی ہدایت
کرتا ہے۔ کوئی سردی سے ڈرا کر لحاف۔ توشک۔ عبا۔ قبا۔ پوستین۔ پشمینہ۔
اور کمل وغیرہ بزاز کا گودام ہمراہ لیجانے کو سمجھاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے خدمتگار بغیر دو دن
نہ بھیں گے اگر ایک کے جگہ دو آدمی ہوں تو مناسب ہے۔ ہر شخص اپنی وسعت
خیال کی حد تک جولانی کرتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ جملہ سامان سوائے اسکے کہ
بیفائدہ بار اور ہر لحظہ تکلیف کا باعث ہو کسی کام میں نہیں آتا۔ سفر میں ہر جگہ اوڑھنے
کو ولایتی کمل۔ صاف اور پاکیزہ بستر۔ یہاں تک کہ تولیہ۔ صابون۔ آئینہ۔
سنگھار میز۔ ہیجان صفرا دفع کرنے کیواسطے لیموں۔ نارنگی۔ چکوترا۔ اناس
اچار۔ سرکہ۔ چٹنی۔ آبشورہ۔ سوڈا۔ لیمینیڈ۔ برف۔ اور نہایت سلیقہ مند خدمتگار
ہر ایک جہاز اور ریل اور تمام ہوٹلوں میں موجود ہیں۔ گھر کا اسباب سوائے اسکے
اور کسی کام نہیں آتا کہ تنگ ہو کر پھینک دیا جائے یا بوجھ لادے پھریں۔ البتہ کنگھی
برش۔ منجن اور خاص ضرورتوں کے واسطے لوٹا۔ لباس میں کسی میل خورے
رنگ کے اونی اور سوتی دو ڈھائی درجن قمیص۔ کوٹ اور اوورکوٹ۔ ایک مختصر سا
گلاڈسٹون بیگ یا سیاہ کنویز کا جھولا صندوق میلے کپڑے
رکھنے کو ایک معمولی بیگ۔ اور کنگھی برش وغیرہ کے واسطے ایک چھوٹا سا

ہینڈ بیگ (دستی بیگ) دو جوڑی بوٹ - ایک سلیپر - اور ڈنر سوٹ (کھانے کا لباس) اسکے سوا ہر منزل پر سواری اور بار برداری وغیرہ کے واسطے طامس کک کمپنی کے توسل سے ہر طرح کا کافی ووافی سامان مہیا ہو جاتا ہی - ہر ملک کے سکّے کا روپیہ بھی وہی دیتے ہیں اور خرچ سے بچا کچا واپس بھی لے لیتے ہیں - کیونکہ ایک ملک کا سکہ دوسری جگہ بیکار ہی - طامس کوک صاحب کے توسل بغیر سفر کرنا سوائے نقصان کثیر اُٹھانے کے اپنی جان کو طرح طرح کے جھگڑوں میں ڈالنا اور سفر کا لطف کھونا ہی -

چین - ہانگ کانگ

۹ - و ۱۰ - اپریل - روز دوشنبہ ۹ - سے ۱۴ - تک ۶ روز -

نویں کو پہنچنے کے روز اگرچہ کئی گھنٹہ دِن باقی تھا مگر کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا -

دس کو - دو بجے دِن کے ڈانڈی† میں سوار ہو کر ٹراموے اسٹیشن کو گئے کہ وہاں سے سوار ہو کر مونٹ اوسٹین Oustin کو جائیں - ہوٹل سے چند منٹ کا راستہ تھا - اسٹیشن پر

† ڈانڈی نینی تال وغیرہ ہندوستان کے پہاڑوں پر جانے کے واسطے مشہور سواری ہی - ہندوستانی ڈانڈی کی ساخت اس طرح ہی کہ ایک روغنی کپڑے سے منڈھی ہوئی کرسی میں (سلسلہ کے لیئے دیکھو صفحہ ۴۹)

پُہنچکر معلوم ہوا کہ گاڑی کے اوپر جانے میں کسی قدر دیر ہے اس لیئے وقت بسر
کرنے کو باغ عام میں جو اسٹیشن کے قریب فقط سڑک بیچ میں ہے۔ چلے آئے۔
گورنر صاحب کا مکان بھی باغ سے ملا ہوا ہے۔ یہ باغ پہاڑ کے نشیب و فراز میں درجہ
درجہ بنایا گیا ہے۔ تمام روشیں پتھر اور چونے سے پختہ بنی ہوئی ہیں۔ نہایت خوش فضا
اور دلچسپ جگہ ہے۔ باغ کے وسط میں ایک مجسمہ بھی ہے۔ غرض کہ وقت گذار کر وہاں
سے اسٹیشن پر آئے اور ٹرام سے ہم چوٹی پر گئے ۔
پہاڑ جسکے دامن میں دریا کنارے شہر واقع ہے۔ سمندر کے سطح سے اٹھارہ سو پچیس [۱۸۲۵]
فیٹ بلند ہے۔ راستے میں اس قدر کھڑی چڑھائی ہے کہ ہر دو فٹ ڈھلان میں ایک
فیٹ بلندی ہے۔ چھ فرلانگ کے قریب (یعنی کچھ کم پون میل) چڑھائی ہے۔ ٹرام سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸) تختے کا ما انداز اور دو بانس دو لمبی کمانی دار پٹیاں لگا کر دونوں کے
سرے باہم ملا دیتے ہیں اور آدمی کے کندھے پر اُٹھائی جاتی ہے۔ ہانگ کانگ کی ڈانڈی میں اسقدر فرق ہے
کہ ایک نہایت سُبک مالس کی اسی مع پا انداز او دست انداز کے بید سے بنی ہوئی دونوں طرف
بہت خوبصورت لچکدار بیت یا بانس لگے ہوئے جسکے چار ڈنڈے ہو جاتے ہیں اور آدمی بیچ میں
آکر دونوں ڈنڈے دونوں کندھوں پر رکھ لیتا ہے۔ یا چار آدمی اُٹھاتے ہیں۔ اگر ہمارے ملک میں بھی
ایسی ڈانڈیاں بنائی جائیں تو زیادہ راحت رساں اور قدر کے قابل ہوں۔ اِن ڈانڈیوں کے اطراف
میں۔ کتاب۔ چھتری۔ ہینڈ بیگ اور پانی کا گلاس رکھنے کے واسطے بھی بید سے بنے ہوئے خانے
ہوتے ہیں۔ ہلکی اسقدر کہ سب ملا کر چھ سات سیر وزن ہوگا۔

گاڑی کو عجیب ترکیب سے اوپر لیجاتے ہیں اور نیچے لاتے ہیں۔ یعنی پہاڑ کے
اوپر ایک انجن اور اُسکے متعلق دو بڑے بڑے چرخ ایک فٹ دبیز اور چھ فیٹ قطر کے
لگے ہوئے ہیں۔ اُن کے ذریعے سے ایک لوہے کا رسّا جو قریب ڈیڑھ انچ کے
موٹا ہی اور اُس کا ایک سرا اڑا ہوا ہے گاڑی کے پیندے میں مضبوط بندھا ہوا ہی۔ اور
دوسرا سرا ایک دوسری گاڑی میں لگا کر بیچ میں۔ کو بالا چرخ کے بیلن پر لپیٹا ہی۔
ایک گاڑی اوپر دوسری پہاڑ کے نیچے ہوتی ہی۔ سڑک میں بھی جا بجا ایک ایک فٹ
قطر کی آڑی چرخیاں لگی ہیں کہ رسّا کھینچنے میں آسانی ہو۔ جب انجن اُن بڑے چرخوں کو
پھراتا ہی تو ایک گاڑی اُوپر سے نیچے آتی اور دوسری نیچے سے اوپر کھینچ جاتی ہی۔ گویا
ایک سرا رسّے کا بیلن پر لپٹتا ہی دوسرا کھلتا جاتا ہی۔ ۹ منٹ میں گاڑی کچھ کم پون میل
راستہ طے کر کے چوٹی پر پہنچ جاتی ہی۔ فی منٹ چار سو پانچ فیٹ کے قریب رفتار خیال
کرنا چاہیئے۔ چڑھتے ہوئے تو چیر بیچ کے تکیے سے کمر لگی رہتی ہی کم محسوس ہوتا ہی۔
مگر اُتار میں معلوم ہوتا ہی کہ گاڑی ڈول کی طرح لٹک رہی ہے۔ اور آدمی پھسل کر آگے کی
طرف جُھک جاتے ہیں۔ اگر رسّا ٹوٹے یا کسی سبب سے علیحدہ ہو جائے تو پہاڑ سے
نیچے گر کر گاڑی اور سواریاں سب ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ لیکن یہ کام خوب آزمائش کے بعد
اطمینان کے قابل مضبوط کیا گیا ہی۔ اگر ذرا بھی جان کا اندیشہ ہوتا تو گورنمنٹ ہرگز اجازت
نہ دیتی کہ ایسی گاڑی جاری رہے۔ بہر حال ہم پہاڑ کے اوپر پہنچے نہایت با شکوہ اور عالیشان
دو تین مکان جن میں ہوٹل ہیں مختلف چوٹیوں پر بنے ہوئے ہیں۔ گورنر صاحب کے

رہنے کا بھی ایک مکان چوٹی پر ہے۔

جہازوں کی آمد و رفت کے واسطے ایک بلند ستون پر علامت اور اشاروں کے لیئے ایک جھنڈا نصب ہے بعض چھوٹی چھوٹی عمارتیں اور بھی ہیں۔ نہایت خوشنما اور تفریح کی جگہ ہے۔ اوپر سے تمام شہر۔ اطراف کے پہاڑ اور دریا نظر آتا ہے۔ سمندر کا پانی۔ کشتیوں کی روانی۔ جا بجا پیچیدہ راستے اور کج و واکج کی سمندر آبنائیں عجیب دلکش نظارا ہے ٹراموے سے اُتر کر اور انجن ہوس کو دیکھ کر بہت چڑھائی کے بعد گورنمنٹ ہوس اور جہازی نشان کی چوٹی پر پہنچے۔ پہاڑ پر بھی تمام سڑکیں چونے سے پختہ بنی ہوئی ہیں۔ اس اثنا میں کہ ہم چوٹی پر بیٹھے تھے ایک رُوسی جہاز بندرگاہ میں داخل ہوا اُس نے بندرگاہ کی سلامی میں توپ کے چند فیر کیئے۔ ہم سوا۔ ڈیڑھ گھنٹہ ٹھیر کر جس طرح گئے تھے اُسی طرح اُتر آئے۔

۱۱-۱۲- اپریل ۱۸۹۳ء کو کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔

۱۳- اپریل کو دو بجے کے بعد ہیپی ویلی Happy Valley کو گئے جو دامن کوہ میں شہر سے ایک طرف کو خوشنما درّہ ہے۔ سواری میں ڈانڈی کے سوا ایک مختصر سی یکہ بگھی کی شکل ہاتھ گاڑی ہے جسکو رکشا کہتے ہیں اور بجائے گھوڑے کے آدمی کھینچتا ہے۔ ایسی گاڑیاں کولمبو سے ہیانگ ہر جگہ ملی ہیں غرض کہ ہم اور مولوی فرخی۔ عبد المجید خاں۔ فتحیاب خاں اور مسٹر بڈن رکشا میں سوار ہو کر ہیپی ویلی میں پہنچے (اس لفظ کے معنی فرحت انگیز درّہ ہو سکتے ہیں) حقیقت

میں بہت سُہانا میدان ہو بعض کو یہ سپاہی اور انگریز کرکٹ وغیرہ کھیل رہے ہیں
ڈھلوان بلندی سے دامن میں پکی سڑک اور بائیں طرف ہرا بھرا خوشنما میدان
اور راستے کے داہنی طرف اُسی ڈھلوان بلندی پر انگریزوں کا قبرستان ہو جہاں
تسلط کے زمانے میں مرے ہوئے انگریزوں کے سوا گورنمنٹ کے جاں نثار
یوروپین سپاہی جنھوں نے اس سرزمین کو اپنے خون سے خریدا ہو۔ اور چینیوں
کے مقابلے پر میدان جنگ سے ملک عدم کو کوچ کیا ہو۔ دفن ہیں گروہ گروہ کو یکجا
دفن کر کے قبر کے اوپر یادگار کے واسطے مینار بنا کر اُس پر قتل کی تاریخ اور سنہ
لکھ دیے ہیں اُسی کے پاس مسلمانوں کا گورستان ہو۔ یہ بھی پہاڑ کے نشیب و
فراز میں درجہ بدرجہ واقع ہوا ہو۔ ہر ایک متموّل مسلمان کی قبر پر سنگ مرمر کے دو تختے
آئنتی پائنتی لگے ہیں۔ کم مقدرت لوگوں کی قبر کے پتھر بھی کم قیمت ہیں۔ ہر ایک
تختے پر میت کا نام۔ سال و تاریخ وفات اور درود شریف و آیات قرانی کندہ ہیں بعض
قبروں پر لی خمسة اطفی بها حر الوباء الحاطمه۔ المصطفی والمرتضی وابناهما والفاطمه
لکھا ہو غریبوں کی قبر پر جن کو پتھر میسر نہیں ہوا دو لکڑیاں مسہری کے پایے کے ڈھنگ پر
خرادی ہوئی سرہانے پائنتی لگا کر اکثروں پر نام اور تاریخ لکھ دی ہو۔ قبرستان کے
دروازے پر مسجد کے واسطے بہت بڑا ایک کمرہ ہو۔ اور اُس میں جنازہ اُٹھانے کی غرض
سے ایک تابوت اور بلند میز پر ایک قرآن مجید بھی رکھا ہو۔ ایک چینا
مسلمان حفاظت کے لیئے مامور ہو۔ اور اُسی کے پاس آلات گورکنی بھی آمادہ رہتے ہیں

چینیوں کی طرح یہاں کے مسلمان بھی قبروں پر سرو کے درخت لگاتے ہیں۔ اِس قسم کے اہتمام سے معلوم ہوتا ہی کہ چینا مسلمان اپنے مُردوں کی مرنے کے بعد اچھی قدر کرتے ہیں۔

پارسیوں کا قبرستان بھی اِسی جوار میں ہی مگر ہمکو اُس وقت معلوم نہ تھا فاتحہ پڑھکر اُسی راہ سے واپس آئے۔

اس شہر کی مردم شماری دو لاکھ بیس ہزار ہی۔ اور سوائے معدودے چند یوروپین اور جاپانی عورتوں کے تمام چینی آباد ہیں چینیوں میں مسلمان بھی بہت ہیں مگر بت پرست اور مسلمانوں میں ہم لباس اور ہم زبان ہونے کی وجہ سے تمیز نہیں ہوسکتی صرف مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ لوگ مسلمان ہیں۔

بعض ہندوستانی مسلمان سوداگر بھی تجارت کی غرض سے یہاں رہتے ہیں جن میں ایک شخص دِل بادشاہ نام اگرچہ ایسا مالدار نہیں ہی۔ مگر اپنی نیک چلنی اور ملنساری کی وجہ سے زیادہ مشہور ہی۔ ایک ہندوستانی اور ولایتی مسلمانوں کی پلٹن اور گوروں کا توپخانہ وغیرہ اور ہندوستانی سپاہیوں کا پلیس گورنمنٹ کی طرف سے محافظ ہی۔ پلس میں بعض سکھ بھی ہیں۔ پولس کے آدمی کو تیرہ اور سولہ ڈالر تک تنخواہ ملتی ہی جو ہندوستان کے حساب سے تیس روپئے ہوئے۔ ہمارے آنے کی خبر سُنکر صوبہ دار میجر بہادر حسن علی خان اور ایک شخص علیگڈھ کالج کا تعلیم یافتہ جو پلٹن میں جمعدار ہی۔ اور بعض دوسرے مسلمان سردار ملنے کو آئے۔

شہر کی عمارتیں زیادہ تر بمبئی کے مکانات کی طرح چو منزلی پنج منزلی ہیں۔ اُن میں اکثر
تو چینی لوگوں کی ملکیت ہیں خال خال دوسری قوم کی بھی جائداد ہے۔ کرایہ اِس قدر
گراں ہے کہ اگر بمبئی میں ۲۵ روپیہ ماہوار پر مکان ملے گا تو اُسی حیثیت کا مکان یہاں
پچاس ڈالر یا ایک سو دس روپیے کرائے پر ملتا ہے۔ چینا نان بائیوں کی دکانوں
پر سالم خوک۔ بطخ اور مرغ وغیرہ جانور بھُنے ہوئے علانیہ لٹکتے رہتے ہیں۔ جس سے دور
تک بازار متعفن رہتا ہے اور نہایت نفرت انگیز نظارہ ہے جاپان کا بنا ہوا اسباب
اور چینی وغیرہ کے برتن۔ چاء پینے کے ظروف اور گلدان وغیرہ اسباب آرائش
بہت ارزاں بکتا ہے۔

یہاں کا ایک تحفہ کف ابابیل یا لعاب ابابیل ہے۔ جس کا انگریزی نام سالن برون
ہے۔ اور چینی زبان میں تائی جھوئی کہتے ہیں۔ عقاقیر کی قسم میں مشہور چیز بادیان
ختائی ہے جسکو یہاں باٹ کوک کہتے ہیں۔ اِن کے سوا مشک ختائی اور خالص سونا
بھی ہندوستان کی نسبت ارزاں ہے۔

لعاب ابابیل جزائر انڈمان۔ لورنیو اور بعض متعلقات چین میں بھی حاصل ہوتا ہے۔
ابابیل کے مُنہ سے جبکہ وہ مست ہوتا ہے رال ٹپکتی ہے۔

اِس جانور کی سکونت پہاڑ کے دروں میں ہے اور لاکھوں ابابیل یکجا بستے ہیں۔
ابابیل کے مُنہ سے لعاب گر کر اُنھیں دروں میں چٹانوں پر گوند کے مثل تار تار ہو کر
جم جاتا ہے۔ بعض لوگ اِس کا سالانہ ٹھیکا لیکر جمع کرتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ

سے بچے نکالنے کے واسطے جو گھونسلا بناتا ہی وہ بھی اسی لعاب اور پروں سے مرکب ہوتا ہی جن کو بھگو کر بہت محنت سے پر اور لعاب جدا کیا جاتا ہی۔ وہ لچھے جو پتھروں پر پڑے ہوئے ملتے ہیں بعینہ ایسے جالی دار ہوتے ہیں جیسے بیج کے واسطے رکھی ہوئی خشک ترئی جالدار ہوتی ہی۔ جیسی مختلف حالت ہی ویسی ہی قیمت بھی مختلف ہی۔ چنانچہ جو لعاب گھونسلے سے جدا کرتے ہیں وہ فی ۵۶ تولہ وزن جو کٹی کہلاتا ہی چار یا پانچ ڈالر کو۔ اور پتھروں سے جالدار لچھا اُٹھایا ہوا۔ فی کٹی۔ ۲۴۔ ڈالر تک ٹیل پر بھی قیمت قرار دیجاتی ہی جو ساڑھے تین تولہ وزن ہی۔ اور سولہ ٹیل کی ایک کٹی ہوتی ہی۔

اسکے علاوہ اور پرندوں کا لعاب بھی ہوتا ہی چنانچہ ایک قسم کم رنگ گلابی فی دس آنے کٹی فروخت ہوتا ہی اور اُس کو چینی لوگ گوشت کے ساتھ پکا کر کھاتے ہیں۔ مگر یہ کف ابابیل کا نہیں ہی۔ کسی اور پرند کا ہی جو قد میں ابابیل سے بڑا ہوتا ہی کف ابابیل کو رتیوں کی مقدار سے گاے کے دودھ میں ڈال کر ظرف کو کھولتے ہوئے پانی میں رکھ دیتے ہیں۔ جب وہ پانی کی حرارت سے پگھل کر دودھ میں حل ہو جاتا ہی تب قدرے شکر ملا کر پیتے ہیں اور مشہور ہی کہ یہ دوا ضعف دماغ اور ضعف باہ وغیرہ کو بہت مفید ہی۔ مولوی فرخی۔ اور عبدالمجید خاں نے بھی کسی قدر خرید کر بعض احباب کے واسطے ہندوستان کو ہدیۃً بھیجا ہی۔

نہایت عمدہ خوشبودار بادیان ختائی کا نرخ فی کٹی ایک ڈالر تک ہی۔ اور مشک ختائی

یہاں نہیں ملی - اِس لیئے کہ لانیوالوں کو اُس کا چینی نام معلوم نہ تھا نہ تلاش کی کوئی وسیلہ بہم پہنچا اور مشک کے نام سے وہاں کوئی دکاندار سمجھ نہ سکا - بعض ہندوستانی آدمیوں سے جو عرصے سے یہاں رہتے ہیں معلوم ہوا کہ مشک اور عنبر دونوں چیزیں شینگھائی میں زیادہ ملتی ہیں -

جاپان کے بنے ہوئے چینی کے عمدہ ظروف جن پر بہت خوش رنگ جواہر کے مثل نقاشی کی ہی بہت ارزاں ہیں چنانچہ جو چارکی پیالیاں ہندوستان میں ۴ھ روپئے درجن بکتی ہیں وہ یہاں تین چار روپئے غایت پانچ روپئے درجن ملتی ہیں - اِس قدر نازک اور خوبصورت نقاشی کی ہی کہ معلوم ہوتا ہی یاقوت و نیلم و زمرد کے نگینے جڑ دیئے ہیں -

ہندوستان سے یہاں **افیون** بہت آتی ہی - جس اسٹیمر پر ہم سوار تھے اُس میں بھی ایک ہزار سات سو صندوق تھے اور ہر صندوق میں چار من افیون تھی - عجیب بات ہی کہ پیاز یہاں بھی اور کولمبو - سنگاپور اور پنانگ وغیرہ میں بھی بمبئی سے آتی ہی چنانچہ جہاز پر سے جسمیں ہم بمبئی سے سوار کر آئے ہیں جابجا پیاز کے انبار اُتارے جاتے تھے -

پہلے ارادہ تھا کہ ہم **کاسٹان** ہوتے ہوئے وہاں سے براہ خشکی **پیکن** دارالسلطنۃ چین کو دیکھ کر **ہانگ کانگ** ہی کو واپس آئیں اور یہاں سے دوسرے جہاز پر **جاپان** جانے کے واسطے سوار ہو جائیں - مگر یہ

ارادہ موقوف رہا اور صرف کپتان کالون صاحب بہادر دریا کے راستے سے کشتی میں بیٹھ کر ایک روز کے لیئے **کانٹان** گئے تھے۔

ہانگ کانگ سے ایک نالہ سمندر کا کانٹان تک چلا گیا ہی۔ اسی راستے سے چھ سات گھنٹے میں کشتی پہنچ جاتی ہی۔ کانٹان چین کی بندر گاہوں میں بہت بڑی تجارت گاہ ہی۔ چاء۔ ریشم۔ سونا۔ ریشمی کپڑا۔ عقاقیر (ادویات۔ خوشبودار۔ مصالح) اور چینی کے ظروف وغیرہ غیر ملکوں کو زیادہ تر یہیں سے جاتے ہیں۔

کانٹان کے ضلعے میں ایک قسم کی مٹی ہوتی ہی جسکے چاءدان اور پیالیاں بنتی ہیں۔ اُن میں چاء دم کرنے سے اور پیالوں میں نکال کر پینے سے ایک خاص قسم کی خوشبو اور لطافت چاء میں پیدا ہو جاتی ہی۔ امراے چین یہاں تک کہ فغفور بھی انہیں پیالوں میں چاء پیتے ہیں۔ فرق اسقدر ہی کہ امرا ہر دفعہ کورے برتن میں اور غربا آٹھ سات روز تک ایک ہی ظرف میں پیا کرتے ہیں۔

بیس لاکھ کے قریب دیسی پردیسی آدمی اس شہر میں بستے ہیں اور یہی شہر صوبے کے چینی گورنر کا دار الحکومة ہی۔ کپتان صاحب کہتے ہیں نہایت میلا متعفن اور غیر منتظم شہر ہی۔ کپتان اوسٹر کہتے تھے کہ چینی لوگ مسافروں کے ساتھ بہت تعصب اور نفرت سے پیش آتے ہیں جب کسی پردیسی کو اپنے شہر میں دیکھتے ہیں تو اُس کو ینگو یعنی شیطان کے نام سے مخاطب کرتے ہیں۔ اور اُس پر لعنت کرتے اور تھوکتے ہیں۔ اگر مزاحمت کرو تو سب ملکر فساد پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور کسی

قسم کا ضرر پہنچانے میں دریغ نہیں کرتے۔ البتہ جو پردیسی تاجر عرصے سے وہاں رہتے ہیں اُن کے ساتھ لین دین کی وجہ سے کسی قدر رعایت کرتے ہیں۔

یہ قدرتی بات ہو کہ دنیا میں جس قدر بزدل و نامرد لوگ ہیں بے رحم۔ غیر مہذب۔ مغرور۔ اور مہمان کے دشمن ہوتے ہیں۔ برخلاف اسکے شجاع قوموں کو ہمیشہ مہمان نواز۔ مہذب۔ رحیم القلب اور کریم النفس پاؤگے چنانچہ عرب اور ترک لوگوں کی صدہا مثالیں جن سے اُن کی مہمان نوازی۔ اولوالعزمی۔ سخاوت اور کریم النفسی کا ثبوت ملتا ہے۔ سیاحان عالم کے دل پر نقش ہیں۔

۱۴۔ اپریل۔ قریب دو بجے دن کے سب اسباب وارنہ اسٹیمر پر جو کل جاپان کو جاوے گا روانہ کر دیا گیا۔ اور ہمنے دوکانوں پر جا کر بعض اسباب خریدا منجملہ اُسکے ایک جاپانی کی دکان سے جس کا نام کون تھا۔ جاپانی چینی کا ایک نہایت عمدہ چار پینے کا سٹ۔ اور بعض چینی کے گلدان وغیرہ خرید کر وہیں چھوڑ دیے کہ اسی کے توسل سے ہندوستان کو روانہ ہو جائیں۔ بعض چینا تاجروں کی دکان سے بھی ایک ہاتھی دانت کی شطرنج جسکے مہرے آدمیوں اور حیوانوں کی صورت پر نہایت عمدہ بنائے ہیں اور بعض چینی مصوروں کی بنائی ہوئی دستی تصویریں جو سفید کاغذ پر مختلف رنگوں سے مصوری کی ہوئی ہیں خرید کر وہ بھی مسٹر کون جاپانی کو حوالے کیں کہ اپنے بھیجے ہوئے اسباب کے ساتھ ہندوستان کو بھیجدے۔ اس کے بعد کسی قدر شہر میں پھر پھرا کر ہم دخانی بوٹ (اسٹیم لانچ) میں سوار ہو کر وارنہ اسٹیمر پر

پہنچے۔ یہ جہاز ستلج کی نسبت ایک ثلث چھوٹا ہے۔ یعنی اس کا طول غایت سو گز
اور وزن تین ہزار کئی سو ٹن ہے۔ فی گھنٹہ دس ناٹ یعنی قریب تیرہ[۱۳] میل کے چلتا ہے
کسی قدر اسٹیمر میں بیٹھ کر اور اسباب کو جا بجا محل اور موقع پر رکھوا کر پھر شہر کو واپس
آئے کہ رات کا کھانا ہوٹل میں کھا کر ایک چینا بازی گر کا تماشا دیکھیں۔ کھانے
کے بعد تھیئٹر کو گئے۔ بمبئی کے بڑے تھیئٹر کے مثل وسیع مکان ہے۔ نو بجے سے
تماشا شروع ہوا۔ بازی گر کا نام امپیریل چینگ لنگ فو ہے لفظ امپیریل خطاب ہے
جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شہنشاہ چین کے محلوں میں تماشا کرنے والا بازی گر ہے۔
چودہ[۱۴] پندرہ[۱۵] برس کا ایک لڑکا بھی بازی گر کے ساتھ تھا۔ پردہ اُٹھتے ہی اوّل لڑکے
نے اس طرح چلنا شروع کیا کہ آگے قدم بڑھانے میں پاؤں کی اُنگلیاں پیشانی پر اور
پیچھے پاؤں اُٹھانے میں ایڑی پشت سر سے چھو جاتی تھی۔ نہایت مشکل بلکہ محال
کام ہے۔ اس کے بعد لڑکے نے اسٹیج پر طرح طرح کی کلائیں کیں۔ بازی گر نے ایک شال
(رومال) کو جو گز بھر مربع ہوگا اوّل جھٹک کر اور سب کو دکھا کر ہاتھ ڈالا اور ایک منٹ کے
بعد ہاتھ پر سے معلوم ہوا کہ تازہ پھولوں کا گلدستہ چینی کے بہت بڑے گلدان میں لگا ہوا اُس کے
ہاتھ پر رکھا ہے۔ اِس قدر بھاری تھا کہ ایک ہاتھ پر سنبھل نہ سکا اور بازی گر نے دوسرے
ہاتھ کا سہارا دے کر زمین پر رکھ دیا۔ شاخیں بھی جو اُس میں لگی ہوئی تھیں بارہ[۱۲] چودہ[۱۴]
گرہ سے کم لمبی نہ ہوں گی۔ پھر اُسی طرح رومال سے ڈھک کر ذرا دیر بعد پھر رومال اُٹھایا۔
معلوم ہوا کہ مختلف قسم کی شیرینی سے لبریز چینی کی تین رکابیں اُس کے ہاتھ پر رکھی ہیں

قابوں میں جس قدر شیرینی تھی لڑکے نے لاکر تماشائیوں پر تقسیم کر دی - پھر اُسی صورت سے ایک بہت بڑا چینی کا کاسہ پانی سے لبریز اور اُس میں تین بڑی بڑی زندہ مچھلیاں کہ ہر ایک وزن میں سیر بھر سے کم نہ ہو گی رومال اُٹھا کر دکھائیں - اُس میں بھی اس قدر وزن تھا کہ ہاتھ پر نہ سنبھل سکنے کی وجہ سے کسی قدر پانی چھلک گیا - مچھلیاں بھی قریب لاکر تماشائیوں کو دکھائیں - بہت صفائی سے کام کرتا تھا - پھر لڑکے نے ایک گز بھر لمبی چھڑی پر چینی کی تشتری کو پیندی کی طرف سے رکھ کر چکر دینا شروع کیا اور اُسی طرح گردش کی حالت میں کبھی اُس کو زمین کے سطح کے برابر کبھی پس پشت کبھی دہنے کبھی بائیں لے گیا اور تشتری اپنی حالت پر چکر کھاتی ہوئی قائم رہی - پھر اُسی ترکیب پر دوسری تشتری کو دوسرے ہاتھ میں چھڑی پر رکھ کر پھرانا شروع کیا دونوں ہاتھ اس کام میں مصروف تھے اور بدن سے سر کے بل اُلٹی سیدھی کلائیں کرتا تھا اور کبھی ٹانگوں کے نیچے سے دونوں ہاتھوں کو نکال کر پھر سامنے لے آتا تھا اور تشتریاں بدستور گردش میں تھیں بہت عمدہ اور مشکل کام تھا اِس کے بعد ایک چھوٹی تپائی پر کرتب کیا - زیادہ مشکل یہ بات تھی کہ ایک ہاتھ اُس پر ٹیک کر بدن کو دہنے بائیں جس طرف چاہا سیدھا اور معلق قائم رکھا اور اُسی ہاتھ پر تمام بدن کو ترچھا کر کے تپائی کے گرد چکر دیا - بہت مشکل کام ہے پھر بازیگر نے ایک خالی حلقے سے جو ڈھول کے مثل لکڑی کا تھا اور اُس کے اندر دوسرا حلقہ تھا - اوّل دونوں ڈھول وار پار خالی دکھا کر اُسی میں سے ایک تھالی نکالی - پھر بہت سے پھول اور بسکٹ وغیرہ نکال کر حاضرین جلسہ کو بانٹے

دیے۔ پھر ایک بہت بڑا مرتبان جو ڈھول سے بھی بڑا تھا (یعنی حلقہ اسپر تنگ تھا) شراب سے بھرا ہوا نکالا۔ اس تماشے کے بعد ایک بچے ڈورے کو جو دو گز کے قریب لمبا ہو گا ٹکڑے ٹکڑے کر کے گولی بنائی اور ایک طرف سے تار پکڑ کر کھینچا تو ڈورا ثابت نکلتا ہوا چلا آیا۔ پھر دوبارہ اسی ڈورے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گولی بنائی اور مٹھی میں دبا کر ایک سرا کھینچنا شروع کیا۔ اب کی دفعہ سرخ رنگ کا سوت نکلا پھر سب سوت کو لچھا کر کے ایک طرف سے کھینچنا شروع کیا اوّل زرد اور سبز پھر رنگ رنگ کے کاغذ کی دھجی ڈیڑھ انچ چوڑی اس قدر لمبی نکالی کہ میز پر اس کا ایک ڈھیر ہو گیا۔ پھر اس میں ایک بانس ڈال کر اٹھایا تو ۹ قندیلیں ہر ایک میں بتی جلتی ہوئی بانس میں لٹکتی معلوم ہوئیں۔ اور بھی بعض تماشے کیے بارہ بجے کے بعد تماشہ ختم ہوا اور ہم دخانی بوٹ میں سوار ہو کر جہاز پر آ گئے۔ رات زیادہ گئی تھی آتے ہی سو رہے۔

۱۵۔ اپریل صبح کو ۷ بجے جہاز نے لنگر اٹھایا۔ اوّل تو بندرگاہ سے آگے نکلنے کا راستہ پانی میں چھپی ہوئی چٹانوں کی کثرت سے نہایت خطرناک ہے۔ اس پر بہت گہر کُہر بھی چھایا ہوا ہے۔ اس لیے بہت احتیاط سے پہلو بچاتے ہوئے آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔

ایسے مقام پر جہاں پانی کے اندر جا بجا پہاڑ کی چٹانیں اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہوں اور راستہ بھی انہیں میں ہو کر پیچ در پیچ ہو۔ کہر بھی اس قدر غلیظ ہو کہ پچاس گز کے فاصلے پر کوئی شے نظر نہ آئے جہاز کا نکالنا بہت مشکل اور اندیشہ ناک ہے۔ غرض کہ

گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بہت احتیاط سے چل کر صاف پانی میں پہنچے کہر بھی برطرف ہو کر مطلع صاف ہو گیا۔ اور جہاز اپنی پوری رفتار پر چلنے لگا۔

وہ تمام دن اور تین حصے رات نہایت امن سے بسر ہوئی مگر جب **جزائر فارموسا** اور **چین** کے بیچ میں پہنچے (جہاں دریا کا عرض ڈیڑھ سو میل تک ہی اور پانی کناروں سے ٹکرانے کی وجہ سے ہمیشہ تلاطم رہتا ہی اور کبھی کبھی طوفان بھی ہوتا ہی) جہاز کو شدت سے جنبش ہونے لگی موجیں اس قدر بلند ہوئیں کہ پانی اُچھل کر چھتری تک آنے لگا

١٦- اپریل کی صبح کو بھی دریا مواج و متلاطم ہی بعض آدمی قے اور دوران سر میں مبتلا ہیں۔ کسی متنفس کو ہوا کی تندی اور جہاز کی تکان کے باعث اس قدر جرأت نہیں ہی کہ چھتری پر ٹھیر سکے عجیب خوفناک نظارہ ہی۔ اندھیری رات۔ ہوا کا سناٹا دریا کا تلاطم۔ موجوں کا شور۔ سردی کی شدت ؎

فرہاد ستم پیشہ۔ ہر گہ کہ زدی تیشہ		می گفت باندیشہ سنگ آمد و سخت آمد

یا تو سردی ہانگ کانگ میں اُناسی[79] ڈگری تھی یا یہاں باسٹھ[62] ڈگری پر آگئی۔ ابر بھی غلیظ ہی۔ مینہ بھی شدت سے برس رہا ہی۔ جہاز کی سب پالیں اُتار دی گئیں۔ ناچار اسی حالت میں سو رہے۔

١٧- اپریل۔ صبح کو اٹھ کر معلوم ہوا کہ دریا ساکن اور بے موج ہی **فوکین چینل** سے گزر کر بحر مشرقی میں آ گئے ہیں بعض جہاز بھی دور سے ہانگ کانگ کو جاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

۱۸- اپریل - آج صبح کو دریا بے سوج ہے - بادل چھایا ہوا ہے - اور مینہ برس رہا ہے - ہوا ابھی نہایت تیز ہے تھرمامیٹر چھتری پر چون ۵۴ ڈگری اور کمروں میں اٹھاون ۵۸ درجے ہے - بارش میں ہوا کی تیزی اور سردی کی شدت کے باعث امکان نہیں کہ چھتری پر ٹھہر سکیں فسٹ کلاس کی چھتری پر تو پال تنا ہوا ہے - ایک سگرٹ پینے کا کمرہ بھی ہے جسمیں رات کو روشنی رہتی ہے - مگر سکنڈ کلاس کی چھتری پر خدا کے فضل کے سوا اور کوئی سہارا نہیں ہے - کرسیاں اور کوچ سب پڑے بھیگ رہے ہیں ناچار تمام دن کمروں میں بیٹھے ہوئے بسر ہوا -

نگاسکی جاپان

(ایک مہینا)

۱۹- اپریل - ہوا نہایت سرد ہے گھٹا چھائی ہوئی ہے بارہ ۱۲ بجے کے بعد سے **جاپان** کے سواد کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں نظر آنے لگیں - ایک بجے کے بعد داہنی طرف کو **تو کو شیما** پہاڑ جس میں پتھر کے کوئلے کی کان ہے نظر آیا - دخانی کارخانوں سے دھواں نکلتا ہوا معلوم ہوتا ہے بعض مکان بھی نظر آتے ہیں جو عملے اور مزدوروں کی سکونت کے واسطے بنے ہوئے ہیں - اسی پہاڑ کے آخر میں **یووی جیما** مقام پر لائٹ ہوس بنا ہوا ہے - شہر **نگاسکی** (ن - ے - گ - ا - س - ک - ی) کی بندرگاہ سامنے معلوم ہوتی ہے - نہایت خوبصورت بندرگاہ ہے - یہ شہر

چھوٹی چھوٹی سبز و شاداب اور خوشنما پہاڑیوں کے بیچ میں دریا کے کنارے پر آباد ہی مکانات بھی درے کی بلندی و پستی میں واقع ہیں۔ بندرگاہ میں چند بڑے بڑے جہاز کھڑے ہیں منجملہ اُن کے ایک زرہ پوش روسی جنگی جہاز ہی جس میں بینڈ بج رہا ہی اور تارپیڈو کا زنجیرہ اُسکے اطراف میں لپٹا ہوا ہی۔ مستولوں پر بھی چھوٹی چھوٹی توپیں چڑھی ہوئی ہیں اِس کے ساتھ دوسرا سواری کا جہاز ہی جس میں روسی فوج سوار ہی۔ ہمارے جہاز نے لنگر کیا اور ہم بوٹ میں سوار ہو کر شہر کو گئے اوّل ہوٹل میں تھوڑی دیر ٹھیر کر رات کے کھانے کا حکم دیتے ہوئے جاپانی مندر اور شہر کے دیکھنے کو رکشا میں سوار ہو کر گئے عبدالمجید خاں۔ فتحیاب خاں۔ مسٹر ٹیڈن۔ مسٹر ہوس اور مولوی فرخی ہمارے ساتھ تھے بازار میں جس قدر دکانیں ہیں ترکاری فروش سے لے کر بڑے سوداگر تک نہایت صاف اور آراستہ ہیں۔ ادنیٰ ادنیٰ دُکانوں میں بھی پھولدار درختوں کے دو ایک گملے رکھے ہوئے ہیں مکانات کی پوشش کھپریل ہی۔ مگر کھپرے ایک خاص قطع پر بہت خوبصورت سانچے کے ڈھلے معلوم ہوتے ہیں۔

ہم اوّل براہ راست ایک مندر دیکھنے کو چلے گئے۔ پہاڑ کی بلندی پر جہاں سے تمام شہر اور اطراف کی پہاڑیاں نظر کے نیچے معلوم ہوتی ہیں۔ ایک لکڑی کا جالی دار مکان بنا ہوا ہی۔ بہت سیڑھیاں چڑھکر مندر تک پہنچتے ہیں۔ مندر کے احاطے میں اور بھی چھوٹی چھوٹی لکڑی کی تختیاں برابر کیلوں سے جڑی ہیں جن پر

جاپانی خط میں چند سطریں لکھی ہوئی ہیں معلوم ہوا کہ دیوتا کے دربار میں چندہ دینے والوں کے نام لکھ کر فہرست کے طور پر لگا دیئے ہیں۔ اُسی مندر کے گوشے میں ایک خوشنما بلندی کے اوپر چاء خانہ ہے۔ جہاں جاکر چاء اور بسکٹ وغیرہ کھاتے پیتے ہیں۔ صحن میں دس بارہ گز مدور ایک خوبصورت مصنوعی جھیل ہے مگر پانی کا عمق تین چار گز سے زیادہ نہ ہوگا اُس میں دو تین قسم کی چھوٹی بڑی سُرخ مچھلیاں تیرتی پھرتی ہیں اور بیچ میں تین سوراخوں سے فوارے کی طرح بہت بلند پانی اُڑتا ہے۔ نہایت خوشنما جگہ ہے تمام شہر اور اطراف کی پہاڑیاں بندرگاہ اور دریا کا سطح وہاں سے نظر آتا ہے۔

چونکہ جاپان میں دُکانداری وغیرہ کا کام زیادہ تر عورتیں کرتی ہیں اس چاء خانے میں بھی عورتیں ہی مہتمم ہیں۔ مکان کے صحن میں درختوں کے نیچے جا بجا میز اور کُرسیاں بچھی ہوئی ہیں وہیں بیٹھ کر وارد و صادر چاء پیتے ہیں۔ ہمارے ہمسفر بعض انگریز اور کپتان کالون صاحب بہادر اور چند لیڈیاں پہلے سے وہاں بیٹھے ہوئے تھے ہم بھی شریک جلسہ ہو گئے اہلِ جاپان بغیر شیر و شکر کے تلخ چاء پیتے ہیں جس کو مولوی فرخی کے سوا اور کسی نے پسند نہیں کیا۔ چاء خانے سے ایک جاپانی عورت نے دو تارے کی شکل کا ایک باجا سینگ کی مضراب سے جو موچیوں کی رانپی کی شکل کی ڈھائی تین گرہ لمبی اور رانپی سے کسی قدر زیادہ چوڑی تھی بجانا اور دو تین عورتوں نے اُس کے ساتھ گانا شروع کیا۔ سیدھی سادی دیہاتی عورتوں کا سا گانا ہے۔ کسی قدر بیٹھ کر شہر کو واپس آئے جاپانی لوگ رخصت کے وقت خدا حافظ کے

معنوں میں سایونارا کہتے ہیں۔ چنانچہ چاء پلانے والی عورت نے ایک ایک سے ہاتھ ملا کر اور سایونارا کہہ کر رخصت کیا۔ وہاں سے اُتر کر ہم بازار میں ایک جاپانی مصور کی دُکان پر آئے۔ بعض عکسی نقشے اور **پانوراما** یعنی دور نما وغیرہ خریدے وہاں سے ایک ایسے کارخانے میں آئے جہاں کچھوے کی ہڈی کا اسباب بناتے ہیں چھوٹے چھوٹے جن رکشاؤں کے نمونے۔ جہاز۔ کشتیاں کنگھے کنگھیاں اور سگار کیس وغیرہ نہایت خوبصورت اور نازک چیزیں سیاہ اور زرد خالدار کچھوے کی ہڈی کی بنی ہوئی ایک کمرے میں میزوں پر رکھی تھیں۔ چند چیزیں وہاں سے خرید کر پھر اُسی ہوٹل کو واپس آئے جہاں کھانا طیار کرنے کو حکم دے گئے تھے۔

اس ملک میں زیادہ تر خرید فروخت کے واسطے دُکانوں پر عورتیں بیٹھتی ہیں۔ زنانہ لباس بھی عجیب طرز کا ہے۔ بالعموم مرد ہو یا عورت دھاری دار ریشمی یا سوتی سیاہ وغیرہ رنگین کپڑے کا تہ بند باندھتے ہیں۔ تہ بند کا طول اس قدر کم ہوتا ہے کہ کمر سے لپیٹنے میں پورے طور پر آگے سے بدن نہیں چھپ سکتا اس لیئے ایک دوسرا کپڑا آگے سے پیچھے کی طرف کو لپیٹ لیتے ہیں۔ اوپر کے جسم میں گھٹنوں تک نیچا کوٹ یا ٹخنوں تک نیچا چغہ پہنتے ہیں جو سامنے سے عبا کی طرح کھُلا ہوا اور آستینوں کی جگہ دو آڑے ڈھیلے ڈھالے تھیلے لگے ہوئے اُن میں ہاتھ ڈالے ہوئے۔ باقی بغلوں کے نیچے چغے سے علٰحدہ بیکار لٹکتا ہوا اور پشت کی طرف کو جیب کی مثل کھُلا ہوا۔ کبھی دونوں ہاتھ اُسکے اندر چھپا لیتے ہیں جس کو دیکھنے سے گمان

ہوتا ہے کہ بازو سے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں ۔ عورتیں آرائش کی غرض سے چغے
یا کوٹ کے اوپر ایک تہ کیا ہوا کپڑا کمر کے پیچھے باندھتی ہیں یہ کپڑا اکثر رنگین ریشمی
نو دس گز لمبا اور چھ سات گرہ چوڑا - اندر بہت ہلکی تہ روئی کی اس کو مثل تکیے کے
تہ کر کے ایک دو سے کمر بند کے ذریعے سے کمر کے پیچھے باندھتی ہیں - دیکھنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ مختصر اسباب یا تکیہ کمر سے بندھا ہوا ہے - اس کپڑے میں اس
تہ پر جو اوپر کی طرف رہتی ہے اکثر کلابتونی یا ریشمی پھول بنے ہوتے ہیں - پانوئیں اکثر
بہت اونچی پٹے دار کھڑاویں پہنتے ہیں مگر پانو کھلا ہوا نہیں رکھتے عورت مرد سب
کپڑے کی سی ہوئی جرابیں پہنتے ہیں جس میں پانو کا انگوٹھا اس سے کہ کھڑاؤں کے
ڈوری کو گھائی میں پکڑ سکیں دستانے کی مثل علیحدہ خانے میں ہوتا ہے - مزدور اور مفلس
لوگ صرف گھاس کا بنا ہوا تلا اس پر رسی کی دوال لگا کر پانوئیں باندھ لیتے ہیں
اور یہ چیز بوجھ اٹھانے اور رستہ پر چلنے کے واسطے زیادہ کار آمد ہے - کھڑاویں اس قدر
بلند ہوتی ہیں کہ بغیر عادت کے انسان ہرگز ان کو پہن کر رستہ نہیں چل سکتا - مرد
حیثیت کے موافق قیمت کی انگریزی ٹوپی پہنتے ہیں - لیکن عورتیں سوائے
اس وقت کے جبکہ مندر میں دعا مانگنے جاتی ہیں ہمیشہ سر برہنہ رہتی ہیں صرف دعا
کے وقت ایک رومال سر پر ڈال لیتی ہیں - تمام زنانہ آرائش و تکلفات سر کے بال
گوندھنے اور جوڑا باندھنے میں ختم ہو جاتے ہیں باقی تمام جسم پر سونے یا چاندی کا ایک تار بھی نہیں ہوتا جوڑے
میں مصنوعی پھول اور نقلی موتی وغیرہ لگاتی ہیں -

چینی عورتوں کی طرح اس ملک کی عورتیں بھی اپنے بچّوں کو ایک جھولی میں رکھ کر پشت پر لٹکائے رکھتی ہیں اس ترکیب سے دونوں ہاتھ بھی کام کے واسطے کھُلے رہتے ہیں اور بچّے بھی آرام سے اُس جھولی میں سوتے رہتے ہیں۔ بچّوں کو لیے پھرنے کا یہ طریقہ اس قدر مرغوب ہے کہ بعض لڑکیاں جو چینی یا کپڑے کی گڑیاں لیئے ہوئے پھرتی ہیں وہ بھی اُن کو پس پشت جھولی میں باندھ لیتی ہیں۔

جاپان کے آدمی پستہ قد۔ گورا رنگ۔ زیادہ گول چہرے۔ قوی الجثہ۔ نہایت محنت کش اور توانا ہوتے ہیں معززین و اہلکاران سلطنت اکثر انگریزی لباس پہنتے ہیں۔

ہندوستان سے چلنے کے بعد کھیلوں میں کنکوّا اور جانوروں میں کوّا ہمنے آج یہاں دیکھا۔ مندر کی بلندی سے معلوم ہوتا تھا کہ شہر میں ہزاروں کنکوّے اُڑ رہے ہیں۔ اور لڑکے بانس ہاتھ میں لیئے لوٹتے پھرتے ہیں۔

ہندوستان سے چلتے وقت ہمنے ۱۶۔ مارچ کو آگرے کے اسٹیشن پر اپنے بعض ہمراہیوں کو وزن کرایا تھا چنانچہ فتحیاب خاں ایک من پینتیس ۳۵ سیر۔ مولوی فرخی ایک من پچیس ۲۵ سیر۔ عبدالصمد خاں ایک من بتیس ۳۲ سیر۔ عبدالمجید خاں ایک من ۲۷ ½ سیر تھے۔ آج اس ہوٹل میں اس امر کی آزمائش کرنے کو کہ پانی کا سفر اور دریا کی آب و ہوا کس قدر کس کو موافق یا ناموافق ہوئی۔ پھر سب کو تلوایا۔ بتیس ۳۲ مارچ جہاز میں سوار ہونے کی تاریخ سے آج اُنیس ۱۹ اپریل تک کہ اٹھائیس ۲۸ روز کا زمانہ گزرا دیں

کی لکھی ہوئی مقداروں کے موافق تغیر ہوا۔ ہمارا وزن ایک من ساڑھے پندرہ سیر۔
عبدالصمد خاں ایک من انتیس[۲۹] سیر۔ عبدالمجید خاں ایک من ستائیس[۲۷] سیر۔ فتحیاب خاں
ایک من انتالیس[۳۹] - مولوی فرخی ایک من تیس[۳۰] سیر۔ مسٹر ہڈن ایک من اڑتیس[۳۸] سیر۔
عبدالمجید خاں اپنی حالت پر قائم رہے۔ عبدالصمد خاں تین سیر گھٹ گئے۔ فتحیاب خاں
چار سیر اور مولوی فرخی پانچ سیر زیادہ ہو گئے دریا کی آب وہوا گو ہم میں سے کسی کے
مخالف نہیں ہی مگر بعض کو زیادہ موافق ہوئی۔ کھانا کھانے کے بعد جہاز پر واپس آئے۔

۲۰ - اپریل - صبح کو جہاز نے لنگر اٹھایا اور **کوبی** جانے کے واسطے روانہ
ہوئے۔ دریا کفِ دست کے مثل ساکن اور بے موج ہی۔ اطراف میں میل دو میل کے
فاصلے سے کناروں پر برابر برابر چھوٹے چھوٹے پہاڑوں کا سلسلہ چلا جاتا ہی جن میں
سے بعض میں آبادی نظر آتی ہی۔ ہوا بہت سرد ہی۔ صبح کو چھتری پر چھپّن[۵۶] ڈگری تھرمامیٹر
تھا۔ اور شام کو ترپین[۵۳] ڈگری۔ چار بجے کے بعد **موجی** Mooji اور **اسمول
سکی** Smollsk کے بیچ میں کہ نہایت تنگ اور پیچدار آبنائے ہی یعنی
لیئن شوٹن اسٹریٹ Tiions Shoten Str سے گزرے۔

موجی آبنائے کے داہنے کنارے پر ایک مختصر اور خوبصورت شہر ہی۔ پتھر
کے کوئلے کی کھان بھی اس شہر میں ہی۔ ایک ریلوے ٹرین بھی شہر کے اندر سے
پہاڑ کے دامن میں دریا کے کنارے کنارے جاتی ہوئی نظر آئی۔ آبنائے کے بائیں
جانب سمول سکی کی آبادی ہی۔ سبز و شاداب چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں پر دریا کے کنارے

جابجا پختہ مکانات بنے ہوئے ہیں شہر والوں کے واسطے حوائج ضروری لانے اور لیجانے کو کثرت سے شراعی کشتیاں آمدورفت میں مصروف ہیں - اسکے علاوہ بھی آبنائے کے دونوں طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں جن میں سے بعض پر عمارتیں بھی نظر آتی ہیں اور ہر جگہ زراعت سے دامن کوہ سبز و شاداب معلوم ہوتا ہی - بیچ میں سے ہمارا جہاز گزر رہا ہی - اس اندیشے سے کہ کہیں جہاز ٹکرا نہ جائے اکثر چٹانوں پر لائٹ ہوس بنے ہوئے ہیں - ایک بلند مینار پر لالٹین جلتی رہتی ہی جو رات کو دور سے معلوم ہو سکتی ہی - چونکہ بادل گھرا ہوا ہی دن کو بھی رات کے مثل تاریکی ہی - مینہ بھی لگاتار برس رہا ہی جس مقام پر خدا نے چاہا تو کل ہم اُتریں گے یعنی کوبی - نیکاسکی سے تین سو اسّی میل ہی اور جہاز کی رفتار فی گھنٹہ تیرہ میل ہی - رات کو بارہ بجے تک تو ہم مولوی فرخی کے پاس بیٹھے ہوئے تاریخی حالات سُننے سے اپنا دل بہلاتے رہے بعد کو اپنے کمرے میں جا کر سونے کے واسطے کپڑے اُتار کر پلنگ پر لیٹے تھے - مینہ کی شدت - ہوا کی خنکی و تیزی - اندھیری رات - پتھر کی چٹانوں میں ہو کر پیچ در پیچ راستہ ہر قدم پر جہاز ٹکرا کر ٹوٹ جانے کا اندیشہ تو پہلے بیان ہو ہی چکا ہی - اسی حالت میں یکایک جہاز کی رفتار اس قدر کم ہو گئی معلوم ہوتا تھا بالکل حرکت نہیں کرتا - پریشان خیالات نے اس قدر ہجوم کیا کہ نیند اُچاٹ ہو گئی - جہازی عملہ کی آمدورفت اور دوادوش نے اور زیادہ توہم پیدا کیا - مجبوراً مولوی فرخی کو بُلا کر تفتیش حال کے لیئے بھیجا کہ جہاز کے رُک جانے کا سبب معلوم کریں - گو جہازی عملے کی عادت نہیں ہی کہ کسی کو حقیقت حال بتاوے - تاہم مولوی صاحب

نے اپنی راہ ورسم کے وسیلے سے اس قدر دریافت کیا کہ غایت تاریکی اور بارش کی
شدت کے سبب سے جہاز کو عمداً روک لیا ہے۔ صبح کو باوجود کُہر کی شدت کے کچھ روشنی
ہوئی تو معلوم ہوا کہ کسی قدر راستے سے جہاز بھٹک گیا ہے اور قریب تھا کہ پہاڑ سے
ٹکر کھا کر ڈوب جائے۔ اتفاقاً احتیاط کی وجہ سے کپتان کو شک ہوا اور جہاز کو صبح
تک روک لیا۔ ایسی حالت میں جبکہ جہاز پوری رفتار میں ہو پہاڑ وغیرہ کسی چیز سے
ٹکرا جانے سے پاش پاش ہو جاتا ہے۔ خدا نے خیر کی۔ صبح ہوئی اور راستہ
نظر آنے لگا۔

۲۱-اپریل - آج صبح کو بادل چھایا ہوا ہے۔ مینہ برس رہا ہے۔ داہنے بائیں دونوں
طرف جزائر کی شکل چھوٹے چھوٹے ٹیلے ہیں۔ آبادی کی یہ حالت ہے۔ کہ فی میل
غالباً چھ سات گاؤں سے کم نہوں گے جو پانی کے کنارے پر پہاڑ کے دامن میں بستے
ہیں۔ پہاڑیوں کے نشیب و فراز میں ایسی خوش اسلوبی سے سطر بسطر زراعت بوئی
ہوئی ہے کہ گویا مرجان رقم نے قلم صنعت سے بین السطور میں زنگاری جدول کھینچدی
ہے ایک لحظہ ممکن نہیں کہ تماشے سے انسان کا جی بھر سکے۔
مقرر تھا کہ دو بجے کے قریب کوبی پہنچیں گے۔ چونکہ رات کو بارش اور تاریکی
کے سبب سے جہاز روک لیا گیا تھا کسی قدر تاخیر ہوئی اور شام کو سات بجے کے قریب
کوبی کی بندرگاہ میں پہنچے۔ کنارے سے کسی قدر دور لنگر کیا گیا۔ بعض مسافر تو اسی
وقت کوبی چلے گئے ہم صبح کو جائیں گے رات ہو گئی ہے اس لیئے جہاز ہی میں رہنا

مناسب ہی۔ شہر کے چراغوں کی روشنی اور پانی میں اُن کا عکس ہندوستان کی دیوالی کا سماں آنکھوں میں پھر گیا جہازوں کے برقی لیمپوں کی روشنی جو ہمارے اطراف میں جابجا لنگر کیئے ہوئے ہیں ستاروں کی مثل چمکتی ہوئی معلوم ہوتی ہی۔ آج کے راستے میں بڑی آبادی جس کو شہر کہہ سکتے ہیں شنگا گو تھا شنگا گو جاپان کے ساحل پر ایک خوشنما شہر ہی۔ جس کے اطراف میں بکثرت سبز و شاداب پہاڑیاں ہیں۔ اور کوبی سے وہاں تک دس گھنٹے کی راہ ہی۔

جاپان کے متعلق اِس قدر چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جو صرف جاپان ہی کے پیمائشی نقشے سے شمار کیئے جا سکتے ہیں۔

۲۲۔ اپریل۔ صبح کو جہاز پر کھانا کھا کر کوبی میں آنے کے واسطے اسکلے پر اُترے جہاز بھی گھاٹ سے ملا ہوا کھڑا تھا۔ گھاٹ سے سڑک تک بھی ریلوے لائن لگی ہوئی ہی جس پر اسباب کے ٹھیلے ایک یا دو آدمی مل کر آسانی سے کھینچ لے جاتے ہیں۔ سڑک پر ایک گھوڑا گاڑی اور چند رکشائیں کھڑی تھیں ہم مع مسٹر بڈن اور سولوی فرخی کے سوار ہو کر اوریئنٹل ہوٹل میں آ گئے ہمارے ہمراہی متفرق کمروں میں الگ الگ ٹھیرے ہیں۔ چونکہ اِس ہوٹل میں کھانا پکانے والے سب فرانسیسی ہیں اِس وجہ سے نہایت لطیف اور بامزا کھانا ہوتا ہی۔ یورپ میں لباس کی طرز اور کھانے کے تکلفات فرنچ سے ایجاد ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے ملکوں میں اکثر کھانے وغیرہ اہلِ ایران کے ایجاد کیئے ہوئے رائج ہیں۔ پُرانے زمانے کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہی

کہ فرنچ کا ملک کرمان فارس سے جاکر ایرانی قوموں نے بسایا ہو واللہ اعلم بحقیقۃ الحال مگر ان دونوں ملک والوں کے عادات صورت شکل اور اکثر اقسام درخت بھی باہم مشابہ ہیں۔

۲ دو بجے رکشا میں سوار ہو کر کوبی کے آبشار اور شہر کے دیکھنے کے واسطے گئے۔ مولوی فرخی مسٹر بڈن۔ عبدالصمد خاں۔ عبدالمجید خاں۔ کپتان کالون صاحب بہادر۔ فتحیاب خاں اور مسٹر ہوس سب ہمراہ تھے۔ شہر سے گزر کر ایک پہاڑ کے نیچے پہنچے۔ کسی قدر چڑھائی کے بعد ایک مختصر سی آبشار یعنی چھ سات گز بلندی سے گز بھر عریض پانی کی چادر گرتی ہو۔ آبشار کے قریب ایک چھوٹا سا چارخانہ بھی ہو جس میں جاپانی عورتیں خدمت کے لیے حاضر رہتی ہیں۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھ کر پانی کے نظارے سے آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے بعد اور بلندی پر گئے یعنی تال کے مثل ایچ پیچ راستے سے ایک چھوٹے سے مکان میں جو عورتوں کے اہتمام سے چار بسکٹ۔ سوڈا وغیرہ خورونوش کے سامان سے مدارات کے لیے آمادہ تھا پہنچے۔ اِس مکان کے قریب بھی اُسی شکل کی ایک اور آبشار ہو وہی پانی جو نیچے کی آبشار میں گرتا ہو یہاں سے بہ کر جاتا ہو۔

ایک حقیر اور ننھی سی کوٹھری میں جاپانیوں کے عقیدے کے موافق **آگ** کے خدا اور **سن** Sehin کا مندر ہو۔ دنیا کے خالق کو جاپانی زبان میں سن کہتے ہیں اور اسی نام سے سن کے ماننے والے **سنتو** کے نام سے موسوم

کیئے جاتے ہیں۔ دونوں کوٹھریوں کے اندر ایک مندر بدھ کا بھی ہے۔ جس میں مشہور بدھ کی مورت رکھی ہے۔ اِس ملک میں بدھ اور سنتو دونوں مذہب کے آدمی ملے جلے رہتے ہیں۔ اور اکثر دونوں مذہبوں کی پرستش گاہ ایک ہی عمارت میں ہوتی ہے۔ فرق فقط اسی قدر ہے کہ سن کے مندر میں پوجا کے لیئے کوئی مورت نہیں ہوتی صرف دو لومڑیاں پتھر یا مٹی کی بنی ہوئی دروازے کے داہنے بائیں رکھی ہوتی ہیں جن کو وہ سن کے واسطے قربانی کی چیز تصور کرتے ہیں۔ آگ کے خدا کی مورت سیاہ روغنی لکڑی کی بنی ہوئی ہے۔ داہنے پانو کے برابر اور پشت کے پیچھے سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔ آگ کے بیچ میں سیاہ فام چہرا اور داڑھی چڑھی ہوئی ایک مرد کی مورت کھڑی ہے۔ گویا زمین سے آگ نکل رہی ہے۔ اور گویا اُسکے حکم کے تابع ہی جلا نہیں سکتی۔ جاپانی زبان میں اِس دیوتا کا نام **فودومیو** Fodomio ہے۔ اسی کے داہنے پر ایک چھوٹا سا گھر دا جیسے ہندوستان میں ستھی کھونٹے ہوتے ہیں۔ سن کا مندر بنا ہوا ہے۔ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اسمیں کوئی مورت نہیں ہے۔ ایک چھوٹی سی سبز شاخ دو گرہ لمبی شیشی میں لگا کر گلدستہ بیچ میں رکھدیا ہے۔ اُسی کے داہنے بائیں دونوں لومڑیاں کھڑی ہیں۔ آگ کے دیوتا کے بائیں جانب کھُلے ہوئے مقام پر ایک بڈھے کی مورت ہے۔ یہ شخص ایک بڑا پنڈت یا زاہد گزرا ہے جس کا نام **سوزیو** Sozio ہے چونکہ مقدس آدمی تھا۔ اِس لیئے اِس کو دیوتاؤں کے بیچ میں لا کر رکھ دیا ہے۔

پہاڑ کی بلندی سے دریا اور خوشنما میدان جسمیں برابر کھیت بوئے ہوئے ہیں

اور تمام شہر آنکھ کے نیچے معلوم ہوتا ہی- اس ملک میں اَب تک کہ اپریل کا آخر ہفتہ ہی گیہوں کے پیڑ بالشت سوا بالشت سے زیادہ نہیں بڑھے- غالباً جولائی میں جاکر پکّیں گے- ہمارے ملک میں گیہوں گٹ کٹا کر بینٹ بھی چُکا ہوگا-

اَب تک جس قدر دیکھا گیا اُس سے معلوم ہوا کہ جاپان کے آدمی نہایت مہذب سلیقہ شعار- ہنرمند- دستکار- متحمل اور محنتی- قد چھوٹے مگر توانا ہیں-

عربوں اور انگریزوں کی طرح اِن کے یہاں بھی مختلف وقتوں کے واسطے مختلف سلام- صبح کو اُوھایُو Ohayoo دوپہر کو کُومْ بِچ وَا Koombeechwa شام کو کُمْ بَانْوَا Koombanwa رخصت کے وقت گڈ بائی یا خدا حافظ کے معنوں میں سَایُونَارَا Sayonara کہتے ہیں-

وہاں سے پلٹ کر ہم چاولوں کی نمائش میں گئے جو اتفاقاً آج کل اِس شہر میں ہورہی ہی- بانس کی خوبصورت ٹٹیوں کے احاطے میں جو قریب سو گز کے لمبا ہوگا ایک نہایت سادہ وضع کا سائبان بنایا ہی- اُسکے نیچے تختے اور بانس کی تپائیوں پر نہایت خوشنا گھاس کے بنے ہوئے بستوں میں چاول بھرے ہوئے رکھے ہیں- بعض نمونے شیشے کے بکسوں میں بھی ہیں- ہر ایک کے اوپر اُس کا حال کہ کہاں پیدا ہوا اور کون مالک ہی لکھا ہوا ہی- اکثر قسم کے چاول درازی میں چھوٹے اور چپٹے ہیں-

نمائش کو دیکھ کر ہم بازار کو گئے- کوئی مکان اور کوئی دُکان صفائی اور تکلف سے

خالی نہیں ہے۔ کچھ نہ کچھ دستکاری اور صنعت ہر جگہ کی ہے۔ مکانوں کی دیواروں اور منڈیروں پر بانس کی باریک باریک کھپاچوں سے یا گھاس سے ایک نہ ایک قدرتی نمونے کی چیز ایسی بنائی ہے جس سے مکان کی خوبی او خوشنما پن دس گنا ہو گیا ہے نہایت کم خرچ اور بے حقیقت لکڑی یا تنکوں سے ایسی صنعت کی ہے۔ کہ صحرائی نباتات کا نقشہ نظر آتا ہے۔ یہاں کی کھپریلیں بھی فیگاسکی کے مثل خوشنما سانچے میں ڈھلی ہوئی معلوم ہوتی ہیں کوئی چیز دیکھو ہنرمندی اور نفاست سے خالی نہیں ہے

ہمارے ملک کے آدمی بغیر دیکھے بھالے گھر میں بیٹھے بیٹھے تمام دنیا کو اپنے مقابلے پر وحشی اور جاہل سمجھتے ہیں اور اُن کی طرز معاشرت کو بھونڈا خیال کرتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ باوجود ایسے مغرور اور تکلف آمیز خیالات کے خوبی سے زندگی بسر کرنے میں کسی چھوٹے سے ملک کے بھی پاسنگ نہیں ہیں۔

ناز ہے گل کی نزاکت پہ چمن کو اے ذوق	اُسنے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

کثرت تمول اور آسودگی کی بھی یہی حالت ہے۔ شاذونادر شاید کوئی آدمی ایسا نکلے جو اپنی روزی نہ پیدا کر سکتا ہو گو مکادو (یعنی شہنشاہ) کا بہت زیادہ ادب کیا جاتا ہے مگر ملک قومی سلطنت کے ماتحت ہے۔

ہمنے ایک دُکان سے بانس کی چند چھڑیاں خریدیں جن پر بطور منبت پھول بیل۔ بعض تصویریں نہایت صفائی سے کندہ کی ہوئی ہیں جنہوں نے ایک پیسے کے بانس کو چار یا پانچ روپیے کا بنا دیا ہے ہمارے ملک میں ہر وقتی وغیرہ کا بانس نہایت عمدہ

ہوتا ہی مگر صنعت اور حرفت کا قحط - خیالات میں جدت اور حوصلوں میں اُبھار کی کمی ہی - ورنہ اِن سے بدرجہا بہتر ممکن ہی - ایک جاپانی شریف آدمی جو انگریزی اچھی طرح بول سکتا ہی ایتو سُوکِس اُدا It suhes ıaa گائڈ - یعنی رہنما کے طور پر اورئی نٹل ہوٹل کوبی سے ہمارے ساتھ کیا گیا ہی - اور جب تک ہم جاپان میں رہیں گے اِیتو سان† ہمارے ساتھ ساتھ رہے گا - انگریزی جانتا ہی خرید و فروخت اور سیر کے وقت ہر ایک چیز کو انگریزی زبان میں مفصل بیان کر دیتا ہی اور اپنے ملک کے تاریخی واقعات اور چپہ چپہ زمین سے واقف ہی - نہایت ذی ہوش اور شریف آدمی ہی - مسافروں کی رہنمائی کے واسطے اپنی سلطنت کی طرف سے لیسنس یافتہ ہی - اکثر معزز انگریزوں کا بھی جو اس ملک میں آتے ہیں یہی شخص رہنما ہوتا ہی - گائڈ کی اجرت یا حق الخدمت اگر ایک سیاح کے ساتھ رہنا ہو تو دو ڈالر روزانہ اور جہاں ساتھ لیجائیں وہاں تک سواری کا کرایہ اگر ایک سے زیادہ آدمی ہوں تو اُن دو ڈالر کے علاوہ فی کس پچیس ۲۵ سینٹ (پاؤ ڈالر) اور دینا چاہیئے باقی اپنی خورد و نوش کا بار خود اُٹھاتا ہی - جاپانی ہوٹلوں میں ایک ڈالر روزانہ پر جاپانی آدمی ٹھیر سکتا ہی - زمین پر سیتل پاٹی کا فرش - گرمی سردی میں پہننے کے دو جاپانی چغے عمدہ بستر اور سلیپر - چار کھانا وغیرہ سب سامان مہیا ملتا ہی -

۲۳ - اپریل - کو تمام دن کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا -

---

† سان یہ لفظ تعظیماً عورت اور مرد سب کے واسطے نام کے ساتھ استعمال ہوتا ہی خان یا صاحب کے مثل -

۲۴- اپریل دن کو دس بجے کے بعد ریل میں سوار ہو کر اُوساکا
کو گئے یہ شہر کوبی سے ریل کی سواری میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی راہ ہی - ریلوی لائن
راجپوتانہ یا کمایون ریلوی کی طرح چھوٹی ہی (نیرو گیج) Narrowgauge
گاڑیوں میں سونے اور شب باش ہونے کا کوئی سامان نہیں ہی - صرف چند گھنٹے کی
نشست کے واسطے موزوں ہی - نہ اس قدر دیر تک بیٹھے کی ضرورت ہوتی ہی کہ رات
گاڑی میں بسر کرنا ہو اوّل اور دوم درجے کی گاڑیوں میں بھی غسل خانے نہیں ہیں -
صرف مُنہ ہاتھ دھونے کے واسطے ایک خوبصورت سلیچی گاڑی کی دیوار میں الماری
کی طرح نصب ہی - جب چاہا سلیچی کو جھکا کر اوپر جو پانی کا نل لگا ہی اُس سے پانی نکال لیا
جب سلیچی بند کی تو پانی بھی اندر کی طرف گر کر نکل گیا اس کے سوا شیشے کی دو صراحیاں
و گلاس - صابون - اور چند تولیے الماریوں میں رکھے رہتے ہیں -
اہلِ جاپان کبھی ٹھنڈا پانی بلکہ کوئی چیز ٹھنڈی پینے کے عادی نہیں ہیں - پیاس
کی ضرورت میں ہمیشہ بغیر دودھ اور شکر کی پھیکی چاء پیتے ہیں - اِس وجہ سے ہر ایک
گاڑی میں ایک چھوٹی سی میز پر دو پیالیاں - ایک چاء دانی اور ایک چاء کی ڈبیا رکھی ہوتی
ہی اور ہر اسٹیشن پر کھولتے ہوئے پانی کی ایک کیتلی ریل کے نوکر رکھ جاتے ہیں اور پہلی
رکھی ہوئی اُٹھالے جاتے ہیں جسکو ضرورت ہو چاء دم کرے اور پیئے غرض کہ ریل روانہ ہوئی جنگل
نہایت خوشنما اور شاداب - ندیوں کی اس قدر کثرت ہی کہ شاید کسی دوسرے ملک میں
اتنی نہوں دونوں طرف سے مٹی کے پشتے بنا کر ندیوں کو نہر کی صورت بنا دیا ہی کہ پانی

اطراف میں بے فائدہ نہ پھیلے اور تجارتی کشتیاں آسانی سے چلتی پھرتی رہیں۔ اِن ندیوں میں سے چھوٹی چھوٹی نہریں بھی جاری ہیں۔ ندی ہو یا نہر گول ہو یا نالہ ہیا تنک کہ ڈھائی تین گز چوڑی گز بھر گہری گول میں بھی کشتیاں چلتی ہیں۔

ایک بیل یا ٹٹو سے ہل چلاتے ہیں۔ کھیتی بونے سے پہلے زمین میں اس قدر پانی دیتے ہیں کہ دلدل ہو جاتی ہو کسی قدر خشک ہونے کے بعد تمام کھیت میں چھ چھ انچھ کے فاصلے پر سے آٹھ سات انچھ اونچی میںڈیں بنا کر اُن کے اوپر بیج بوتے ہیں۔ درمیان کے فاصلے میں جو میںڈوں کے بیچ نالی بن جاتی ہو پانی دیتے ہیں یہی وجہ ہو کہ کھیت نہایت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں تمام جنگل اسی طرح کے خوش نما کھیتوں سے جن میں گیہوں کے سبز کھیتوں میں زرد سرسوں پھولی ہوئی ہو لہلہا رہا ہو آبادی اِس قدر گنجان ہو کہ مولوی فرخی نے پندرہ منٹ کے عرصے میں جہاں تک نظر سے معلوم ہو سکا راستے کے دونوں طرف کے گانو شمار کیئے تو چالیس نمبر تھے اور اس عرصے میں زیادہ سے زیادہ آٹھ سات میل راستہ طے ہوا ہوگا اوسط درجہ فی میل مربع ڈھائی گانو واقع ہوتے ہیں گانو ایسے خوش نما ہیں کہ گویا انگریزی چھوٹے چھوٹے بنگلے بنے ہوئے ہیں۔ چھوٹے گانو میں پندرہ بیس گھر اور بڑے گانو میں ڈیڑھ دو سو تک گھر بستے ہیں۔

کُل جاپان کی آبادی چار کرور آدمیوں کے قریب ہو اور آمدنی ہندوستانی سکّے کے اعتبار سے بیس کرور روپیہ۔

بارہ بجے سے پہلے ہم اوسا کا پہنچ گئے اور بافصل جن رکشا میں سوار ہو کر قلعے کو گئے چونکہ یہ شہر کسی زمانے میں شوگن † کا دارالامارۃ تھا اس لیے فوج کے چھ ڈویژنوں میں سے جو تمام ملک جاپان میں متعین ہیں اوسا کا بھی ایک ڈویژن ہی چار پیادہ پلٹنیں ایک حصّہ سواروں کی ایک توپخانہ - ایک پلٹن سفرمینا ایک ٹرنبس پورٹ ‡ یہاں رہتا ہی قلعے سے باہر فوج کی چھاؤنی ہی جسمیں انگریزی بارگوں کے مثل سپاہیوں کے مکان بنے ہوئے ہیں قلعے کی تعمیر ایک قسم کے مضبوط سنگ خارا سے ہوئی ہی اور ہر طرف سے نہایت عمیق و عریض خندق سے محصور ہی - بڑے پتھر دیوار کی جڑ میں اُس سے اوپر اُن سے چھوٹے اسی طرح بتدریج بمراتب لگائے گئے ہیں ان پتھروں میں سب سے بڑا پتھر جسکو مولوی فرخی نے لکڑی کا گز بنا کر پیمائش کیا اڑتیس فیٹ لمبا اٹھارہ فیٹ چوڑا اور بقدر چھ فیٹ کے موٹا ہی - باوجود اسکے کہ پہاڑ یہاں سے چار پانچ کوس سے زیادہ قریب نہیں ہی تاہم ایسے بڑے بڑے پتھر اب سے تین سو برس پہلے کہ جس زمانے میں جر ثقیل وغیرہ بوجھ اُٹھانے کے آلات کا کم پتہ ملتا ہی خدا جانے یہاں تک کس وسیلے سے پہنچائے گئے ہیں ان آثاروں سے پایا جاتا ہی کہ بہت اوّل سے یہ قوم زمانہ حال کی روشنی سے مستغنی اور بذات خود

† شوگن خودمختار صاحب فوج بادشاہ کے مثل ایک عہدہ تھا جو شہنشاہ کا ماتحت ہوتا تھا - چونکہ بعض شوگنوں نے بغاوت وسرتابی کی لہذا شہنشاہ نے اُس عہدے کو قائم نہیں رکھا - اب اُن کی فوج اور ملک سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔

‡ ٹرینس پورٹ باربرداری کا سامان فوج کے واسطے۔

ریاضی دان تھی جیسا کہ ہندوستان میں بعض آثار قبل مسیح اس ملک کے قدیم باشندوں کی حکمت اور دانائی کے گواہ صادق ہیں۔ اسی طرح اس ملک میں بھی قدیمی ریاضی اور حکمت پر بہت سی شہادتیں موجود ہیں۔ قلعے کے دروازے میں لکڑی کے بعض ستون جن کی جسامت آٹھ اور دس فیٹ مدور ہی لگے ہوئے ہیں باوجود اسکے کہ قلعے کی تعمیر کو تیس سو بتیس ۳۲ برس گزر چکے اور اُنکے پائزوں پر یعنی جڑ میں جو لوہے کے پتّر تقریباً ایک انچھ دبیز چڑھے ہوئے تھے گل گر گئے ہیں۔ مگر ستونوں کی لکڑی اب تک ایسی تازہ اور روشن معلوم ہوتی ہی کہ گویا ان کو بنے ہوئے سال بھر سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا جس لکڑی کے یہ ستون ہیں اُسکو جاپانی زبان میں کیا کی کہتے ہیں خوبصورتی اور مضبوطی میں بے مثل ہی۔ اِسی ملک میں پیدا ہوتی ہی۔ قلعے کے اندر بعض مکان نہایت خوبصورت اور وسیع افسران فوج کے دربار اور دفتر کے واسطے ہیں فصیل کی مضبوطی کے علاوہ برج بھی بہت چوڑے بن چکے ہیں جن پر توپوں کی کافی مقدار چڑھ سکتی ہی خصوصاً ایک برج تو بہت بڑا ہی جسکے اوپر سے تمام شہر کٹورے کے مثل معلوم ہوتا ہی۔ اور اُسی برج پر ایک بہت بڑی توپ لگی ہی جو ہر روز دن اور رات کو بارہ ۱۲ بجے فیر کی جاتی ہی۔ قلعے سے نکل کر ہم پریڈ پر آئے جہاں جاپانی پلٹن اور رسالے کی قواعد ہو رہی تھی سواروں کے گھوڑے ایک قسم کے پہاڑی ٹٹو ہیں۔ ہیل میں کسی قدر لمبے ہیں چالاک اور مضبوط ہونے میں شک نہیں مگر سوا اسکے مجبوری کی حالت کے کسی طرح رسالے کے قابل نہیں ہیں۔ پریڈ پر بعض برنجی توپیں بھی کھڑی تھیں چند منٹ ہم وہاں ٹھیر کر ٹنگسال

کو گئے جو قلعے سے دو ڈھائی میل فاصلے پر ہوگی بہت بڑی اور مفصل عمارت ہے
ٹکسال کے دروازے کے سامنے ایک عریض اور کم عمق ندی بہتی ہے جو شہر کے بیچ میں سے
نکل گئی ہے اور دونوں طرف پختہ پاٹ† کی چنائی سے بہت خوبصورت بنے ہوئے ہیں ہمارے آنے
کی اطلاع پاکر ایک جاپانی افسر ٹکسال سے باہر آیا اور نہایت ادب سے جھک کر سلام کیا اور ہمکو اپنے ساتھ اندر
لیجاکر تمام ٹکسال کی سیر کرائی چاندی پگھلانے کی بھٹیوں میں ایک انجن کے ذریعے سے آگ
دہکائی جاتی ہے اور لوہے کی بڑی بڑی کٹھالیوں میں قریب ایک من کے چاندی پگھلاتے
ہیں پھر اُن کٹھالیوں کو ایک ایسے زنبور کے وسیلے سے جو زنجیر میں جھولے کی طرح
اوپر لٹکتا ہے بھٹی سے نکال کر سانچے میں چار چار انچ کی چوڑی تختیاں ڈھال لیتے ہیں
پھر وہ تختیاں ایک دوسری کل میں لیجاکر چھاپے کی طرح دبانے سے ڈالر وغیرہ کی
موٹائی کی برابر تختے بن جاتے ہیں پھر تختوں سے ایک اور کل میں جاکر ڈالر وغیرہ سکوں
کی برابر گول ٹکلیاں کٹ جاتی ہیں اسکے بعد ایک کل کے وسیلے سے حروف و نقش
سکہ کیے جاتے ہیں دس سینٹ تک تو چاندی کے سکے بنتے ہیں اور پانچ سینٹ
نکل سلور (جرمن سلور) کے باقی ایک اور آدھا سینٹ تانبے سے بنائے جاتے ہیں۔ چاندی کے سکے
جب کل کے ذریعے سے تختے میں سے گول ٹکلیاں کٹ کر نکلتے ہیں تو ساتھ ہی کنارہ
کا اُبھار اور نقش وغیرہ بھی بن جاتا ہے مگر نکل کے سکوں کو گول تراشنے کے بعد پھر دوبارہ
ایک کل میں ڈال دیتے ہیں وہ صرف کناروں کا ابھار اور نقش بنا دیتی ہے اور یہ کام سب سے

† بغیر چونے وغیرہ کسی چیز کے صرف پتھر جوڑ کر چن دیتے ہیں اُسے پارے کی چنائی کہتے ہیں

زیادہ عجیب و دلچسپ ہے اُسکے بعد معمولی طرز سے چھپنے کی کل میں جاکر حروف و نقش چھپے ہوجاتے ہیں۔ جاپانی زبان میں ٹرا کوبنُ اور سینٹ کوسین کہتے ہیں چند آدمی قسم قسم کے سکّوں کو ایک ایسے تختے پر رکھکر جسمیں سکّوں کے سمانے کے قابل خانے خانے بنے ہوئے تھے ہلکا اور بھاری درست یا نادرست جانچ رہے تھے جو سکّہ وزن میں ہلکا یا قد میں بال دو بال برابر چھوٹا ہوتا ہے وہ فوراً پہچان لیا جاتا ہے اور قینچی سے کاٹ کر علیحدہ کردیتے ہیں۔

ٹکسال کے دفتر میں جہاں کارخانے کے افسر رہتے ہیں ایک کمرے میں اکثر یورپ کی سلطنتوں کے نقرئی۔ طلائی اور مسی تمغے سنئے اور پرانے سکّے میز وں کے اوپر چنے ہوئے ہیں سلطنت چین کے قدیم اور جدید زمانے کے ہر قسم کے سکّے اور تمغے بھی شیشے کے خانوں میں رکھے ہیں۔ اِن میں سے بعض سونے کے سکّے بعینہ اینٹ کی شکل کے ہیں۔ بلکہ سونے کی اینٹ ہی بناکر اُس پر مُہر ٹھپّا کردی ہے اِن سکّوں میں بڑے سے بڑا ایک پونڈ وزن سے کم بھاری نہو گا۔ اِس ٹکسال میں جس کا ہم نے مختصر حال لکھا ہے صدہا کلیں ہیں اور صدہا من چاندی تانبا اور نکل وسلور وغیرہ مسکوک ہوتی ہے۔ ٹکسال دیکھنے کے بعد دریا کنارے ایک نہایت خوش فضا ہوٹل میں آکر کسی قدر ٹھیرے اور چار وغیرہ معمولی ناشتے کے بعد سوار ہوکر بازار کو دیکھتے ہوئے ریلوے اسٹیشن پر آئے اور شام کے سات بجے تک پھر کوبی کو واپس آگئے۔

۲۵- اپریل کو ہم کپتان کالون صاحب بہادر۔ عبدالمجید خاں۔

عبدالصمد خاں اور مسٹر ہوس صبح کا کھانا کھا کر نارا کو گئے مولوی فرخی اور فتحیاب خاں مع چار آدمیوں کے اس لیے کوبی میں رہ گئے کہ کل چھبیس ۲۶ کو کیو ٹو کو جائیں ہم بھی نارا سے جن رکشا میں سوار ہو کر کل شام تک کیوتو پہنچ جائیں گے نارا ایک مندر کی وجہ سے مشہور مقام ہے۔ ایک میدان کو جس میں بڑے بڑے جنگلی درخت اور رسہ ہی احاطہ کر کے اُسمیں ہرن بارہ سنگے اور جھانک وغیرہ وحشی جانور پالے ہیں جو کسی طرح سے وحشت نہیں کرتے اور گائے بھینس پلے ہوئے جانوروں کے مثل آدمیوں کے ساتھ گھُلے ملے رہتے ہیں۔ اِسی میدان میں مندر کی عمارت اور ایک تالاب ہے۔ مشہور بدھ کی مورت کو مرکب دھاتوں سے ڈھال کر میدان میں رکھا ہے معمول سے زیادہ بڑی مورت ہے ہاتھی کی جسامت سے کم نہو گی بارہ بجے کے بعد نارا سے رکشا میں سوار ہو کر کیوتو کو روانہ ہوئے اور چھ بجے شام کو پینتیس ۳۵ میل کے قریب مسافت طے کر کے کیوتو میں پہنچ گئے۔ اِس قدر مسافت کو تقریباً چھ گھنٹے میں رکشا کھینچنے والے دو آدمیوں نے طے کر لیا۔ یہ لوگ بوجھ لے کر دوڑنے کے اس قدر مشاق ہیں کہ نہ محنت میں پسینا آئے نہ کبھی دوڑنے میں سانس چڑھے۔

۲۶ - اپریل - مولوی فرخی اور کپتان فتحیاب خاں ہمارے نارا کو جانے کے بعد دوسرے روز دوپہر تک کوبی میں ٹھہر کر دو بجے مع اسباب اور ملازمیں کے ریل میں سوار ہو کر کیوتو کو روانہ ہوئے۔ پانچ بجے کے بعد کیوتو پہنچکر یامی ہوٹل میں جو پہلے سے قیام کے واسطے معین ہو چکا تھا ٹھیرے۔ اِن سب کے پہنچنے سے

گھنٹہ بھر بعد ہم بھی مع ہمراہیوں کے نارا سے واپس آئے اور مغرب سے قبل کیوتو پہنچ گئے۔ جب کیوتو کے بازار میں پہنچے تو عجیب اتفاق ہوا کہ سامنے سے شہنشاہ جاپان کی بہن رکشا میں سوار ایسی سادہ وضع سے آرہی تھیں کہ اجنبی آدمی اُنکے مرتبے کو کسی طرح تمیز نہیں کر سکتا تھا صرف دو نوکر اُنکے پیچھے پیچھے دوسری دو رکشاؤں میں سوار تھے راستہ بھی کسی قدر ڈھلوان تھا۔ اِدھر سے ہماری سواری کے قلی اس لیے جلدی کر رہے تھے کہ ہوٹل میں پہنچکر سواریاں اُتار دیں اور آرام کریں اس تگ و دو میں عبدالصمد خاں کی سواری کی رکشا شاہزادی کی رکشا سے ٹکرا گئی اِدھر کھینچنے والا قلی مع رکشا اور شاہزادی کے گر پڑا پیچھے سے وہ دونوں رکشائیں بھی جن میں اُن کے دونوں نوکر سوار تھے اُنھیں کی رکشا پر مع سواری اور قلیوں کے گریں۔ خدا کا شکر ہے کہ شاہزادی کے کچھ چوٹ نہیں لگی اُسی وقت ایتوساں نے جاکر عذر کیا۔ اُن کا مرتبہ معلوم ہونے کے بعد پھر ہم نے ایتوساں جاپانی گائڈ کے ساتھ مسٹر ڈن اور مسٹر ہوسن کو معذرت اور معافی کے واسطے بھیجا۔ شاہزادی نے کہا مجھے آپ کے تکلیف فرمانے سے نہایت خجالت ہے۔ میرے کسی قسم کی چوٹ نہیں لگی اور یہ محض اتفاقی امر تھا آپ کے آدمی کو جنکی رکشا گر گئی تھی تکلیف ہونے کا میں خود عذر کرتی ہوں۔

شاہزادی کو مذہبی اثر نے دنیا سے متنفر اور زاہد کر دیا ہے اس وجہ سے اکثر عبادتخانوں اور مقدس مکانوں میں رہا کرتی ہیں۔

۲۷-اپریل- کھانے کے بعد کیوٹو کے مندروں کو دیکھنے جاتے ہیں

اوّل **کاموگاوا** Kamoogava مندر میں گئے- اس
مندر کا احاطہ بہت وسیع ہی- ہر طرف سے مختصر سی فصیل اور دو ڈیڑھ گز چوڑی اسی قدر گہری
خندق سے محصور ہی- اِس مندر میں سب سے پہلے عجیب چیز جو نظر آتی ہی دروازے
کے کواڑ ہیں جو مشہور **کیاکی** Koyaki درخت کی لکڑی کے بنے ہوئے
ہیں ہر ایک کواڑ دو گز اور دو گرہ چوڑا اور چار گز لمبا کئی انچھ دبیز ایک ڈھال تختے سے
بنایا ہی- تمام مندر بھی جسکی تصویر سے تعمیر کی عظمت و شان ظاہر ہی اسی لکڑی کے ستون
اور تختوں سے تعمیر ہوا ہی- یہاں تک کہ زمین کا فرش اور دیواریں بھی تختے کی ہیں-
بعض دیواروں پر جاپانی اور چینی سپہ گری کے کرتب کے نقشے اور کہیں انہیں
دونوں ملکوں کے تماشے نقش کیئے ہیں مذہبی پیشوا کی نشست کے واسطے جسکی
سال میں چند دفعہ بعض تقریبوں کے وقت ضرورت ہوتی ہی ایک بہت بڑا کمرہ ہی
صدر مقام پر گرُو کے واسطے کرسی بچھی ہوئی ہی- کرسی کے دونوں طرف دو نائبوں کے
واسطے دو چوکیاں رکھی ہیں اور گرو کی نشست کے پیچھے نذر کا کھانا رکھنے کی میز
ہی- اس کمرے کے آگے کسی قدر کھُلا ہوا صحن بھی ہی غرض کہ متعدد مکانات سے
گزر کر وہاں پہنچے جس جگہ پہلو بہ پہلو **سِن** اور بُدھ کی پرستش کی محراب ہی
بُدھ کی محراب میں اُسکی مورت رکھی ہی- **سِن** کی محراب میں سوائے آرائش کے
تصویر وغیرہ کوئی چیز نہیں ہی محراب میں ایک رنگین اور مطلا لکڑی کی گنبد کے نیچے ضریح

کی شکل پر بنی ہوئی ہیں - ہر ایک محراب کے دونوں طرف دو قندیلیں روشن ہیں سامنے کٹہرا لگا ہوا ہے - اکثر عورتیں اور کسی قدر مرد بھی محرابوں کے سامنے بیٹھے ہوئے نہایت عاجزی سے سجدے میں اپنے اپنے خیالی معبودوں سے دعائیں مانگ رہے تھے عورتیں باوجود اسکے کہ ہر وقت سر برہنہ رہتی ہیں مگر یہاں خصوصاً دعا کے وقت ایک رومال سے سر ڈھانک لیتی ہیں - چونکہ زلزلے کے اندیشے سے تمام عمارت لکڑی کی بناتے ہیں جسمیں آگ لگ جانے کا زیادہ احتمال ہے - اس لیے جس قدر پانی بارش کا چھت سے گرتا ہے ایک نہایت خوبصورت لوہے کی نل کے ذریعہ سے دو حوضوں میں جو چھ گز مربع اور اسی قدر گہرے ایک پتھر سے تراشے ہوئے صحن میں رکھے ہیں - جمع رہتا ہے مندر کے صحن میں کرتوت (جنگلی شہتوت) کی شکل کا ایک درخت مولسری کے پورے درخت کی برابر نہایت سبز و شاداب کھڑا ہے - جاپانی زبان میں اس درخت کو ایچو کہتے ہیں جاپانیوں کا عقیدہ ہے کہ ایک دفعہ شہر میں آگ لگ کر مندر میں بھی سرایت کرنے کو تھی مگر اس درخت نے اپنی شاخوں سے مندر کے اوپر اس قدر مینہ برسایا کہ آگ کا کچھ اثر نہ ہو سکا اور مندر جلنے سے بچ گیا - اس خیال سے اب تک اُس درخت کی نگہداشت اور عظمت کرتے ہیں -

وہاں سے ہم گنجان درختوں اور پیچیدہ راہ سے ہو کر ایک چشمے پر گئے - پانچ چھ گز طول و عرض اور چار پانچ گز عمق میں نہایت ٹھنڈا اور میٹھا پانی بھرا ہوا ہے - اُسی چشمے میں کنارے پر دو سو اسّی (۲۸۰) فیٹ گہرا دو فیٹ قطر کا ایک کنواں کناروں تک پانی سے

لبریز ہی- ایک آدمی کھڑا ہوا چینی کی پیالیوں سے گزرنے والوں کو اُس کنویں کا پانی پلاتا ہی- ہم چشمے سے گزر کر ایک اور مکان میں پُہنچے جو جاپانیوں کا پُرانا حمام ہی- حمام کی عمارت کے نیچے بھی ایک طبیعی چشمہ ہی- جسمیں سرخ- سیاہ- سفید اور ابلق مچھلیاں پلی ہوئی ہیں اور حمام کے برآمدے سے چشمے تک اُترنے کے واسطے لکڑی کی سیڑھیاں ہیں- آدمی کو کنارے پر دیکھ کر یا آواز دینے سے تمام مچھلیاں جمع ہو جاتی ہیں تھوڑی دیر اُس برآمدے میں بیٹھ کر ہم نے اُن کو نان پاؤ کے ٹکڑے ڈالے (جو وہاں کا محافظ بیچنے کے واسطے بازار سے لا رکھتا ہی) وہاں سے ایک تیسرے مندر میں گئے جو ابھی تک تعمیر ہو رہا ہی- لکڑی چیرنے کا سامان اور پاڑ باندھنے کا اسباب جا بجا پڑا ہوا ہی اب تک پچپن ۵۵ لاکھ روپیہ اِس چوبی تعمیر کو لگ چکا ہی- اسی قدر اور لاگت کھا کر طیار ہو گا- یہ بھی پہلے مندروں کی طرح لکڑی کے ستونوں پر تختے سے بنایا گیا ہی- کیا ہی کے بعض ستون جنکی درازی دس بارہ گز اور موٹائی ڈھائی گز مدور ہی پانسو میل تک مسافت سے منگائے گئے ہیں اور یہ تمام مصارف قومی چندے سے ہوئے ہیں سلطنت کو اسمیں کوئی دخل نہیں ہی-

کاموگاوا مندر میں جس کا پہلے ہو چکا ہی- ایک کمرہ ایسی صنعت سے بنایا گیا ہی کہ جب تختے کے فرش پر چلتے ہیں تو پاؤں کے دباؤ سے طرح طرح کے باجے سطح کے نیچے بجنے لگتے ہیں- اِس شہر کے بیچ میں سے بھی ایک دریا نکل گیا ہی- شہر کے اکثر حصوں میں اس دریا سے اور اطراف کے دوسرے دریاؤں سے نہریں

ہماری ہیں۔

چیری ڈانس تھیٹر

اِس ملک میں چیری کے درختوں پر پھول آنے کے زمانے میں بڑی خوشی ہوتی ہے۔ ورنہ یہ ایک قسم کی فصل بہار خیال کی جاتی ہے۔ (چیری Cherry جس کو فارسی میں گیلاس اور آلو بالو اور شاہ دانہ بھی کہتے ہیں) چنانچہ آج کل چیری بلوسم یعنی چیری کی بہار ہے۔ اس شہر میں جا بجا باغوں کے علاوہ مختلف مقامات پر بھی چیری کے درخت زیادہ ہیں۔ اس مہینے میں درخت پت جھاڑ ہو کر صرف گلابی رنگ کے پھولوں سے لدے ہوئے ہیں اور جا بجا چیری ڈانس کے نام سے (چیری کا ناچ) تھیٹروں میں ناچ گانے کے جلسے ہوتے ہیں یامی ہوٹل سے بہت قریب چیری کا ایک باغ ہے گلابی پھولوں سے لدے ہوئے درختوں کے نیچے تخت بچھا کر چا مٹھائی وغیرہ اسباب تفریح کی دکانیں لگی ہوئی ہیں اور چیری کے درختوں میں زرد سرخ سبز۔ گلابی اور نافرمانی رنگ کی قندیلیں لٹکائی ہیں۔ شب کو ہم منجملہ اُن تھیٹروں کے جن میں آج کل چیری ڈانس ہوتا ہے۔ ایک تھیٹر میں گئے۔ مختصر عمارت میں شہ نشین کی طرز پر اعلیٰ درجے کی نشست کا کمرہ ہے اُس کے سامنے دو یا سوا دو گز نیچے کمرے میں تماشا گاہ ہے۔ اس کمرے کے دونوں طرف بھی شہ نشین کی طرح زمین سے کسی قدر بلند سہ دریاں ہیں۔ ایک طرف دس عورتیں ریشمی لباس سے آراستہ ستار بجاتی ہیں۔ اور اُن کے مقابل دوسری طرف کی سہ دری میں ہم عمر و ہم لباس دس عورتیں طبلے کی برابر نقارے بجاتی ہیں۔ ستار بجانے والی عورتیں

گاتی بھی ہیں اور نقارے والی باریک آواز سے لفظ آہو کہتی ہیں (یہ لفظ تعریف کے محل پر استعمال ہوتا ہے) بیچ کے مکان میں جو سہ دروں سے گرہ بھر نیچے سطح کا کمرہ ہے ستیس ہم سن اور ہم لباس لڑکیاں کاغذ کے پنکھے ہاتھ میں لے کر ناچتی ہیں۔ ناچ ایک قسم کی پلٹن کی قواعد سے ملتا جلتا ہے یعنی اشارے پر سب ایک وقت میں ایک طرح کی حرکت کرتی ہیں۔ جس مقام پر بیٹھ کر معززین تماشہ دیکھتے ہیں وہاں ایک کسبی عورت عجیب طرح کا لباس پہنے ہوئے سر پر کچھوے کی ہڈی کے چار چار گرہ لمبے پھول دار پن آڑے ترچھے لگائے ہوئے اس قدر ساکت و بے حرکت کہ چینی کی مورت معلوم ہوتی ہے۔ چار بنا کر معزز تماشائیوں کو پلا رہی تھی۔ اسی قسم کے لباس میں دو لڑکیاں بھی اسکے پیش دست تھیں جو چار اور مٹھائی تھالیوں میں رکھے ہوئے تماشائیوں کو پیشکش کرتی تھیں۔

جاپانی لوگوں میں یہ رسم بہت پرانی ہے کہ تقریبات شادی و مسرت کے موقع پر کسی فاحشہ رنڈی کو بلا کر ساقی بناتے ہیں۔

پیری کے درخت گلابی پھولوں سے لدے ہوئے اس قدر خوشنما معلوم ہوتے ہیں کہ کتنا ہی دیکھو جی نہیں بھرتا۔

۲۰۔ اپریل صبح کو ہم کیوتو سے یاماموتو جاتے ہیں۔ ۱۵ میل مسافت طے کرنے کے بعد دو پہاڑوں کے بیچ میں ایک ندی بہتی ہے۔ اسی ندی کی سیر و تفریح مقصود ہے۔ ہوٹل سے رکشا میں سوار ہو کر یانار کے قریب ایک میدان میں آئے اور ایک جاپانی فوٹوگرافر کی خواہش سے ہماری اور ہمراہیوں کی تصویر کھینچی گئی۔ بعد اس کے

کپتان کالون صاحب بہادر وہیں ٹھیر گئے اور ہم یاماموتو کو چلے گئے دھات
اور کھیتوں میں سے گزر کر کوزوکا Kozoka - میں پہنچے (کوزوکا چھوٹا سا گاوں ہی)
مختصر اور صاف و پاکیزہ ایک چاءخانہ سر راہ ہی جسمیں مسافر چاء بسکٹ اور رکشا کے
قلی کھانا کھاتے ہیں - اِن لوگوں کی خوراک سستے چاولوں کا خشکہ اور بانس کے
نرم کلّوں وغیرہ کی ترکاری ہی - جاپانی بھی چینیوں کے مثل دو باریک تیلیوں سے
کھانا کھاتے ہیں - خشکے کا ظرف مُنہ کے قریب لاکر اُنھیں لکڑیوں سے چاول مُنہ
میں سرکاتے جاتے ہیں اور ترکاری کے اُٹھانے میں تیلیاں وہ سپنے کا کام دیتی
ہیں گانوکے مکان اکثر تو تختے سے بنے ہوئے ہیں مگر بعض غربا بانس یا لکڑی
کی ٹٹیوں سے گھر کی دیواریں بنا کر اُن پر مٹی کی کہگل کر دیتے ہیں اور گھاس یا پھونس
سے اُسکے اوپر ایک فیٹ موٹا بنگلے نما چھپّر بناتے ہیں - یہ کام بھی سلیقے سے خالی
نہیں ہی - بعض مکانوں کے آگے یا داہنے بائیں دیو دار اور چیڑ کے درخت
لگا کر اُن پر ایک خوبصورت بانس کی ٹٹی بچھا کر درخت کے تمام پتے اور باریک شاخیں
ٹٹی کے خانوں میں سے نکال کر نہایت خوبصورتی سے درخت کو نیچے نیچے پھیلاتے
ہیں - اگر چاہیں کہ درخت بلند نہو اور زمین پر ہی پھیلے تو اُسکی شاخیں لوہے کی میخوں سے
زمین پر یا جس قدر بلندی درکار ہو باندھ کر پھیلاتے جاتے ہیں - اِن درختوں کی شاخیں
ٹٹیوں کے خانوں سے باہر نکلی ہوئی نہایت دلفریب معلوم ہوتی ہیں دیودار کے
درخت سے نکلی ہوئی شاخیں خانے سے اوپر معلوم ہوتا ہی کہ گویا سبز مومی بتیاں لگی

ہوئی ہیں۔ اسباب لے جانے کو باریک پہیئوں کی چار پانچ گز لمبی ایک گاڑی
جس کا عرض زیادہ سے زیادہ بارہ یا چودہ گرہ ہوتا ہے۔ کبھی ایک بیل سے اور اکثر صرف
ایک آدمی ایسی حالت میں جبکہ وہ بوجھ سے بھرپور لدی ہوتی ہے کھینچ کر لے جاتا ہے۔
گانو کے متعلق اکثر کھیتوں میں اور کہیں کہیں مکانوں کے پیچھے بیا کے درخت
ہیں جن کی تراوٹ نے نہایت ہوشیاری سے ہرا بھرا بنا دیا ہے۔ چار جس قدر کثرت سے پی
جاتی ہے اتنی ہی افراط سے پیدا بھی ہوتی ہے۔
شروع یا کرچیا، سانے میں تھوڑی دیر تک تفریح چاہتے ہیں، رکشا کے قلیوں نے کھانا
کھایا کیوتو سے یاماموتو تک پندرہ میل راستہ اتنی دیر میں قلیوں نے طے کر لیا
جتنی دیر میں گھوڑا جاتا ہے۔ دو جاپانی افسر پولس بھی ہمارے ساتھ ہیں کیوتو میں بھی
یہ لوگ ہوٹل کے دروازے پر تعینات تھے جاپان کے وزیر دول خارجہ نے ہمارے
آنے کی خبر سن کر غایت آدمیت سے مہمان نوازی کے طور پر افسران پولس کو حکم
دیدیا ہے کہ ہماری خدمت کے واسطے ہر جگہ آمادہ رہیں۔ مگر ہم کو ضرورت نہ تھی اس لیے
ان کو اس تکلیف سے معاف کیا گیا یاماموتو کے نیچے **آراشی یاما**† Arashi-yama
نام دو پہاڑوں کے بیچ میں تنگ درے سے **فوزوگاوا** Fozogawa
نام ایک ندی بہتی ہے۔ پانی نہایت شیریں سرد۔ اور سوتی سا
نتھرا ہوا ہے۔ عمق بھی گز سوا گز بلکہ بعض جگہ اس سے بھی کم ہے۔ پانی پتھروں پر ڈھلان

† یاما۔ جاپانی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں

کی طرف کو بہت زور سے بہتا ہے۔ ایک پتلے پتلے تختوں کی ہلکی کشتی جس کو راپڈ
Rapid کہتے ہیں پانی پر پھسلتی اور بہتی چلی جاتی ہے۔ کبھی پانی اس کو ایک پتھر
سے دوسرے چٹان پر زور سے پھینک دیتا ہے دو کشتیاں ہمارے واسطے بھی آمادہ
تھیں۔ ایک میں ہم مع ہمراہیوں کے سوار ہوئے۔ دوسری میں رکشا میں رکھ کر قلی
بیٹھ لیئے ایسا خوشنما درہ اور سبز و شاداب پہاڑ ہیں کہ اس سے بہتر اور دلچسپ جنگل
بہت کم ہوگا۔ بہاو پر تو کشتی پانی کے زور سے جاتی ہے مگر چڑھاو پر رسیوں میں باندھ کر
ملاح اپنی قوت سے کھینچ لاتے ہیں چنانچہ کناروں کے نشیب و فراز میں دشوار گزار پست و
بلند راستے سے چند آدمی کشتیوں کو کھینچتے ہوئے ہم کو بھی ملے۔ دونوں پہاڑوں
کے بیچ میں صرف پندرہ بیس گز بلکہ بعض جگہ اس سے بھی کم چوڑی جگہ ہے۔ اسی
عرض میں فوزوگاوا ندی بہتی ہے۔ کناروں سے ملے ہوئے ڈھلوان پہاڑ ہیں اور دونوں
طرف ڈھلان پر چیڑ۔ چیری (جنگلی آلو بالو) اور ماپیل کا جنگل ہے۔ چیڑ کے درخت خوشنما
ہوتے ہی ہیں مگر چیری اور ماپیل کے پتوں کا دھانی رنگ عجب سماں دکھاتا ہے۔ ان
درختوں کے سوا صدہا بوٹیاں اور رنگ رنگ کے پھولوں سے چوٹی تک پہاڑ لدا ہوا
ہے دم بھر آنکھ اٹھانے کو جی نہیں چاہتا۔ سیر و تفریح کے سوا اس ندی کے وسیلے
سے چیڑ وغیرہ کے شہتیر اور تختے باسانی بیڑے کے بیڑے درے سے گزر کر
نہر اور ندیوں میں ہو کر شہروں میں پہنچ جاتے ہیں۔ تجارت کے واسطے عمدہ مددگار پانی
ہے۔ یاماموتو سے سات میل جا کر جہاں درہ ختم ہو کر میدان پھیلا گیا ہے ایک گانو اور

اُسمیں پانی کے کنارے پر دو منزلہ چار خانہ ہے۔ کسی قدر چار خانے میں دم لیا کھانا ہمارے
ساتھ تھا ناشتہ کیا۔ پھر رکشا میں سوار ہو کر کیوتو کو لوٹ آئے صبح سے مولوی فرخی کو
درد سر کی شکایت تھی آفتاب کی تمازت اور پانی کی برودت سے زیادہ درد ہوا کیوتو
کے بازار میں ہم ایک شال دوزی کارخانے میں بعض اسباب پسند کرنے کو ٹھیر گئے
اور مولوی صاحب کو درد سر نے ہوٹل میں چلے جانے پر مجبور کیا رات کو ہماری طبیعت
بھی بے لطف ہوا حرارت ہو گئی مولوی صاحب کو صفرادی قے اور درد سر کا دورہ ہوا
وہ تو چند دفعہ قے کرنے کے بعد دوسرے دن شام تک ٹھیک ہو گئے۔ مگر ہم کو بخار
بہت زیادہ ہو گیا۔ چونکہ ارادہ تھا کہ ۲۹ کو نگو یا جائیں گے اس لیئے کپتان کالون صاحب
بہادر پہلے سے اوت سو - Otsu میں جا ٹھیرے تھے کہ وہاں سے ہمارے
ساتھ ریل میں سوار ہو جائیں گے مگر مجبوراً اُن کو تار پر خبر بھیج کر بلانا پڑا اور انتیس ۲۹ کو کیوتو
ہی میں قیام ہوا۔

۲۹- اپریل۔ گو مجھے بہت زیادہ بخار ہو گیا۔ ڈاکٹر کو بلا کر کُنین وغیرہ سے علاج
کیا گیا اور یہ امر قرار پایا کہ کپتان کالون صاحب بہادر ہم کو ریل کے راستے سے کوبی
لے جائیں اور چونکہ امراض تپ وغیرہ کے واسطے دریا کی ہوا نہایت مفید ہے وہاں سے
جہاز میں سوار ہو کر یوکوہاما جا اُتریں۔ عبدالمجید خاں۔ فتحیاب خاں اور تین خدمتگار ہمارے
ساتھ رہیں۔ مسٹر بڈن۔ مولوی فرخی۔ عبدالصمد خاں اور دو آدمی ایتوساں کے ساتھ
اوت سو تک رکشا میں وہاں سے ریل میں نگویا ٹھیرتے ہوئے میانوشتیا

Miyanoshita ہو کر چوتھی مئی تک بتدریج یکوہاما میں سب اکھٹے ہو جائیں۔ کیوتو بڑا شہر ہے۔ تین لاکھ سینتیس ۳۷ ہزار آدمی بستے ہیں مولوی فرخی کو یہ امر مشکل سے گوارا تھا کہ ایک لحہ بھی مجھ سے علیحدہ ہوں میں بھی ایسی حالت میں اُنکے چلے جانے کو پسند نہیں کرتا تھا مگر بعض ضرورتوں کی وجہ سے کپتان کالون صاحب بہادر لے اُن کو بھی آگے بھیجدیا مولوی صاحب کو کہدیا ہی کہ جس قدر ہم سے علیحدہ رہیں اُتنے عرصے کے حالات سلسلہ وار لکھتے رہیں اور ہم سے ملنے کے بعد بیان کریں کہ سفرنامے میں درج کردئے جائیں۔

۳۰ - **اپریل** - صبح کو کھانے کے بعد مجبوراً دو فریق ہو گئے۔ ہم علالت کی وجہ سے کیوتو میں رہ گئے۔ اگر خدا نے چاہا اور سفر کی قدرت ہوئی تو کل کوبی کو جائیں گے۔ مولوی فرخی مسٹر بڈن۔ عبدالصمد خان اور مسٹر ہوس **اُوتسُو** Outsu کو دو آدمی اور زائد اسباب ریل پر **نگویا** کو روانہ ہوئے۔ اوت سو تک مولوی صاحب وغیرہ رکشا میں جائیں گے وہاں سے اسی ٹرین میں بیٹھ جائیں گے جس میں آدمی اور اسباب ہی اور سب ساتھ نگویا پہنچیں گے۔ پہلی مئی کو بھی بخار کی شدت رہی اور کوبی جانا ممکن نہوا۔ دوسری مئی کو بہزار دقت اُسی ناتوانی اور تپ کی شدت میں ہم ریل پر کوبی کو روانہ ہوئے۔ شام کو کوبی پہنچکر وہ رات اور دوسرا دن وہیں بسر ہوا تیسری ۳ مئی کی شام کو جہاز میں سوار ہو کر ہم براہِ دریا **یُوکوہَاما** کو روانہ ہوئے۔ دریا اسقدر متلاطم و موج خیز تھا

کہ جہاز پتے کی طرح تیرتا جاتا ہے۔ رات کو بہت زیادہ طوفان ہوا اور میں اپنی کیبن
میں لیٹا ہوا تھا کہ یکایک جی گھبرانے لگا اور مالش ہو کر نہایت زور سے قے ہوئی -
کو بہت تکلیف ہوئی مگر یہی قے باعث ہوئی کہ بخار کی حرارت اور اثر بالکل زائل ہو گیا۔
محمد حسین اور حفیظ خان میرے دونوں خدمت گار ڈک پر کٹہرے کے قریب سوتے
تھے جب طوفان کی شدت سے پانی اڑکر اوپر آنے لگا تو یہ دونوں بستر لیکر ہماری
کیبن کی طرف بھاگے۔ چھ سات قدم آچکے تھے کہ جہاز کو موج نے زور سے جھٹکا دیا
اور محمد حسین اُسکے صدمے سے اڑکر قریب تھا کہ دریا میں جا پڑے اور دیا ست تک
موجوں میں لپٹا رہے مگر جہاز کا جنگلا نجات کا سبب ہو گیا اور محمد حسین کٹھرے میں اُلجھ کر
رہگیا۔ لنگی وغیرہ جو سر پر بندھی تھی پانی میں گر گئی۔ سینے میں زیادہ چوٹ آئی باقی اور
جسم پر خفیف۔ غرضکہ ایسی حالت میں پانچ مئی کی شام کو چار بجے سے کچھ پہلے
ہم لوکو ہاما میں بخیریت پہنچے۔ مولوی صاحب ہماری آمد اور جہاز کی رفتار کو ہوٹل کی دوربین
سے دیکھ رہے تھے۔ عبدالصمد خان اور مسٹر ہوس اسٹیم بوٹ میں سوار ہو کر لنگر کرنے
سے پہلے جہاز پر آ گئے۔ کنارے پر بھی اسقدر دریا میں تلاطم تھا کہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں
کا تو کیا ذکر ہے اسٹیم بوٹ اور جہاز کی سلامتی دشوار معلوم ہوتی تھی۔ الحمدللہ جہاز نے لنگر کیا اور
ہم بخیر و عافیت۔ تندرستی و صحت کی حالت میں یوکوہاما پہنچ گئے ہمارے ہمراہیوں کو
جو کیو تو سے جدا ہو گئے تھے ایک قسم کی روحانی عید ہوئی۔ مجکو بھی ان صاحبوں کے
یک جا ہونے سے نہایت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالےٰ سے امید ہے کہ سب کو ہمارے

ساتھ صحیح وسالم ہندوستان بہنچا دے گا۔

شب کو جہاز کی تکان سے نجات پا کر کھانے کے بعد آرام کیا۔

تیئس اپریل کو جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہو مولوی فریسید الصمد خان۔ مسٹر ٹڈن اور مسٹر ہوس مع ۲ نوکروں اور ایتوساں سے رکشا میں سوار ہو کر اوُت سُو Outsu کو چلے گئے۔ اوت سو کیوتو سے سات میل دور ہی۔ کیوتو سے برابر اوت سو تک راستے کے دونوں طرف ملی ہوئی آبادی ہو معلوم ہوتا ہو کہ شہر کے کوچے سے گزر رہے ہیں۔ غرضکہ ڈیڑھ پونے دو گھنٹے میں اوت سو جو بیوا جھیل کے کنارے ایک آبادی ہی پہنچ گئے۔ بیوا جھیل Hewa بیتنالیس میل لمبی اور کہیں کہیں دس میل تک چوڑی نہایت کارآمد جھیل ہی تجارتی مال لانے اور لے جانے کو دخانی اور بادبانی کشتیاں چلتی ہیں۔ جھیل کے کنارے کنارے پستی و بلندی میں ساٹھ ہزار آدمی آباد ہیں۔ اسی آبادی کو اوت سو کہتے ہیں۔ اس جھیل سے دس گز چوڑی ایک نہر کاٹ کر کیوتو کو لائے ہیں۔ راستے میں چونکہ اکثر پہاڑ کا سلسلہ واقع ہی اس لیے اوت سو سے دو میل تک پہاڑ میں سوراخ کر کے نہر کو نکالا ہو۔ پھر کیوتو کے قریب جا کر آدھا میل پہاڑ میں اور سوراخ کیا ہو۔ کیوتو میں پہنچکر جہاں پہاڑ کے سوراخ سے نہر باہر آتی ہی بلندی زیادہ ہو اور کسی قدر بلندی کے بعد شہر بہت نشیب میں واقع ہوا ہی ایسی اونچی نیچی زمین کو ہموار کرنا مشکل اور بہت زیادہ خرچ سے ممکن تھا۔ اس لیے نہر سے شہر تک کشتی لیجانے کیواسطے اور تدبیر کی ہو یعنی پانی میں نہر کے اندر ریلوے

لائن بچھا کر اُسپر اسقدر لمبی ٹرامو سے گاڑی رکھی ہو کہ جس پر کشتی سوار ہو سکے۔ پہاڑ کے سوراخ کے دروازے تک جہاں کشتی چلنے کے قابل پانی ہو گاڑی کو پانی میں لیجاتے ہیں اور وہاں سے اُس پر کشتی رکھکر بلندی پر اسطرح چڑھاتے ہیں کہ گاڑی کی پینیدی میں لوہے کا رسّا بندھا ہی۔ اور اُس رسّے کا تعلق ایک انجن سے ہی وہ گاڑی کو کھینچکر شہر کے اندر والی دوسری نہر میں پانی کے اندر پہنچا دیتا۔ وہاں کشتی کو تیرا کر گاڑی اپنے اسٹیشن کو پلٹ آتی ہی۔ وہی طریقہ ہی جسطرح ہانک کانگ کی ٹراموے کو پہاڑ کے اوپر لے جاتے ہیں۔

اوتسو میں پہاڑ کی بلندی پر جہاں سے تمام شہر اور بیوا جھیل نظر آتی ہی بدھ کا مندر ہی مندر کے قریب ایک چھوٹے سے مکان میں لکڑیوں کی پاڑ پر ایک برنجی گھنٹہ رکھا ہی جسکا قطر تقریباً سوا گز اور بلندی ڈیڑھ گز ہی وزن بھی اُسکا پندرہ ٹن یعنی چار سو بیس من بیان کیا جاتا ہی۔ اہلِ جاپان کہتے ہیں کہ ایک جاپانی پہلوان اس بھاری گھنٹے کو پہاڑ کے نیچے سے اکیلا کھینچکر یہاں لایا ہی۔ گھنٹے کی ایک سمت میں زمین پر گھسٹنے کے گہرے نشان پڑ گئے ہیں۔ جن لکڑیوں پر یہ گھنٹہ رکھا ہی اونمیں خانہ دار جالی بنی ہوئی ہی۔ جالی کی ٹیریوں میں کاغذ کی صدہا دھجیاں بندھی ہوئی ہیں۔ جاپانی لوگ خیال کرتے ہیں کہ جو شخص گھنٹا کھینچنے والے پہلوان کی قوت سے برکت کا حصہ لینا چاہے وہ ایک کاغذ کی دھجی صرف ہاتھ کی چھوٹی اُنگلی سے گھنٹے کے نیچے کسی ٹیری میں باندھدے ضرور قوی ہو جائے گا۔ چنانچہ مولوی فرخی نے آزمائش کے طور پر مزاحاً

ایک اُنگلی سے کاغذ کی دھجی باندھ دی - اُسی عمارت کے قریب دوسرے مکان میں ایک لوہے کی کڑاہی ڈیڑھ گز کے قریب گہری اور تخمیناً دو گز قطر کی تین انچھ موٹی جسکا ایک کنارہ کسی قدر ٹوٹا ہوا ہی - رکھی ہی - کہتے ہیں گھنٹہ کھینچنے والا پہلوان اسی کڑاہی میں شوربا پکا کر کھاتا تھا - مندر کے اطراف میں پہاڑ کے اوپر بن ہی زیادہ تر چیڑ کی قسم کے درخت ہیں - بعض درختوں کے تنہ سے پوست اُترا ہوا تھا - معلوم ہوا کہ اس پوست سے مکانوں کے اوپر چھپر یا بنگلہ بناتے ہیں - ہمنے بھی یامی ہوٹل میں اسی چھال کا بنا ہوا بنگلہ دیکھا ہی نہایت خوبصورت اور صاف بناتے ہیں - رنگ بھی کتھے کی شکل ہوتا ہی - سال بھر میں درخت پر پھر دوبارہ پوست پیدا ہو جاتا ہی - پون گز سے گز بھر تک چوڑی چھال ہوتی ہی

مندر کے مقابل دوسرے پہاڑ پر چاء خانہ ہی - اور بھی بہت مکان ایسے ہیں جہان مسافر ٹھیر سکتا ہی ایک چاء خانے میں جو جھیل کے کنارے سے ملا ہوا ہی روزانہ صرف کے واسطے مچھلیاں پلی ہوئی ہیں - پالنے کا طریقہ یہ ہی کہ لکڑی کا جالی دار صندوق بنا کر اُسمیں مچھلیاں ڈالکر پانی میں رکھ دیتے ہیں پانی بھی تازہ رہتا ہی اور جالی کے سوراخوں سے چھوٹی مچھلیاں صندوق میں گھس آتی ہیں وہی بڑی مچھلیوں کی خوراک ہو جاتی ہی - ان چھوٹی مچھلیوں کے واسطے صندوق کے تختوں میں ایسا مصالحہ لگا دیتے ہیں جسکی بو پر مچھلی آجاتی ہی -

آبادی کے بائیں طرف اکثر پہاڑ کی چوٹیوں پر برف تھا - اِس ملک میں آخر جون

سے اگست تک گرمی اور برسات کی فصل ہے گرمی تراںوے (۹۰) ڈگری تک ہو جاتی ہی۔ اسی بیوا جھیل کے کنارے پر دو برس ہوئے شہزادہ زار وچ ولیعہد روس پر ایک دیوانے نے تلوار سے حملہ کیا تھا مگر خوش نصیبی سے ریشنا وا سے غلی نے تلوار روک لی۔ ارادہ قتل کی نسبت اُسکا بیان تھا کہ مینے جاپانی اخبار پڑھا تھا کہ روسی جاپان چھین لینے کی تیاری کر رہے ہیں اُسوقت سے عہد کر لیا تھا کہ جہاں روسی کو پاؤں گا مار ڈالوں گا چنانچہ پہلا روسی یہی ملا جسپر میں نے ارادہ پورا کرنے کو تھا۔ شہنشاہ جاپان نے اُسکو دیوانہ سمجھکر دائم الحبس کر دیا مگر تین مہینے قید میں رہکر وہیں مر گیا۔

اُسی روز ہو کر وہ ساڑھے بارہ (۱۲½) بجے دن کو ریل میں سوار ہو کر نگویا کو روانہ ہوا۔ نوکر بھی اسٹیشن پر مل گئے۔ ریل کی گاڑیاں اسقدر صاف روغن کی ہوئی ہیں کہ سنہری قنادیز کے رنگ میں اور اُنمیں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔ اطراف کے پہاڑوں پر جا بجا برف تھا۔ بعض پہاڑوں پر چوڑے لگا کر او بہ کسی چاء کے درخت بوے ہوے ہیں جو گول تراشے ہوے بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ زیادہ تر لطف یہ ہی کہ لڑکیاں اور عورتیں سرخ۔ زرد۔ اودے ریشمیں لباس پہنے ہوئے چاء کی کونپل جمع کر رہی ہیں۔ سبز کھیت میں سپید جسم پر رنگین لباس دور سے بہت خوشنما معلوم ہوتا ہی۔

اوت سو سے نگویا تک متعدد لوہے کے پلوں پر سے جو ندیوں پر واقع ہیں

اور پہاڑ کے سوراخوں میں سے ریل گزری۔ راستے کے داہنے طرف سمندر بہت قریب ہی۔ بعض جگہ پچاس ساٹھ گز تک فاصلہ ہی۔ غرضکہ پانچ بجے کے بعد نگویا پہنچے۔ جاپانی ہوٹل جہاں ٹھیرے اسٹیشن سے بہت قریب ہی ایسے ہوٹلوں میں عمدہ سیتل پاٹی کا فرش ہوتا ہی۔ فرش پر جوتی اُتار کر جاتے ہیں اور زمین پر بستر لگاکر سوتے ہیں۔ مولوی فرخی مسٹر ہوس۔ ٹڈن صاحب اور عبدالصمد خاں کو ہوٹل کے پہلو میں چار کمرے انگریزی طرز کے پلنگ وغیرہ سامان سے آراستہ دیے گئے۔ کرنل مرسڈن بھی جو ہندوستان سے سیر کے واسطے جاپان آئے ہیں ساتھ تھے صرف یا زہی کمرے تھے اور وہ پہلے سے تار دیکر کرایہ کر لیے گئے تھے اسلیے کرنل صاحب کو جاپانی ہوٹل میں جانا پڑا۔ جو نامروت سے بعید تھا۔ مولوی فرخی نے باصرار انکو اپنا کمرہ دیدیا اور خود جاپانی ہوٹل میں کہ وہ بھی اسی عمارت سے ملا ہوا تھا چلے گئے۔ جو ملد جنیاب ہماری طرف متعلق تمہارے نہایت نگرانی اور فکر میں بسر ہوکر صبح ہوئی۔ نگویا پہنچتے ہی مولوی صاحب نے مسٹر ہوس سے کہا کہ ہم کو کیو تو میں تار دیکر خیریت دریافت کردیں۔ نو بجے رات کو تمنے جواب دیا کہ اسوقت افاقہ ہی۔ کل ہم انشاءاللہ تعالے کوبی۔ وہاں سے تیسری کو براہ دریا یوکوہاما کو روانہ ہونگے۔

یکم مئی مولوی صاحب اور سب صاحب صبح کو چینی سازی کے کارخانے میں گئے کرنل مرسڈن بھی ہمراہ تھے شہر کا بڑا حصہ طے کرکے کارخانے میں پہنچے۔ نہایت مفصل و عمدہ کارخانہ ہی۔ برتن پکانے کی بھٹیاں اور تیار کیے ہوئے برتن وغیرہ

دیکھا دوسری جگہ گئے جہاں چاک پر برتن بن رہے تھے۔ مکان کے صحن میں بہت
بڑی ناندوں میں بادل کے ہمرنگ ایک قسم کی مٹی بھیگی ہوئی تھی۔ بڑے دالان میں ہندوستانی
کمہاروں کے چاک کے مثل دس بیس گز قطر کے چند چاک لگے ہوئے تھے اور اسی طرح
جیسے کہ ہمارے ملک کے کمہار ایک لکڑی سے چاک کو چکر دیکر حالت دورہ میں برتن بناتے
ہیں۔ اُس مٹی سے جو بنڈول کے ہمرنگ پیالوں میں تیار رکھی تھی چینی کے برتن بن رہے
تھے۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ یہاں کے چاک ہندوستانی کمہاروں کے چاک کی نسبت
کسی قدر خوبصورت ہیں۔ ایک آدمی دستے اور ٹونٹیاں وغیرہ ہاتھ سے بناکر ایک لوہے
کے اوزار سے ہر قسم کے نقش اور کندہ کاری کا کام کر رہا تھا۔ دستے ٹونٹیاں وغیرہ بعد
کو بناکر برتن پر چپکا دیتے ہیں۔ یہ تمام ظروف بعد خشک ہوجانے کے ڈیڑھ روز تک
ایک ایسی بھٹی میں جو نان پاؤ پکانے کے تنور کے مثل مگر بہت اونچی اور بڑی ہے پکائے
جائیں گے۔ پھر ان پر ہر قسم اور رنگ کے نقش و نگار مصوری قلم سے بناکر مکرر ایک
بھٹی میں جسمیں صرف دوسرے خانے کی آگ سے گرمی پہنچتی ہے رکھدیں گے اور جب
نقش پک کر وصل اور برتن وہیں ٹھنڈا ہوجائے گا نکال لیں گے۔ نقاشی کا کارخانہ اُس
مکان سے الگ ہے۔ چند مشّاق مصور بعض برتنوں پر تصویریں بعض پر معمولی نقش
کر رہے تھے۔ زیادہ تر قابل التفات یہ بات تھی کہ ظروف پر بعد نقاشی اور روغن
ہوجانے کے پیتل کے تار سے مصوری کرتے ہیں اوّل برتن کے اوپر تصویر یا بیل
پھول وغیرہ جو منظور ہوتا ہے لوہے کے قلم سے کندہ کر لیتے ہیں بعد اُسکے برنجی باریک

تار کو موچنے سے خم دیکر ایک خاص لسدار مصالح سے چپکا دیتے ہیں پھر اُس کو ہوا کی بھٹی میں رکھکر آنچ دینے سے تار وصل ہو جاتا ہے پھر پتھر کے جھانوے سے مل کر صاف کرتے ہیں کہ تار کا اُبھرا ہوا حصہ گھسکر سطح کے برابر ہو جاوے - اسکے بعد ایک اور روغن کرتے ہیں جس سے ہمیشہ تار کا رنگ سونے کے مثل قائم رہتا ہے اور ہوا کے اثر سے زنگ یا سیاہی نہیں آتی - یہ کام اسقدر نازک اور صاف ہے کہ تار کا نقش قلم سے کھینچا ہوا خط معلوم ہوتا ہے بعض اسقدر باریک ہے کہ بغیر آئی گلاس یا عینک کی مدد کے نظر نہیں آتا - ہندوستان میں اس قسم کے ظروف سے اکثر مکانوں کو آراستہ کرتے ہیں - بالاخانے پر ہر قسم کا تیار شدہ اسباب فروخت کے واسطے رکھا ہے - تار کے کام کا ایک سٹ چار کا جسمیں ایک تھالی مع ۲ طشتری دو پیالی اور دودھ دان - شکردان وغیرہ سامان تھا - دس ڈالر (پچیس روپے) کو مسٹر ٹڈن نے اور چند گلدان وغیرہ مسٹر ہوس نے - گلوبند کا چھلہ پن - سگار ہولڈر وغیرہ چیزیں یادگار کے طور پر مولوی فرخی نے خریدیں - کارخانہ دیکھکر ایک نیا مندر دیکھنے کو گئے جو ابھی تعمیر ہوا ہے اور شہنشاہ کی طرف سے تعمیر کی اجازت ملنے کی خوشی میں عید کے طور پر اہل شہر نے میلہ کیا ہے - ایک خوبصورت میدان میں چوبی مندر بن رہا تھا - دروازے پر ایک لکڑی کی محراب کے نیچے فرش بچھا ہوا تھا اُسپر بہت سے پیسے پڑے ہوئے تھے - جاپانی عورتیں اور مرد محراب کے آگے تعظیم اور سجدہ کرنے کے بعد پیسے مٹھائی وغیرہ نذر کے طور پر چڑھاتے ہیں - مندر کے قریب درختوں میں رنگ رنگ کے ہزاروں رومال

حن پر جاپانی حروف میں کچھ عبارت لکھی تھی۔ لٹک رہے ہیں جیسا کہ اکثر مقدس عمارتوں کے باہر لٹکانے کا دستور ہی۔ اس سے صرف اسقدر غرض ہو کہ مندر میں جانے والے لوگ ہاتھ دھو کر اُن سے پونچھ لیں۔ ایسی جگہ ضرور پانی کے حوض بھی ہوتے ہیں۔ یہ رومال بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ میدان میں میلے کیواسطے دُکانیں لگی ہوئی تھیں اسی تقریب میں ایک لکڑی کی خوشنما عمارت بارہ گرہ موٹے تختے کے چار پہیوں پر رکھکر مثل رتھ کے نکالی تھی۔ ایک بڑے کمرے کے برابر تین منزل کا مکان ہی۔ سب سے اوپر کے درجے میں ایک پیر مرد اور ایک عورت کی مورت رکھی ہی۔ اُس سے نیچے کے درجے میں خوش لباس چند لڑکے۔ لڑکیاں ناچتے ہوئے اور چند نقارے بجاتے ہوئے۔ سب کے آخر نیچے کے درجے میں بھی چند آدمی بیٹھے ہیں۔ چوٹی پر ایک سرو کا تازہ درخت نصب کر دیا ہی۔ اس رتھ کو موٹے موٹے رستے باندھکر ایک خاص قسم کی وردی پہنے ہوئے پچاس چالیس آدمی کھینچتے ہیں۔ اہل شہر نے باریک ڈوریاں رستیوں میں یا رتھ کی جالیوں میں باندھ کر چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھ میں دیدی ہیں کہ وہ بھی اس مقدس عمارت اور مورت کے لے چلنے کا ثواب اور برکت حاصل کریں۔ بچے بھی اُسی قسم کی وردیاں پہنے ہوئے ہیں جیسی کھینچنے والے مردوں کے پاس ہی۔ آگے آگے سنکھ بجاتے جاتے ہیں۔

سنکھ یا نرسنگا بہت پرانے زمانے کی رسم ہی۔ چنانچہ یہودی وغیرہ قوموں میں بھی عبادت کے واسطے مقدس مکانوں میں آدمیوں کو بلانے اور جمع کرنے کے لیے

سنکھ ہی بجاتے تھے۔ اِس عید کی خوشی میں بعض آدمی بازاروں میں بانس پر نٹ کا کام کرتے پھرتے ہیں۔ بعینہٖ ہی طرح جیسے ہمارے ملک میں سیٹے مازیا مسی میں عشرہ کے دن بکیت اور نٹ۔

مندر سے آگے بڑھکر بازار کے آخر میں آبادی سے ملی ہوئی سمندر کی ایک کھاڑی نالے کی شکل پر واقع ہوئی ہے۔ اسّی میل تک لمبی اور چوڑی بھی بہت ہے۔ اس پانی کے وسیلے سے مال کی کشتیاں آتی جاتی ہیں اور تجارت میں بہت سہولت ہے۔

غرضکہ نگویا کے قلعے کے سامنے سے گزر کرات سوتا Atsota محلے سے جو شہر کے آخر حصے میں ہے ریل میں سوار ہونے کو اسٹیشن پر گئے۔ اِسی قلعے میں شہنشاہ جاپان کا سونے کے کلس والا مشہور محل ہے۔ محل کے اوپر سونے کے دو ٹھوس کلس دور سے نظر آتے ہیں۔ قلعہ پتھر کا اور بہت مضبوط ہے۔ دور میں پانی سے بھری ہوئی خندق ہے قلعے کے باہر سپاہی نشانے کی مشق کر رہے تھے۔ نگویا میں دو لاکھ اسی ہزار آدمی آباد ہیں اور چینی کے ظروف بہت عمدہ بنتے ہیں۔ نگویا سے ریل میں بیٹھ کر شزوکا Shidzoka کو روانہ ہوئے۔ راستے میں بھی ایک جھیل موسوم بہ آلائی واقع ہے جو دریائے شور سے پانی کاٹ کر بطور جھیل کے صرف اس غرض سے بنائی ہے کہ ایک جگہ سے دوسرے مقام پر بآسانی مال پہنچ جاوے۔ راستے کے اطراف میں ایک قسم کے گلابی پھول اور نہایت خوشنما دیودار اور سرو کے درخت ہیں۔ بعض جگہ داہنی طرف کو سمندر بہت قریب ریل کی سڑک

ت ملا ہوا ہے۔ گانو میں بعض مکانوں کے دروازے پر ایک لمبے بانس میں سُرخ۔
زرد اور سیاہ رنگ کے کپڑے کی مچھلیاں لٹکتی ہیں معلوم ہوا کہ جن گھروں میں بچّے پیدا
ہوتے ہیں خوشی کی علامت ظاہر کرنے کو ایسی مچھلیاں لٹکاتے ہیں۔ مچھلی کی ساخت
ایسی ہوتی ہے کہ کسی طرح اصلی اور نقلی میں فرق نہیں۔ یہ مچھلیاں دوہرے کپڑے کی
بیچ سے خالی تھیلے کے مثل بنا کر اندر باریک تار لگاتے ہیں۔ اور یہ مچھلی کی طرح فلس
کے نشان۔ آنکھیں مُنہ۔ دُم سب چیزیں رنگ سے بناتے ہیں اور مُنہ کی طرف رسّی سے
باندھکر لٹکانے سے ہوا بھر کر مچھلی پھول جاتی ہے۔ بعض مکانوں پر کئی کئی مچھلیاں لٹکتی ہیں یہاں
کنکوے بھی اُڑانے کی رسم ہے۔ بعض کنکوے بعینہ چیل کی شکل۔ بعض مینڈک بعض
اور جانوروں کی صورت بناتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اصلی جانور اُڑ رہا ہے۔ زمین کسی جگہ خالی
نظر نہیں آتی۔ یا زراعت بوئی ہوئی ہے یا خالی کھیتوں میں کھاد ملا کر لبریز پانی بھر دیا ہے کہ
باقی ماندہ جڑیں وغیرہ گل کر مٹی میں اچھی طرح مل جاییں پن چکیوں سے بھی کوئی گانو خالی
نہیں ہیں دو چار ہوں۔ ایک لکڑی کا چرخ ڈھائی گز قطر کے قریب بنا کر اسمیں زینے
کی طرح آڑے تختے لگاتے ہیں۔ بہت باریک دھار پانی کی چرخ کے چکر پر یعنی اُسی
زینہ نما تختے پر پڑتی ہے اور یہ چرخ پھرنا شروع ہوتا ہے جو چکّی کو بھی اپنے ساتھ پھراتا ہے۔

شام کو پانچ بجے شندزو کا پہنچے۔ اسٹیشن سے تھوڑے فاصلے پر بازار میں
جاپانی ہوٹل ہے اُسکے ایک حصے میں چند کمرے انگریزی بھی ہیں۔ مولوی فرخی۔
مسٹر ایتو ساں جاپانی مع دو آدمیوں کے جاپانی ہوٹل میں۔ عبدالصمد خاں وغیرہ انگریزی

مکان میں ٹھیرے - اُسی وقت ہماری خیریت دریافت کرنے کو مولوی صاحب نے مسٹر ہوس سے تار دلوایا ہم کو اُس روز فضل الٰہی سے افاقہ تھا - اِن صاحبوں کی تشفی کے واسطے فوراً جواب دیا گیا کہ ہم دوسری مئی کو کوبی - وہاں سے بشرط امکان تیسری کو براہ دریا یوکوہاما جائیں گے -

۲-۳ مئی - دوسری کو شہر کوبی سے براہ ریل روانہ ہوئے - مسٹر ٹاٹن - مسٹر ہوس اور عبدالصمد خاں گٹ امبا Gotamba اسٹیشن سے اُترکر گھوڑوں پر سوار ہوکر میانوشیتا Miyanoshita کو گئے - اِس راہ میں قابل سیر ایک بلند پہاڑ ہی اُسکے اوپر چڑھکر راستہ جاتا ہی - مولوی رحمی - مع دونوں آدمیوں اور اسباب کے کوذرا Kodza تک ریل میں وہاں سے یموتو Yamoto تک ٹراموے میں - وہاں سے میانوشیتا تک کرسی تال کے مثل چڑھائی پر رکشا میں جائیں گے اور شام کو سب فوجیا ہوٹل میں جا ملیں گے - داہنی طرف دریا قریب ہی - بائیں طرف نہایت خوشنما پہاڑ اور گلابی پھولوں سے لدے ہوئے درختوں کا جنگل ہی - سامنے فوجی یاما Fojiyama پہاڑ کی برف سے ڈھکی ہوئی نوکدار چوٹی نظر آتی ہی - یہ پہاڑ پہلے آتش فشاں تھا اب اُس پر برف جما ہوا ہی - اوسکی چوٹی دریا کے سطح سے بارہ ہزار چار سو تریپن فیٹ بلند ہی - چند آہنی پل اور پہاڑ کے سوراخوں سے گزر کر دن کے ایک بجے کوذرا اسٹیشن پر پہنچے اور ریل سے اُتر کر سمندر کے کنارے ایک چار خانے میں کسی قدر دم لیکر ٹراموے میں یموتو تک

گئے - بائیں طرف سڑک سے قریب ملا ہوا سمندر ہے - وسط راہ میں اوودارا اسٹیشن پر
Odara سلیپے ٹھیرے کہ یموتو سے آنے والی ٹرامویے گزر لے تو آگے چلیں
مسٹر ڈکنسن - ڈ - ک - ن - س - ن - آسٹریلیا کے رہنے والے جو سیلون سے
ہمارے ہم سفر ہیں مع اپنی بیٹی اور دونوں بیٹوں کے میانوشیتا سے آتے ہوے ملے
ٹرامویے سے اُتر کر تعارف و سلام کے بعد مولوی صاحب سے ہمارا حال دریافت کیا
یموتو تک مولوی صاحب مع دونوں آدمیوں کے ٹرامویے میں آئے - وہاں سے
رکشا میں میانوشیتا کو روانہ ہوے - پہاڑ کی چڑہائی ہو ہو نینی تال کی تانگے کی سڑک
سے مشابہ ہے - داہنے طرف غار میں ندی بہتی ہے - بائیں طرف اونچا پہاڑ ہے -
صرف فرق ہے تو اسقدر کہ وہ راستہ پکا بنا ہوا ہے اور یہ سڑک مٹی کی کنکر ملی ہے - غرضکہ
پانچ میل راستہ کچھ رکشا میں کچھ پیادہ پا طے کرنے کے بعد پانچ بجے شام کو میانوشیتا
میں پہنچ گئے - ٹبڈن صاحب وغیرہ کچھ پہلے آچکے تھے - میانوشیتا تو ایک مختصر سا
گانو ہے مگر پہاڑ کی فضا - سرد اور گرم معدنی پانی کے چشمے اور ہکونی کی جھیل نے اس مقام
کو مشہور اور قابل سیر کر دیا ہے - اگرچہ کئی ہوٹل ہیں مگر وجیا ہوٹل سب سے بہتر اور عمدہ عمارت
ہے ہوٹل کے صحن میں ایک خوشنما فوارہ قدرتی چشمے کے خزانے سے مدد پاکر
ہر وقت چھوٹا رہتا ہے اور تمام پانی ایک کم عمق حوض میں جمع ہو کر زمین میں غائب
ہو جاتا ہے - ایک چشمہ گرم پانی کا بھی ہوٹل کے پیچھے سے آکر نل کے وسیلے سے
غسل خانوں میں پہنچتا ہے اور نہایت پاکیزہ لکڑی کے حوضوں میں جمع رہتا ہے - گرم چشمے

کا پانی بہت تیز گرم ہے - اِسلیے ٹھنڈے پانی کا بھی ایک نل حوض کے اوپر لگا دیا ہے کہ طبیعت کی خواہش کے موافق پانی سمو لیں -

صبح سے کُہر گھرا ہوا اور ابر چھایا ہوا ہے - ترشح ہو رہی ہے - اسلیے آج کا دن ہوٹل میں گزرا - مسٹر ہوس نے ہماری خیریت دریافت کرنے کو میانوشیتا سے تار دیا - ہمنے اُسیوقت ساڑھے آٹھ بجے شب کو جواب دیا کہ ہم کوبی پہنچ گئے ہیں - اَب خدا کے فضل سے طبیعت اچھی ہے مگر بالکل صاف نہیں - کل انشاءاللہ تعالےٰ اگر ممکن ہوا تو جاپان میل اسٹیمر میں سوار ہو کر یوکوہاما کو روانہ ہونگے اور جمعے کو تم سے آملیں گے -

۴ مئی - صبح کو مطلع صاف اور خوب کھُلی ہوئی دھوپ تھی - بارش کی وجہ سے ان صاحبوں کا ارادہ تھا کہ یوکوہاما کو چلے جائیں یہاں نہ ٹھیریں مگر مینہ کھُل جانے کی وجہ سے اُس ارادے کو بدل کر سہکونی جھیل اور بعض مندروں وغیرہ کو دیکھنے گئے -

ہکونی - میانوشیتا سے سات میل ہے اور پہاڑوں پہاڑوں راستہ جاتا ہے - نو بجے پہاڑی ٹٹوؤں پر سوار ہو کر چاروں آدمی یعنی مولوی فرخی - عبدالصمد خان - مسٹر ڈبن - مسٹر ہوس اور پانچویں کرنل رسڈن ایتوساں جاپانی سمیت روانہ ہوئے - جاپانی ٹٹو مضبوط - چالاک ہیں کے لمبے بال اور دُم بہت گھنی - خوبصورت بھی ہوتے ہیں - رسّی کی بنی ہوئی ایک جُرّاب گھوڑے کے سُم پر پہنا دیتے ہیں کہ پتھروں سے سم نہ گھسے - ایسی جراب اکثر بیلوں کے پانوں پر بھی چڑھاتے ہیں گو وہ نرم اور تر زمین میں چلائے جائیں - دو ایک جُرّابیں زائد بھی زین سے باندھے رکھتے ہیں کہ اگر تبدیل کی ضرورت ہو تو فوراً دوسری

چڑھاویں۔ غرضکہ میانو شیتا سے چل کر تنگ راستے سے پہاڑوں کے اوپر چڑھتے گئے۔ سیاہ اور لسدار مٹی ہی ذرا بھی تر ہوتی ہی تو جانور کو اُسمیں چلنا دشوار ہوجاتا ہی۔ مگر ٹٹو بہت آسانی سے ایسے ستوں کو طی کرتے ہیں۔ ساڑھے چار میل چل کر **اشنویو** Ashnoyo میں پہنچے۔ ایک مختصر چوبی عمارت میں چاہخانہ ہی اور اُسکے گوشے میں ایک کوٹھری کے اندر حمام اور معدنی گرم پانی کا چشمہ ہی۔ پانی میں گندہک کی زیادہ آمیزش ہی۔ پانی اُبلنے کے مقام پر ایک خوبصورت حوض لکڑی کا بنایا ہی۔ اُسمیں گرم پانی اُبلتا ہی اور کناروں سے چھلک کر نالیوں کے راستے سے نکل جاتا ہی۔ اِس حوض میں گٹھیا۔ خارشں وغیرہ کے بیمار نہاتے ہیں۔ کہتے ہیں پینا بھی بہت مفید ہی۔ چاندی کی چیز پانی میں دو ایک منٹ رکھنے سے سنہرے رنگ کی ہوجاتی ہی۔ چنانچہ مولوی فرخی نے ایک جاپانی سکے کو پانی میں ڈبو دیا۔ چند سکنڈ میں سنہری ہوگیا جو اُنکے پاس موجود اور ابتک سُنہری ہی۔ مولوی صاحب نے پانی پی کر بھی دیکھا۔ گوارا مگر گرم اور بودار تھا۔ بانس کے نل لگاکر جہاں چاہتے ہیں اس پانی کو لے جاتے ہیں۔ اِس ساڑھے چار میل راستے میں بھی اشنویو کے سوا کئی چار خانے ہیں۔ اشنویو سے چل کر بہت خراب رستہ ہی خصوصاً ہکونی کے قریب پہنچکر بہت ہی تنگ پتھریلی گھاٹی ہی جس میں پیادہ پا ہوکر جاتے ہیں۔

ہکونی ایک چھوٹی سی آبادی ہی۔ اُسکے نیچے ڈیڑھ میل لمبی۔ ڈھائی میل چوڑی پندرہ میل کے قریب دَور اور چالیس گز تنگ گہرائی چاروں طرف بلند پہاڑوں سے گھری ہوئی

ہکونی جھیل پر

فوجی یاما پہاڑ جو کبھی آتش فشاں تھا اور اب اُسکی مخروطی خوشنما چوٹی تمام برف سے ڈھکی ہوئی ہے کو ہکونی سے پچاس میل لے قریب دور ہے مگر اسقدر قریب معلوم ہوتا ہے کہ گویا آٹھ دس میل چل کر پہاڑ کے اس میں نیچے جا پہنچیں گے

آبادی کے قریب پہاڑ کی چڑھائی پر سنتو مذہب کا ایک مندر ہے - اس مندر کو ایک معتبر اور نامی شوگن نے اب سے تین سو پندرہ برس پہلے بنایا ہے - مندر کے راستے پر دونوں طرف بہت خوشنما موٹے اور بلند بلند کاج کے درختوں کی قطار ہے - اکثر درخت تین گز دور اور تیس ۳۰ گز تک اونچے ہیں اور سڑکوں پر بھی اس قسم کے درخت ہیں - مندر کی عمارت میں چندے کا روپیہ ڈالنے کو چند صندوق رکھے ہیں جسکا جی چاہے اُنمیں کچھ خیرات کے طور پر ڈالدے -

ہکونی جھیل کے اندر آبادی سے ملا ہوا ایک بلند ٹیلہ ہے جو جزیرہ نما کی طرح پانی کے اندر چلا گیا ہے - مکادو (شہنشاہ جاپان) کا ایک محل اُسکی چوٹی پر بنا ہوا ہے - اول ہکونی کے چار خانے میں جو جھیل کے اوپر مشرف ہے کھانا کھایا - اُسکے بعد کشتی میں سوار ہو کر جھیل سے پار اُترے - ہوا کی ٹھنڈی اور پانی کی برودت کی وجہ سے اسقدر سردی تھی کہ بغیر کچھ اوڑھے ہوئے بیمار ہو جانے کا اندیشہ تھا - چار خانے کی طرف سے کشتی میں کمل اور لحاف تیار رہتے ہیں - ایتوساں کی ہدایت سے سب نے کمل اوڑھ لیے - غرضکہ جھیل سے پار اُتر کر پیادہ پا چلے اور بہت چڑھائی

پر جا کر ایک آبادی میں پہنچے - معدنی گرم پانی کا چشمہ یہاں بھی ہی مگر گندہک کا نہیں صاف پانی ہی - جیسا میانوشیتا میں تھا - بازار میں ایک جگہ سے پانی نکلتا ہی اُس پر مکان بنا ہوا ہی اور چشمہ بطور حمام مکان کے اندر ہی اول مسٹر ڈن نے ذرا کیواڑ ہٹا کر جھانکا - چند عورتیں مادرزاد ننگی اُسمیں نہا رہی تھیں - اُس سے پچاس گز فاصلے پر پتھروں میں قدرتی سبے کینڈے دو گڑھے ہو گئے ہیں - اُنکی تہ سے بھی ایک سوت نہایت شفاف گرم پانی کا جاری ہی - اوپر تختے کی عمارت کا سایہ ہی - باہر کا حوض سوائے چھت کے اور سب طرف سے کُھلا ہوا ہی اور اندر کا سوا ایک دروازے کے سب طرف سے تختے کی دیواروں سے بند ہی - تین مرد دو عورتیں باہر کے گڑھے میں اور چودہ مرد عورتیں اندر کے حوض میں ننگی نہا رہی تھیں - اول مسٹر بدن نے پھر مسٹر ہوس اور کرنل رسٹن نے باری باری سے جا کر اُنکو دیکھا - جو اندر گیا ہنستا ہوا نکلا - دوسرے کو اشتیاق پیدا ہوا کہ اندر کیا سیر ہی جاپانی حیرت زدہ ہو کر ان اجنبیوں کا تماشہ دیکھتے تھے - سید عبدالصمد خان مولوی فرحی سب نے دھوکا کھایا اور ایک نظر دیکھکر لاحول پڑھتے ہوئے اُلٹے پاؤں نکل آئے -

جاپانیوں میں کسی قسم کا پردہ اور حجاب نہیں ہی - اُس سے زیادہ یہ سادگی تھی کہ وہاں سے نہاکے نکل کر اپنے گھر تک کپڑے پہننے کو چلے آتے تھے اور گھروں میں کپڑے اُتار کر حوض تک چلے جاتے تھے -

غرضکہ وہاں سے بہت دشوار چڑھائی پر قریب ایک میل کے آگے جا کر گندھک

کی کھان ہی جسکو جاپانی بڑا دوزخ کہتے ہیں۔ جابجا جلا ہوا پہاڑ اور زمین سے دھواں اور آگ نکلتی ہی۔ تمام پتھر سُرخ یا زرد ہو گئے ہیں۔ بالعموم چشموں کا پانی جو اِس کان سے گرتے ہیں سرخ رنگ پھٹکری اور سیس ملا ہوا مزا معلوم ہوتا ہی۔ بعض اور بھی زیادہ تلخ اور کھولتا ہوا گرم ہی۔ زمین بھی کہیں سرخ کہیں زرد ہو گئی ہی۔ پتھروں سے اکثر گندھک لپٹی ہوئی ہی۔ درخت اور گھاس بھی جلی ہوئی ہی۔ کہتے ہیں کہ یہ آگ ایک جگہ قائم نہیں رہتی مختلف مقامات میں کبھی کہیں کبھی کہیں پھوٹ نکلتی ہی گندھک کا پہاڑ ختم ہو کر پہاڑ کی کمر میں بہت تنگ راستہ ہی ایک آدمی چل سکتا ہی۔ ایک طرف بہت گہرا غار ہی جسمیں سب قسم کے گرم اور رنگین پانی کے چشمے مل کر ایک نالہ ہو کر بہتے ہیں۔

اسی پہاڑ کے اطراف میں **کوبک شا** Kobaksha نام جاپانی کمپنی کا ایک اسٹڈ Stud ہی جسمیں آٹھ سو گھوڑیاں اور گائیں رہتی ہیں۔ گھوڑیوں سے نسل بڑھائی جاتی ہی اور گایوں کے دودھ سے مکھن وغیرہ بنا کر شہروں کو بھیجا جاتا ہی۔

ہر مقام سے فوجی یاما پہاڑ کی چوٹی برف کا برقع اوڑھے ہوئے اپنا جلوہ دکھا رہی ہی۔ غرضکہ اِس دشوار گزار راستے کو طی کر کے پہاڑ کے نیچے اُترے۔ گھوڑے۔ جنکو ہکونی جھیل سے آگے روانہ کر دیا تھا دوسری راہ سے آکر یہاں کھڑے تھے۔ سوار ہو کر پانچ بجے شام کو میانوشیتا میں آ گئے۔ ہم تیسری کو جاپان میل اسٹیمر (ڈاک کا جہاز) میں سوار ہو کر براہ دریا یوکوہاما کو روانہ ہوئے اور اُسیوقت

مسٹر ہوس کو تار دیدیا کہ ہماری خیریت اور روانگی سے ہمارے دوستوں کو مطلع کر دیں۔

۵ مئی۔ ہماری روانگی کی اطلاع پا کر صبح کو چھ بجے مولوی فرخی وغیرہ بھی رکشا میں سوار ہو کر **یوکوہاما** کو چلے۔ اُتار تھا۔ رستہ بہت جلد طے ہوا۔ سانوستیا سے ڈھائی تین میل چل کر پہلے رستے کو چھوڑ کر **تماداری** Tamadari کی آبشار پر گئے۔ پہاڑ کی بلندی پر سبز جنگل میں بہت خوبصورت ایک جا رحانہ ہے۔ اُسکے سامنے کی طرف بلند پہاڑ ہے اور تقریباً بیس پچیس گز اونچا ہے۔ وہاں سے بیس گز چوڑی آبشار نہایت باریک اور خوشنما دھاروں میں گرتی ہے۔ عجیب دلچسپ نظارہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے تر و تازہ پھولوں کے نورانی چہرے پر مشاطۂ قدرت نے شبنم کی نقاب ڈالی ہے۔ آبشار کا پانی چمن کے قدموں میں آکر ایک قدرتی نشیب میں جسکا عمق چار گز سے زیادہ نہیں ہے جمع ہوتا ہے اور اُسمیں صدہا مچھلیاں سرخ۔ زرد اور سپید رنگ کی پلی ہوئی ہیں۔ پانی کے بیچ میں قدرتی چٹان تخت کی طرح واقع ہوئی ہے۔ چار خانے کے صحن میں رنگ رنگ کے پھولوں کی بہار لگائی ہے۔ اس آبشار کے دلفریب نظارے کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔ مگر سوا اسکے کہ انسان آنکھ سے دیکھے اور آنکھوں کو ٹھنڈا کرے۔

مولوی صاحب وغیرہ وہاں سے چل کر میو تو میں اور میو تو سے گٹ امیا تک ٹرامو سے میں اور گٹ امیا سے ریل پر سوار ہو کر ہم سے ملنے کی خوشی میں روانہ ہوئے اور ہم سے پہلے یوکوہاما میں پہنچکر جسطرح ہمنے پہلے ذکر کیا ہے ہمسے آملے۔

آج ہندوستان کی ڈاک بھی آئی ہے مگر تعجب ہے کہ امرپور سے کوئی تحریر ہمارے یا کسی دوسرے کے نام نہیں آئی۔ البتہ بمبئی۔ بریلی وغیرہ کے خطوط آئے اور اخباروں کا بھی ایک انبار۔

۶ ۔مئی ۔ چونکہ کسی قدر تکان اور کسل باقی تھا کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔

۷ ۔مئی ۔ صبح کو سویرے کھانا کھا کر۔ ساڑھے نو بجے ریل میں سوار ہو کر نکو Niko کو روانہ ہوئے یوکوہاما کا اسٹیشن اور اسٹیشنوں کی نسبت بڑا ہی۔ راستے میں چار جگہ گاڑی بدلنا پڑی ہی۔ بعض دہات میں جو راستے کے کنارے پر واقع ہیں۔ سرخ اور گلابی پھولوں کی بہار ہوئی ہی۔ خودرو جنگلی درخت ہیں مگر مکانوں کو آراستہ کرنے کی غرض سے چمن میں لگائے ہیں۔ یہاں سے جہاں جاتے ہیں گملوں میں اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اس امر سے قیاس ہو سکتا ہی کہ جاپانیوں کو کسقدر آرائش اور نیچرل چیزوں کے دیکھنے کا شوق ہی۔ قدرتی زرد اور سرخ پھولوں سے جنگل پٹا ہوا ہی۔ جہانتک نظر جاتی ہی یہی خودرو پھول نظر آتے ہیں۔ نیکو کے قریب پہنچکر ایک ایسی سڑک ملتی ہی جسپر بائیس ۲۲ میل تک دو طرفہ بلند اور ہم قد کاج کے درختوں کی قطار ہی۔ بہت خوبصورت درخت ہیں۔ جنگل میں جابجا زراعت کی طرح ناشپاتی کے باغ ہیں۔ ناشپاتی کے پودوں کو زمین پر لگا کر جب وہ ڈیڑھ گز بلند ہو جاتے ہیں تب اوپر سے تمام کھیت کو بانس کی ٹٹیوں سے ڈھانک دیتے ہیں اور درخت کی شاخیں ٹٹی کے خانوں سے نکال کر اوپر کی طرف پھیلا دیتے ہیں۔

پھل بھی اکثر اوپر کی شاخوں میں آتا ہی - ان درختوں کی موٹائی وو ڈیڑھ انچھ سے زیادہ نہیں ہوتی - اسی طرح جنگلی توت (جسکو کر توت بھی کہتے ہیں) بوئے جاتے ہیں جو ریشم کے کیڑوں کا چارہ ہی - دونوں قسم کے کھیت یعنی ناشپاتی اور توت بکثرت پائے جاتے ہیں - جنگلی درخت سرخ رنگ کے پتوں کا اکثر مکانوں میں آرائش کیواسطے لگاتے ہیں -

غرضکہ خوشنما جنگلوں سے گزرتے ہوئے شام کے قریب ہم نیکو اسٹیشن پر ریل سے اُترکر رکشا میں سوار ہوئے اور نیکو کے بازار میں ہوکر مقدس پل سے اُترکر دو ڈھائی میل راستہ طے کرنے کے بعد نیکو ہوٹل میں پہنچے - پہلے سے بندوبست کر لیا گیا تھا - انگریزی طرز کا ہوٹل اور اُسکے پہلو میں جاپانی ہوٹل ہی - ہوٹل کے سامنے ندی بہتی ہی اور پشت کیطرف بلند پہاڑ ہی - عمارت کے صحن میں فوارہ اور کم عمق حوض میں سرخ زرد اور ابلق مچھلیاں پلی ہوئی ہیں

۸ مئی - کھانے کے بعد سب ہمراہی گھوڑوں پر اور ہم رکشا میں سوار ہوکر نیکو جھیل کو دیکھنے گئے - چار میل کے قریب جاکر کسی قدر ایک چار خانے میں دم لیا - راستے کے داہنی طرف پہاڑ اور بائیں طرف بہت گہری ندی تھی - صرف راستہ ہی بیچ میں تھا - اُسپر بھی تھوڑی دور تک ٹراموے کی سڑک بنی ہوئی ہی - مگر ابھی ٹراموے جاری نہیں ہوئی - ہماری طبیعت کسی قدر کسل مند تھی اسلیئے مولوی فرخی اور عبدالمجید خاں کو ساتھ لے کر چار میل سے لوٹ آئے - کپتان کالون صاحب - مسٹر ہوس اور فتحیاب خاں وغیرہ جھیل پر گئے - بیان کرتے ہیں پہاڑوں کے بیچ میں چار میل لمبی دو میل چوڑی بہت خوبصورت جھیل ہی - ہم تو پہلے ہی نیکو میں آگئے تھے - شام

تک اور سب بھی واپس آ گئے۔ مولوی فرخی کو دوسرا ورتی کا دورہ ہوا جو دھوپ میں چلنے سے اکثر ہو جاتا ہے۔ کپتان کالون صاحب مچھلی کے شکار کی غرض سے جھیل پر رہ گئے تھے۔ علی الصباح واپس آئے اور ایک مچھلی سوا دو پونڈ وزن کی پکڑ لائے۔

۱۰ مئی۔ شب کو خفیف سا زلزلہ محسوس ہوا مگر ہمارے رفقا سے کپتان کالون صاحب بہادر اور مولوی فرخی کے سوا کسی اور نے نہیں دیکھا۔ اس ملک میں اکثر زلزلہ ہوتا ہے جسکا سبب آتش فشاں پہاڑوں کا قرب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر عمارت لکڑی اور تختے سے بناتے ہیں۔

نیکو میں ہوٹل کی پشت پر پہاڑ کے اوپر دو مندر بہت خوبصورت ہیں۔ چندو کا ئیں اور چارخانہ بھی ایک مندر کے احاطے میں ہے۔ کسی قدر اور زیادہ چڑھائی پر جا کر مشہور سونے کا مندر ہے۔ لکڑی پر نہایت عمدہ اور نازک منبت کاری کی ہے۔ مندر کے اکثر حصے پر خالص سونے کے پتر چڑھے ہوے ہیں۔ ان پر بھی خوشنما نقش و نگار کیے ہیں۔

اہل جاپان مبالغہ کرتے ہیں کہ جسقدر سونا تمام جاپان میں ہوگا اس سے کہیں حصے زائد اس مندر میں ہے۔ پہلے مندر کے برآمدے میں چند دیوؤں کی مورتیں نہایت ہیبت ناک سرخ بعض سیاہ رنگی ہوئی کھڑی ہیں۔ بعینہ ایسی شکلیں ہیں جیسے کاغذ کے مقوے سے بیچ بناتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے جاپانیوں کو بھی جلا ہندوستان

کی طرح دیوؤں کی نسبت عقیدہ ہی۔

نیکوہوٹل میں ہمکو بنہ پارسی ملے جو ستلج اسٹمر پر ہمارے ہم سفر تھے۔

۱۱ مئی۔ گیارہ کو ایک بجے کے بعد ہم مع ہمراہیوں کے رکشا میں سوار ہوکر امی چی Amichi اسٹیشن کو جو نیکو سے ایک اسٹیشن آگے ہی روانہ ہوئے کپتان کالون صاحب نیکو سے سوار ہو گئے۔ ہم صرف اس غرض سے کہ راستے میں جو بائیس ۲۲ میل سڑک پر کاج کے بلند اور تناور درختوں کی قطار ہی اُسکو دیکھتے ہوے امی چی سے سوار ہو گئے ایک اسٹیشن رکشا میں آئے۔ بعض درختوں کی بلندی تیس ۳۰ گز اور دور چھ ۶ گز تھا۔ نہایت خوشنما اور یکساں سیدھے درخت ہیں۔ ۷ مئی کو نیکو سے آتے ہوئے بھی یہ درخت دور سے معلوم ہوتے تھے۔ دو بجے سے قبل اسٹیشن پر آکر چار خانے میں ٹھیرے۔ ڈھائی بجے ریل آئی۔ سوار ہوکر ٹوکیو کو روانہ ہوے اور رات کو ساڑھے سات بجے ٹوکیو پہنچکر رکشا میں سوار ہوکر امپیریل ہوٹل کو گئے۔

یہ شہر بہت وسیع ہی۔ پندرہ لاکھ آدمی آباد ہیں۔ بازاروں میں گیاس کی روشنی ہی مگر اکثر دکانوں پر برقی لیمپ بھی لگے ہوئے ہیں۔ ٹیلیفون اور تار اس ملک میں ذرا ذرا سے گاؤں کو بھی جا سکتا ہی۔ مگر جاپانی یا انگریزی زبان کے سوا اور زبان میں ممکن نہیں۔ رات کو ہوٹل میں رہے۔ نہایت عالی شان عمارت ہی۔ ہوٹل کے ایک طرف شہنشاہ جاپان (مکاڈو) کے رہنے کا قلعہ اور شاہی محل ہی۔ قلعے کی خندق وسیع اور ہمیشہ پانی سے پُر ہی۔

۱۲ امئی - صبح کو کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا - سہ پہر کو سفیر انگلنڈ سے ملاقات مقرر ہی - ایک بجے سر ولیم پلوڈون صاحب جو میر مجلس کمشنر اور ہندوستان میں جابجا مختلف عہدوں پر رہ چکے ہیں اور نواب خلد آشیاں کے دوست ہیں - ہم سے ملنے کو آئے - نہایت خلیق بزرگ منش آدمی ہیں - سیاحت کی غرض سے جاپان آئے ہیں -

۰ و بجے کے قریب کپتان کالون صاحب اور ہم حسب قرار داد سفیر انگلنڈ کے مکان پر گئے - ۱۳ امئی کو سفیر صاحب نے دعوت ٹفن کے واسطے ہم سے وعدہ لیا اور وہیں جاپانی فارن سکرٹری سے بھی ملاقات ہوگئی -

شہنشاہ جاپان سے ملنے کا ارادہ تھا مگر محض اس خیال سے کہ اُنیس ۱۹ امئی کو جہاز گیلگ پر امریکہ کو روانگی مقرر ہوچکی ہی اگر شہنشاہ نے ملاقات کیواسطے اُنیس ۱۹ کے بعد کی تاریخ مقرر کی تو جہاز چلا جائے گا اور پھر دوسری ڈاک تک منتظر رہنا اور پروگرام بدلنا پڑے گا اس ارادے کو موقوف رکھا -

۱۳ امئی - آج بارہ بجے سفیر انگلنڈ ہمارے مکان پر آئے اور ہمکو اپنے ساتھ لے گئے - پہلے جاپانی فارن منسٹر (در پردہ دل مارہ) سے تعارف کرایا بعد کو ٹفن کے واسطے اپنے مکان پر لے گئے - سفیر انگلستان کا نام - ایم - ڈی بنسن M D Bensun اور جاپانی فارن منسٹر کا نام مسٹر موت سو Mr Mutsoo ہی - ٹفن کے بعد ہم ہوٹل میں واپس آگئے - چار بجے مسٹر موت سو

وزیر دول خارجیہ جاپان ہم سے ملنے کو ہوٹل میں آئے۔ انگریزی زبان بولتے ہیں مگر انکا تلفظ مشکل سے سمجھ میں آتا ہے۔ کہتے تھے مجھے شہنشاہ نے قید کر دیا تھا سلیے اُسی فرصت میں انگریزی زبان سیکھی ہے۔ شہنشاہ سے ہمارے نہ ملنے کی نسبت بہت افسوس کرتے تھے

شہنشاہ جاپان قلعے کے اندر جو پانی سے لبریز عمیق خندق سے محصور ہے رہتے ہیں نہایت مضبوط پتھر کا قلعہ ہے۔ فصیلوں پر سر سے پانو تک گھاس جمی ہوئی ہے

وزیر خارجہ اور اس درجے کے اور سردار دائی جن Daijin کھلاتے ہیں

اکثر جاپانی افسر اور ارکان دولت ڈاڑھی ورنہ موچھیں تو ضرور کہتے ہیں۔ باقی اہلِ ملک چار ابرو کا صفایا۔ ٹوپی تو بالعموم اہل جاپان نے انگریزی اختیار کرلی ہے مگر ارکان دولت اور تعلیم یافتہ لوگ لباس بھی انگریزی پہنتے ہیں۔ پولس اور فوج کی وردی فرانس سے مشابہ ہے۔ باقی اہل ملک ڈھیلی ڈھالی آستینوں کا چغہ اور رتہ بند۔ پانوں میں لکڑی کی بہت اونچی کھڑاؤں۔ مرد اور عورتیں لباس میں مشابہ ہیں

چونکہ ہمکو وزیر جاپان کے آنے کا انتظار تھا کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا مولوی فرخی۔ عبدالمجید خاں۔ مسٹر ٹڈن اور راتیوساں جاپانی ایک تماشے میں گئے جو چوگان بازی کی طرح یا پولو کے مثل سپہگری کا کرتب ہے۔ کئی میل تک بازار سے گزر کر نہایت خوشنما مربع تالاب پر پہنچے جسکے اطراف میں گھوڑ دوڑ کا چکر بنا ہوا ہے۔

تالاب کے اندر جزیرے کے مثل ایک چار خانہ اور سڑک سے آمد و رفت کے واسطے
پُل ہے - تالاب کی ایک سمت میں تماشہ خانے کی دو منزلی چوبی عمارت ہے - اوپر کے
درجے میں بینچ اور کُرسیاں بچھی ہوئی ہیں - عمارت کے صحن میں ایک تختہ جسکا
طول و عرض دو دو گز مربع ہے چاندماری کی طرح پر کھڑا ہے تختے کے بیچا بیچ ٹھیک مدور سوراخ
ہے اور اُسپر جالی کی ایک چلمن پڑی ہے - ترتیب یہ ہے کہ دس بارہ آدمی زرہ اُسپر
چار آئینے لگے ہوئے سر پر خود پہنے ہوئے ہاتھوں پر کُہنیوں تک آہنی
دستانے چڑھائے - قدیمی طرز کے لباس جنگ سے آراستہ نہایت خوبصورت
اور چالاک ٹٹوؤں پر سوار ہوکر گز سوا گز لمبی چھڑی سے جسکے سر پر سانپ کے
پھن کی طرح خمدار کفچہ تانت سے بُن کر لگایا ہے - گاف کھیلنے کی گیندوں کو اُس
کفچے سے اُٹھا کر بڑے تختے کے سوراخ پر دور سے پھینکتے ہیں - مقصود یہ ہے
کہ گیندیں اُس سوراخ سے پار نکل جائیں - سرخ سپید اور زرد رنگ کی ساٹھ
ستر گیندیں میدان میں جابجا ڈالکر - سواروں نے گھوڑے دوڑا کر اُس کفچہ دار چھڑی
سے ایک ایک گیند اُٹھا کر تختے کے سوراخ سے اُس طرف پھینکنے کی کوشش
کی اور اکثروں نے بہت جلد نشانے سے گیند نکالدی - جب ایک سوار گیند
اُٹھاتا ہے تو دوسرا اپنی چھڑی سے گرادیتا ہے اور سوار کو بھی گھوڑے سے گرانے
کی کوشش کرتا ہے - گھوڑے بھی بہت چالاک اور شریر ہیں اسقدر کشمکش
ہوتی ہے کہ تین تین چار چار گھوڑے اور سوار آپس میں گتھ جاتے ہیں اور گمان ہوتا ہے

کرسب اور پیچھے گریں گے مگر سوار کو ذرا بھی جنبش نہیں ہوتی نہایت مفید مشق ہو
ایک شخص نقارہ لیئے ہوئے تختے کے اُسطرف بیٹھا ہو - جب گیند پار نکل جاتی ہو
تو ایک چوب نقارے پر لگاتا ہو اور لکھنے والا سوار کا نام لکھ لیتا ہو - جب صرف
ایک گیند جسپر بازی کا خاتمہ ہو باقی رہجاتی ہو تو بڑی اندیشہ ناک تگ و دو ہوتی ہو
غرضکہ تین دفعہ چوگان بازی ہوئی اور ہر دفعہ ایک سوار کامیاب ہوا - سواروں کو تلوار
کی لڑائی سکھانے کے واسطے نہایت عمدہ مشق ہو - اس کرتب کو جاپانی زبان
میں داکیو یا Dakyo کہتے ہیں - داکیو شروع ہونے سے پہلے دو عورتیں
خوشنما رنگین لباس پہنکر نہایت عمدہ اور خوبصورت چالاک گھوڑوں پر سوار اس شان
سے کہ پشت کی طرف دو لکڑیاں کمر سے گردن تک بندھی ہوئیں اُنمیں سرخ زرد
اور سپید رنگ کے گزنٹ کا آٹھ دو گز لمبا تھیلا - تھیلے کے اوپر کے سرے پر جو
گردن کے پیچھے دونوں لکڑیوں سے بندھا تھا - بید کا حلقہ لگا ہوا - دوڑ کے
چکر پر تالاب کے چاروں طرف باری باری سے دو دو چکر کیئے - تھیلے میں ہوا ابھر کر
پھول جاتا تھا - عجیب قسم کا تماشہ ہو - زیادہ عجیب اور قابلِ التفات یہ امر ہو کہ دونو
ٹٹو ایک رنگ مشکی بہت ہی خوبصورت اور انوکھے جانور ہیں - اسکے بعد چند
پٹے باز جنکے سر پر خود - مُنہ پر آہنی جالی - پیٹ اور بغلوں میں چمڑے کے چار
آئینے - ہاتھوں پر دستانے چڑھے ہوئے آئے - اوّل دو شخص دو موسلوں سے
لڑتے - ہر ایک ضرب جو موسل پر پڑتی تھی دونوں مقابل اپنے اپنے حریف کی

طرف سے منہ پھیر کر خوب غرّاتے اور للکارتے تھے۔ اسی طرح چند جوڑ ایک قسم کے گدکوں اور بانسوں سے لڑے۔ ایک عورت اُسی قسم کا لباس پہنکر ایک مرد سے مقابل ہوئی۔ عورت کے ہاتھ میں لٹھ تھا اور مرد کے ہاتھ میں کج بانک کی شکل ایک لوہے کا آلہ تھا بانک کے خم میں درانتی کی طرح تیز دھار تھی اور نوک کے اوپر سوراخ میں دو ڈھائی گز لمبی رسّی بندھی ہوئی۔ رسی کے سرے پر بندوق کی گولی برابر گیند تھی۔ عورت بانس کے حربے سے مارتی تھی اور مرد رسّی سے رَدّ کرتا تھا کبھی چابک کی طرح مارتا تھا اور تاک میں تھا کہ حریف کو رسّی میں لپیٹ لے۔ غرضکہ بہت رَدّ و قدح کے بعد اُسنے مخالف کو مع بانس کے رسی میں لپیٹ کر درانتی میں گردن پھنسالی۔ نہایت عجیب لڑائی تھی۔ عورت مرد سے بہت زیادہ غرفش کرتی تھی کئی دفعہ اُس کج باگ اور رسّی سے عورت کو مغلوب کیا۔ بانس کی ضرب کو بھی رسّی سے روکتا تھا۔ اور کبھی اُس رسی سے مخالف کا حربہ چھین کر درانتی سے گردن دبا لیتا تھا اور حلق کو بائیں ہاتھ سے دبا کر زور کرتا تھا۔ گویا گردن کاٹ لے۔

ایک شخص نے آڑی ترچھی رسّیاں بغلوں میں اور گردن کے پیچھے ڈالکر اسطرح اپنے ہاتھ باندھ لیے کہ اوپر نہ اٹھ سکیں اور اُنہیں بندھے ہوئے ہاتھوں سے تین گز لمبی تلوار کو میان سے نکال لیتا تھا۔ نہایت عجیب مشق تھی۔

یہ تمام قصہ مولوی فرحی نے ہم سے آکر بیان کیا اور کرتب کرنے والے پٹے بازوں کی چند تصویریں لاکر دیں۔

غرضکہ وزیر جاپان ہوٹل میں ہمارے پاس آئے۔ مسٹر [illegible]
ساتھ تھے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر چا وغیرہ کی تواضع سے [illegible]
کرتے تھے کہ ہم شہنشاہ سے کہیں نہ ملے

عوام جاپانی شہنشاہ کا اصلی نام کنجو Kinjou [illegible]
Tensaman یعنی آسمان یا سب سے بلند کہتے ہیں اور [illegible]
سماں Kogosaman نواب ولی عہد کا نام ہوتا ہے [illegible] سان
بی بی کے شکم سے ہی ہرمیا Harmeya ہے شہنشاہ کے ایک [illegible]
ہوتی ہے اور بارہ خواصیں جنکو پسند کر کے نوکر رکھ لیتے ہیں۔ اور مثل بی بی کے
رکھتے ہیں۔ ایسی بی بی کو مکا کی سان کہتے ہیں اور بیاہتا بی بی کو اوکامی سان
ان دو قسم کے سوا ایک تیسری قسم کی بھی بی بی ہوتی ہے جو باہم تعشق کے بعد بغیر
نکاح مرد کے ساتھ ہو جاتی ہے اسکو یوروونّا Yorowanna کہتے ہیں
ملکہ حال شاہی خاندان سے ایک معزز شاہزادے کی بیٹی ہیں۔ یہ عجیب امر
مشہور ہے کہ کسی شہنشاہ کے گھر ملکہ سے اولاد نہیں ہوتی۔ انہیں بارہ مکا کی سان
میں سے کسی ایک سے اولاد پیدا ہوتی ہے عام طور پر بیاہتا بیبیاں ملی ہی شب
اپنے دانت سیاہ رنگ لیتی ہیں۔ جسکے سبب دوسری اور تیسری قسم کی عورتوں سے
ممتاز ہوتی ہے۔

جاپانی لوگ اگرچہ بدھ اور سنتو مذہب رکھتے ہیں اور لفظ سن کے معنی معبود

بیان کرتے ہیں۔ مگر خداوند عالم کو کھامی سامان Khanesaman (ریاست ...) یا اوگاموں (gamoo) کہتے ہیں۔

۱۴ مئی مولوی فرحی میانوشیتا کی بہت تعریف کرتے تھے اسلئے ہم کپتان کاون صاحب بہادر۔ عبدالحمید خان اور فتحیاب خان ٹوکیو سے ریل پر سوار ہو کر میانوشیتا کو روانہ ہوئے۔ ٹوکیو سے پون گھنٹے میں یوکوہاما پہنچ گئے۔ مولوی فرحی۔ عبدالصمد خان مسٹر ہوس اور مسٹر بڈن جونکہ پہلے وہاں ہو آئے ہیں یوکوہاما میں ٹھیر گئے۔ ہم ایتو سان گائیڈ کو ساتھ لئے میانوشیتا کو چلے گئے۔

چودہ۔ پندرہ۔ سولہ اور سترہ مئی کو مولوی صاحب وغیرہ یوکوہاما کی سیر کرتے رہے۔ ہم سترہ مئی کی شام کو میانوشیتا سے واپس آگئے۔ وہاں کی کیفیت پہلے بیان ہو چکی ہے مکرر لکھنے کی حاجت نہیں ہے۔

۱۸ مئی لوبیام ہاو بازار سے مختلف چیزوں کی تصویریں جو اس اجنبی ملک کی حالت کو ہمارے ہم وطنوں پر ظاہر کرتی ہیں خریدیں۔ شام کو گیلک جہاز پر کہ ہوٹل کے سامنے لنگر کئے ہوئے کھڑا تھا اسباب بھیجا گیا۔ ڈوب جانے کا اندیشہ ہے۔ منیجر نے عذر کیا کہ آج ہوا تیز اور دریا بشدت طوفانی ہے۔ ایسی حالت میں کشتی ڈوب جانیکا اندیشہ ہے جہاز پر اسباب نہیں جا سکتا۔ رات اسی فکر میں کٹی کہ دیکھیے صبح کو بھی جہاز تک جا سکتے ہیں یا نہیں۔

+ سان تعظیمی لفظ ہے صاحب کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ ۱۲

جاپان کے ضروری حالات

جاپانی امپائر میں باشندے۔ توکیو۔ یوکوھاما۔ کوبی۔ اوساکا۔ نیگاسکی۔ ھاکاڈاٹی اور وائی گیٹا۔ کے سب جگہ غیر ملک کا آدمی بغیر پاس پورٹ کے نہیں جاسکتا۔ پاس پورٹ۔ یعنی جس ملک کا آدمی ہو اُس ملک کے سفیر یا کانسل سے جو جاپان میں اپنی سلطنت کی طرف سے متعین ہو ایک تحریری سند سفر کی نسبت لینا چاہیئے۔

نائی گیٹا اور ہاکاڈاٹی کی ہر سمت میں بھی ۲۵ میل تک بغیر پاس پورٹ کے جاسکتے ہیں۔ کیوتو اور بیواجھیل تک جانے کو پاس پورٹ کانسل کے وسیلے سے کوبی کے حکام سے۔ اور ہکونی۔ میانوشیتا اور ناامی وغیرہ کے واسطے یوکوہاما سے مل سکتا ہے۔

جاپانی سکّے

چاندی کا سکّہ جسکو جاپانی زبان میں "ین" اور ہم لوگ ڈالر کہتے ہیں ہمارے سکّے کے حساب سے سوا دو روپیہ کا ہے۔ ایک ین کے سو سینٹ (جسکو جاپانی سین کہتے ہیں) ہوتے ہیں سین تانبے کا سکہ ہے اسکے سوا چاندی کے اور بھی سکّے ہیں۔ مثلاً پچاس سین۔ بیس سین۔ دس سین۔ پانچ سین۔ مگر پانچ سینٹ نکل کا بھی ہوتا ہے اور چاندی کا بھی۔ تانبے کے سکے دو سین۔ ایک سین اور نصف سین

کاغذ کے نوٹ یا ٹکٹ ۔ وہین اور پھر ایک ڈالر سے لگا کر اور صدہا تک ہوتے ہیں
یورپ میں جتنی زبانیں بولی جاتی ہیں سب میں تار پر خبر جاتی ہے۔ ملک کے اندر اندر
پہلے پانچ لفظوں کے واسطے جنمیں پتہ شامل ہے پچیس سینٹ پر فی لفظ پانچ سینٹ
امریکہ ہو کر یورپ کو دسویں روز اور چین ہو کر تمام ممالک دنیا کو ہر آٹھویں روز ڈاک
جاتی ہے۔ تمام ضرورتوں کی نسبت رہنمائی کیلئے کو انگریزی زبان میں کتابیں ملتی ہیں
جن سے جن رکشا ۔ ریل ۔ ٹرامو ے وغیرہ سب کا کرایہ معلوم ہو سکتا ہے۔ جاپانی
زبان سیکھنے کو ایسی کتابیں ملتی ہیں جسمیں فرنچ ۔ انگریزی اور جاپانی الفاظ لکھے
ہوتے ہیں۔

ہمارے [illegible] یان میں کسوم میل اور چمڑا مفید تجارت چیزیں ہیں ۔ اور جاپان
سے سوا ے لکڑی ۔ چینی ۔ تام چینی کے عمدہ ظروف اور اسباب ۔ ریشم کے تھان
ریشمی رومال وغیرہ دھیلا پتھر کی عینکیں بنتی ہیں جاپان میں بہت آرام ملتا
ہے ۔ مولوی صاحب نے یوکوہاما سے دھیلے کے عینے بنائے تال فی
جوڑ ایک ڈالر کو خریدے ۔ اگر بجیر ترشا ہوا پتھر خرید اجاے تو بہت ارزان ہے ۔
باقی حالات گائیڈ بک پر منحصر ہیں جو جائے گا ضرور بقدر ضرورت ہر قسم کی
کتابوں سے مدد پائے گا ۔

بحر الکاہل

(تاریخوں کے حساب سے انیس ۱۹ روز ۔ دنوں کے شمار کے حساب سے ۲۰ روز)

۱۹ مئی - خدائے تعالیٰ کا شکر ہے - صبح کو مطلع صاف اور ہوا رُکی ہوئی ہے - کھانے
کے بعد جاپانی بوٹ میں مع اسباب کے سوار ہو کر جہاز پر آ گئے - گیلک جہاز ستلج سے کسی قدر
بڑا ہے - طول میں ۴۲۰ ۳/۴ فیٹ اور چوڑائی ۴۲ ۱/۲ فیٹ وزن ۴۲۰۶ - ٹن یا ۱۱۰۷۶۸ من رفتار
فی گھنٹہ ۱۴ ناٹ - درجہ اول کے سادہ ۵ تتق پائے جاتے ہیں (۸۰) ۱۸۸۵ء کا بنا ہوا ہے ڈک
پر پچاس فسٹ کلاس کیبن ہیں - نیچے تتق میں چھ سو چینا جو مزدوری وغیرہ کی غرض سے ہانگ کانگ جا رہے
ہیں سوار ہیں - دوسری طرف چند جاپانی شرفا ہیں فسٹ اور سکنڈ کلاس امریکن اور یورپین وغیرہ سے
سے بھرا ہوا ہے ہماری کیبن ڈک کے نیچے والے درجے میں ہے مولوی فرخی اور فتحیاب خان ڈک
کے اوپر ایک بڑی کیبن میں ہیں - اتفاق سے انکو چار پلنگ کا کیبن عمدہ موقع
پر مل گیا ہے مولوی صاحب کو جسقدر ہوادار اور وسیع کیبن سے راحت ہے اُس سے
بدرجہا زیادہ نفرت انگیز چینیوں کا قرب ہے - جو صبح سے شام تک کیبن سے واطراف
میں ڈک پر پھرتے رہتے ہیں اور کھانا کھانے کے وقتوں کے سوا ہر وقت ایسا
جوا کھیلا کرتے ہیں - اِن لوگوں کی غذا یہ ہے کہ گوبی وغیرہ کے پتے جو باورچی خانے
سے پھینک دیئے جاتے ہیں اُنکو پانی میں جوش دیکر پتلا شوربا بنا لیتے ہیں -
کبھی کیڑے مکوڑے اور کبھی مرغیوں کی آلائش اور خون جو ہمارے واسطے ذبح
ہوتے ہیں اُس شوربے میں ملا کر پیتے ہیں - دو تیلیوں سے خشکہ مُنہ میں بھرتے
جاتے ہیں - اسقدر کثیف طبیعت ہیں کہ صبح کو ایک گھڑے طباق میں جو ٹین کا بنا
ہوا ہر شخص کے پاس ہے پانی بھر کر پہلے دانتوں پر برش پھر اُسی میں مُنہ دھوتے ہیں

پھر اُس پانی سے کپڑا بھگو کر تمام بدن کو دھوتے ہیں اور پانی پھر اُس ظرف میں نچوڑ لیتے ہیں۔ غرض اُس ڈیڑھ دو سیر پانی سے سب کام کر لیتے ہیں۔

دریا چونکہ کسی قدر متلاطم ہے مولوی فرخی اور فتحیاب خاں کو دوران سر ہے۔ چینیوں کی کثرت اور کثافت نے اُس حصے کی ہوا کو ناپاک کر دیا ہے۔ مولوی فرخی کو اور دفعہ کی نسبت زیادہ سخت دورہ ہوا۔ کئی روز صفراوی قے اور درد سر رہا۔ چونکہ اس جہاز میں باورچی اور خدمتگار سب چینا ہیں۔ ہم میز پر کھانا نہیں کھاتے اپنی کیبن میں بسکٹ وغیرہ کھاتے ہیں۔ یا کسی قدر غذا ہمارا باورچی بہت احتیاط سے پکالاتا ہے۔ مولوی فرخی بھی سوائے بسکٹ اور خشکہ کے جو ہمارے نوکر اپنے واسطے پکاتے ہیں اور کوئی چیز نہیں کھاتے یہی حال چین اور جاپان میں رہا کہ چین میں داخل ہوتے ہی ہمنے سوائے اُس گوشت مرغ کے جو ہمارا باورچی ذبح کر کے پکاتا تھا اور سب قسم کا گوشت ترک کر دیا تھا۔ زیادہ تر یہ خیال مانع تھا کہ گو ہوٹلوں میں فرنچ وغیرہ اہل کتاب ہیں مگر شائد غیر کتابی قوموں کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا بھی بازار سے لیتے ہوں۔

بہر حال بحر الکاہل (پیسفک اوشن) میں جو ہزاروں میل لمبا اور تقریباً ساڑھے پانچ ہزار میل جاپان سے امریکہ تک چوڑا ہے خدا کے توکل پر چلے جاتے ہیں۔ کنارہ ہم سے ہزاروں کوس دور ہے۔ جاپان سے ہوائی اور ہوائی سے سین فرانسسکو SanFranasco تک آبادی یا جزیرہ کوئی سہارے کی جگہ نہیں ہے۔ دریا کی

راہ سے ہمکو یوکوہاما سے ہوائی تک تین ہزار تین سو انتالیس[٣٣٣٩] ناٹ اور ہوائی سے
سین فرانسسکو تک دو ہزار پچاس ناٹ مسافت طی کرنا ہی جسکا مجموعہ پانچ ہزار چار سو چالیس
ناٹ ہی اگر یوکوہاما سے سیدھے جاتے اور ہوائی کو دہنی پر چھوڑ دیتے تو چار ہزار پانسو
میل جانا ہوتا اور نو سو بیس میل مسافت کم ہو جاتی -

جاپان جہاں سے ہم امریکہ کو روانہ ہوئے ہیں گوگوشیما Kogoshima
سے یسو Yasu اور کوناسیری Konasey تک تیس درجہ
شمالی سے پینتالیس[٤٥] درجے تک شمال کی طرف پھیلا ہوا ہی - اسی طرح شرقی درجوں
میں ایک سو تیس[١٣٠] سے ایک سو چالیس[١٤٠] اور یزو Yesso کا آخر حصہ ایک سو پینتالیس[١٤٥]
تک واقع ہوا ہی - اگر ہم سیدھے وینکوور Yencouver جاتے تو یوکوہاما
سے جو ساڑھے تینتیس[٣٣½] شمالی عرض پر ہی ساڑھے سولہ[١٦½] درجہ اوپر کو جانا ہوتا - کیونکہ
وینکوور تقریباً پچاس[٥٠] عرض شمالی پر ہی - مگر ہمارا جہاز ہوائی ہو کر سین فرانسسکو جاتا ہی اور
ہوائی بہ نسبت وینکوور کے جنوب کے رخ بیس[٢٠] درجہ شمالی پر ہی - یہاں سے پھر
سین فرانسسکو اور چڑھ کر چھتیس[٣٦] شمالی کے قریب ہی - اس سبب سے ہمکو ساڑھے
تینتیس[٣٣½] سے بیس پر اور بیس سے چھتیس[٣٦] پر جانا ہوگا - ہوائی کا طول شرقی
ایک سو چھپن[١٥٦] - وینکوور کا ایک سو اٹھائیس[١٢٨] اور سین فرانسسکو کا ایک سو
بائیس[١٢٢] ہی -

ہندوستان میں ہمارا وطن صوبہ مغربی و شمالی کا حصہ قریب چھبیس[٢٦]

یا ستائیس عرض شمالی اور اُناسی[۷۹] طول شرقی پر ہے۔ اور خاص شہر رام پور اٹھائیس[۲۸] شمالی اور اُناسی[۷۹] شرقی پر واقع ہوا ہے۔ جاپان تینس[۳۳] شمالی اور ایک سو تینس[۱۳۳] طول شرقی پر ہے اس سے موسم کا فرق معلوم ہو سکتا ہے۔ بہر تقدیر اس بحر ذخار میں جو بعض جگہ دو میل تک گہرا ہے خدا کے توکل پر چلے جاتے ہیں۔ کوئی آبادی یا کنارہ قریب ہوتا ہے تو انسان کے دل کو ایک قسم کی خیالی ڈھارس ہوتی ہے مگر اِس سفر کے طے کرنے والوں کی تسکین کا خیالی نشانہ تمام مسافت راہ میں **ہانا لولو** ہے۔ یوکو ہاما سے سات آٹھ روز رات دن چل کر ایک چھوٹا سا ویران جزیرہ ملتا ہے۔ جسکا عرض وطول غایت درجہ چھ اور تین میل ہوگا جس روز سے ہم چلے ہیں کوئی بات لکھنے کے قابل نہیں ہے مگر صرف یہی ویران جزیرہ۔ ہمارا جہاز جزیرے کے بہت قریب سے گزرا۔ سپید چمکدار چونے یا کھریا کے مثل زمین اور جا بجا خال خال بڑے۔ اکثر چھوٹے درخت اور کہیں کہیں گھاس معلوم ہوتی ہے۔ کئی میل تک ایک سبز دیوار سی نظر آتی ہے افسران جہاز سے (جو ہمیشہ اس راہ سے گزرتے ہیں) معلوم ہوا کہ گھونگے سیپیوں وغیرہ کا انبار ہو کر دریائی پرندوں کی بیٹ سے (جو رات کو وہاں بسیرا کرتے ہیں) گھاس جم آئی ہے۔ جزیرے کے اطراف کا پانی غالباً سفید مٹی کی آمیزش کے باعث گہرا زنگاری نظر آتا ہے۔

چند روز ہوئے اِس جزیرے کے قریب ایک جہاز تباہ ہو گیا تھا۔ پندرہ[۱۵] آدمی جو جہاز پر سوار تھے کنارہ قریب ہونے کے سبب سے خشکی پر پہنچ گئے اور سولہ[۱۶]

مہینے تک اِس ویرانے میں دنکو دھوپ۔ رات کو اوس اور گاہ گاہ لگاتار بارش کے صدمے سہتے رہے بندوقیں اور کسیقدر باروت وغیرہ ساتھ تھی جن سے دریائی پرندوں کو (جو راتکو کشتی میں بسیرا کرتے ہیں) مار کر کھاتے تھے۔ پانی جب بارش کا بھی نہ ملا تو کنوئیں کھود کر کثیف پانی پینے سے اور بہتیری تکلیفوں کی وجہ سے دس بارہ آدمی مر گیے۔ اوّل تو اِس راہ سے جہاز کم گزرتے ہیں اور اگر کوئی جہاز نکلا بھی تو کہرا یا ابر حائل تھا ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکا۔ آخر ایک جہاز ایسے وقت گزرا کہ مطلع صاف تھا اور تباہ شدہ مسافروں کی علامت کو جو لکڑی پر کپڑا باندھکر بلند کر رکھی تھی اہل جہاز نے دیکھکر جہاز روکا اور سب کو اٹھا لیا۔

جمعرات کے روز پچیس (۲۵) مئی کی رات کو ہم ایک سو اسّی درجہ شرقی یعنی کرہ زمین کے اُسطرف اُتر گئے اسلیئے جو روز پچیس مئی کو ایک سو اسّی ڈگری سے اِسطرف تھا وہی جمعرات کا دن اور پچیس ۲۵ تاریخ دوسرے دن اُدھر واقع ہوئی اسکا سبب یہ ہے کہ آج ہم نصف کرہ زمین سے دوسرے نصف حصے پر پہنچے۔ اسلیئے پورے ایک دن کا فرق واقع ہوا۔ یہاں دن ہی تو ہندوستان وغیرہ ممالک میں رات ہے۔ ہماری طرف والے نصف کرہ پر آفتاب پہلے نکلتا ہے اور دوسری طرف بارہ گھنٹے بعد۔ مثلاً طول شرقی تین سو ساٹھ (۳۶۰) درجے پر منقسم ہے۔ ایک درجے سے دوسرے درجے تک چار منٹ طلوع و غروب میں فرق ہوتا ہے۔ اسلیئے ایک سو اسّی درجے مسافت پر پورے بارہ گھنٹے (۱۲) کا فرق ہو جاتا ہے یعنی آفتاب

ایک درجہ مسافت چار منٹ میں طی کرتا ہی۔

غرضکہ چھبیس ۲۶ مئی تک سوائے اُس ویران جزیرے کے جسکا ذکر کیا گیا ہی اور کچھ نہیں دیکھا البتہ آسمان کے زنگاری کاسے میں بھرا ہوا اور دائرے کی قید سے نکل جانے کو موجوں کی تک ودو کا سمان ہر وقت پیش نظر ہی۔

۲۸ مئی۔ آج اٹھائیس مئی کو یوکوہاما سے چلنے کے حساب سے گیارہواں دن اور انتیس ۲۹ مئی ہی۔ مگر ۲ مئی دو دفعہ واقع ہونے کے سبب سے دسواں دن اور اٹھائیس تاریخ ہی۔

ایک چھوٹا سا ویران پہاڑ ڈیڑھ دو سو فیٹ پانی سے اوپر نکلا ہوا نظر آتا ہی۔ پہاڑ پر کوئی درخت دکھائی نہیں دیتا شائد گھاس وغیرہ ہو۔ البتہ دریائی پرند اس پہاڑ میں بسیرا کرتے ہیں۔

رات سے دریا زیادہ متلاطم ہی۔ ہوا بھی دو روز سے نہایت تند اور مخالف ہی جسنے جہاز کی رفتار کو معمولی چال سے بھی کم کر دیا۔ رات کو اس خیال میں سوے کہ صبح کو انشاء اللہ تعالے سنہر ہانالولو میں جو جزیرہ ہوائی کا دارالسلطنتہ ہی پہنچینگے۔

اوّل یہ پروگرام رکھا تھا کہ دس روز ہوائی میں رہکر وہاں کے آتش فشاں پہاڑ اور جزائر کی سیر کریں گے اور ۷ جون کو سٹی آف پیکن City of Pucon نام جہاز پر سوار ہو کر امریکہ کو جائیں گے۔ مگر اب یہ مشورہ ہی کہ اسی جہاز پر امریکہ کو چلے جائیں

ہوائی میں نہ ٹھیریں۔

۲۹ مئی - آٹھ بجے صبح سے ہوائی کے پہاڑ نظر آتے ہیں۔ ایک بجے کے بعد ہانا لولو کے کنارے پر جہاز نے لنگر کیا۔ دور سے شہر پست اور چھوٹا معلوم ہوتا ہی۔ آبادی نشیب و فراز میں واقع ہوئی ہی۔ کنارے پر پانی کا رنگ یہاں بھی زنگاری ہی۔ گہرا ابھی زیادہ ہی۔ لنگر ہوتے ہی ہم بادبانی بوٹ میں سوار ہو کر شہر کو گئے۔ ہوائی میں پچاس ہزار چینی بھی رہتے ہیں۔ انھیں سے کسی متمول چینا کی بی بی ہمارے جہاز پر سوار ہو کر اپنے شوہر کے پاس آئی ہی۔ چنانچہ کئی گھنٹے پہلے سے زردوزی ریشمی لباس اور زیور سے آراستہ ہو کر جہاز سے اُترنے کو مہیا تھی۔ شرافت و تمول کی علامت یعنی پاؤں اسقدر چھوٹے تھے کہ خود نہ اتر سکی۔ ایک عیسائی نے گود میں اٹھا کر کشتی میں رکھ دیا۔ کنارے پر بھی دریا میں تلاطم تھا۔ بہزار دقت بخیر خشکی پر پہنچے۔ بادل گھرا ہوا ہی اور پھینیاں پھینیاں مینہ برس رہا ہی۔ اسکلے پر چند گاڑیاں ہمارے انتظار میں کھڑی تھیں۔ مع ہمراہیوں کے سوار ہوئے اور شہر میں ہو کر ہوٹل میں آ گئے۔

شہر ہانا لولو میں پندرہ ہزار چینی۔ بیس ہزار جاپانی۔ اسی قدر امریکن اور پرتگیز باقی اصلی باشندے جنکی صورت ہو بہو ہندوستانی دکھنیوں کے مثل ہی آباد ہیں۔ اصلی باشندے پہلے بت پرست تھے مگر اب عیسائی ہیں۔ ہوائی کی زبان علیحدہ ہی مگر مہذب لوگ انگریزی بولتے ہیں۔ شہر اور ملک کی ہیئت کوکن یا بمبئی سے مشابہ ہی۔ اسی قسم کے درخت اسی جنس کے جانور ہیں۔ البتہ آب و ہوا میں اختلاف ہی۔ آجکل آموں

کا موسم ہے درختوں پر زرد سیندوریا آم لگے ہوئے ہیں۔ کیلہ۔ امرود۔ تاڑ۔ ناریل۔ کھجور۔ املی۔ ببول اور سرخ مرچ کے درخت۔ جانوروں میں مینا اور کوّا وغیرہ ہمارے ملک کی نسل معلوم ہوتے ہیں۔ بازار میں اناس۔ تربوز اور خربزے گویا ہم بمبئی میں آگئے ہیں تربوز تقریباً بیس سیر بھاری پندرہ آنے کو۔ اناس چار آنے کو آم بارہ آنے کے بیس دانے تربوز تو اس ملک سے بہتر شائد دنیا میں کہیں ہو۔ سرخ گہرا رنگ۔ بیج سفید اسقدر شیریں کہ گویا قند ملا ہوا ہے۔ آم بھی بمبئی کے آم کے مثل ہے۔ خربزا سردے سے ملتا ہوا ہے۔ خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان اور سیلون کے بیچ کی زمین یہاں لاکر رکھدی ہے۔ آدمی سیاہ فام۔ سانولے۔ لباس انگریزی۔ کم مقدرت عورتیں ننگے پانو۔ شانوں سے پانوتک صرف ایک سایہ پہنتی ہیں۔

اِس ملک کے پہلے بادشاہ کا نام **کالاکوا** تھا۔ اُنکے لاولد فوت ہونے کے باعث اُنکی بہن **ملکہ لیلی یو کلینی** بادشاہ ہوئی۔ چونکہ سلطنت میں امریکن اور دوسرے پردیسی کارکن تھے جب حد سے زیادہ دخیل ہوگئے تب ملکہ نے چاہا کہ امریکن وغیرہ پردیسیوں سے کل اختیارات حکمرانی نکال کر زمام سلطنت آزادی کے ساتھ اپنے ہاتھ میں رکھیں مگر اس خبر نے پردیسیوں کو مشتعل کردیا۔ فوج بھی امریکن عیسائیوں کی تھی۔ ممبران کونسل نے غفلتاً کئی سو سپاہی بھیجکر اوّل ملکہ کا محاصرہ کیا اور اُسکے بعد معزول کردیا اور جمہوری سلطنت قائم کرکے **یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ** سے درخواست کی کہ تم اس ملک پر قبضہ کرلو۔ مگر یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ بھرا پُرا ملک ہے

اُنھوں نے کچھ خیال نہیں کیا ملکہ اسی شہر میں رہتی ہیں۔ اصلی باشندے اکثر اُن کے طرفدار ہیں۔ پارلیمنٹ ہوس آجکل خالی پڑا ہے۔ سلطنت کے دفتر پر امریکن سوجروں کا پہرا ہے۔ رات کو کئی سو سپاہی طلاسے پر رہتے ہیں روز اندیشہ رہتا ہے کہ ملکہ کے طرفدار دفعتہً حملہ کرکے گورنمنٹ ہوس اور دفتر پر قبضہ نہ کرلیں۔ اہلِ شہر کو ہر شب دھڑکا رہتا ہے کہ دیکھیے صبح کو سر دھڑ پر پاتے ہیں یا روز کی دردسری کے بارسے سبکدوشی حاصل ہوجاتی ہے غرضکہ عجیب کشمکش اور کج داروں مریز ہے اگر بادشاہ کو رکھنا لازم ہوگا تو مخالفین ملکہ کا خیال ہے کہ پھر ملکہ کو بادشاہ نہ بنائیں گے بلکہ اُن کی ایک بھانجی کو جو لندن میں تعلیم پاتی ہے بادشاہ بنائیں گے۔ برٹش گورنمنٹ کہتے ہیں ملکہ کی طرفدار ہے۔

ہم ہمراہیوں سمیت رات کے کھانے تک ہوٹل میں ٹھیرے رہے۔ کپتان کالون صاحب مولوی فرخی اور نجیاب خان کسی قدر دن سے جہاز پر چلے گئے۔ اخباروں کے وسیلے سے اور اس سبب سے بھی کہ ہمنے دس روز قیام کی نسبت ہوائن ہوٹل کو پہلے سے خبر دی تھی ملکہ کو ہمارے وارد ہونے کا دن معلوم تھا۔ ملکہ نے اپنی طرف سے لارڈ جمبرلین کو مزاج پرسی کے واسطے بھیجا اور ہمارے ورود سے اظہار شکر و مسرت کیا۔ صبح کو آٹھ بجے ہمنے اُن سے ملنے کا وعدہ کیا ہے۔ رات کو کھانے کے بعد ہم جہاز پر آگئے۔ صبح کو ملکہ سے ملنے گئے۔ کپتان کالون صاحب بہادر اور نجیاب خان ہمارے ساتھ تھے۔ ملکہ دروازے تک

آکر ہمکو ملے گیئں کسی قدر صحت کے بعد اسلیئے کہ جہاز لنگر اُٹھانے والا تھا واپس آ گئے
ملکہ کی عمر اُنکے چہرے سے پچاس برس کی معلوم ہوتی ہے۔ بُشرے سے پرافسردگی نمایاں
ہے جسکا سبب ظاہر ہے کہ ملک میں فساد ہو رہا ہے۔ خوب ہوا کہ ہم دس روز نہ ٹھیرے ایسے
شہر میں مسافر کو کیا لطف ہو سکتا ہے۔ جس روز ہمارا جہاز ساحل پر ٹھیرا رہا اُس شب میں
بھی حملے کا اندیشہ تھا۔ یہاں کی عورتیں مردوں کی طرح گھوڑے پر چڑھتی ہیں۔
شہر کی عمارت انگریزی طرز پر ہے۔ بازار نہایت خوشنما اور سڑکیں بہت وسیع ہیں۔

۳۰ مئی لغایتہ ۶ جون ۱۸۹۳ء بارہ بجے جہاز نے لنگر اُٹھایا اور پھر
اُسی بحر متلاطم میں صبح سے شام اور شام سے صبح تک ساعتیں شمار کرتے ہوئے ساتویں
روز چھٹی جون کو سین فرانسسکو میں پہنچے۔

امریکیہ

۶۔ جون ۱۸۹۳ء سے ۲۔ اگست ۱۸۹۳ء ۵۹۔ روز

۶۔ جون۔ دریا سے شہر نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ دونوں طرف پہاڑ ہیں جن پر
کہیں کہیں عالیشان عمارتیں اور نہایت خوشنما درخت اور چمن لگائے ہیں۔ دس بجے
جہاز نے لنگر کیا۔ کپتان کالون صاحب بہادر اور عبدالمجید خان اسباب کے اُتروانے
کو جہاز پر ٹھیرے رہے اور ہم اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر پیلیس ہوٹل میں آئے۔
سات منزل کی نہایت عالیشان عمارت ہے نیچے کی منزل میں حجام درزی وغیرہ کی دکانیں

ٹیلی گراف آفس - ہوٹل کا دفتر اور باورچی خانہ طامس کک کا دفتر ہے - اوپر کی چند منزلوں پر مہمان رہتے ہیں - تمام عمارت میں ایک ہزار دوہرے اور اکہرے کمرے ہیں اور دو دو کمروں کے بیچ میں ایک ایک غسل خانہ شامل ہے - ہر درجے پر جانے کو زینے کے سوا لفٹ آمادہ رہتی ہے - سب کمروں میں برقی اور گیس دونوں طرح کی روشنی کے جھاڑ اور لیمپ لگے ہوئے ہیں - رات ہو یا دن جب چاہیں اپنے ہاتھ سے روشن کر سکتے ہیں شہر میں بعض مکان بارہ منزل تک بلند ہیں - بازار کی سڑک میں دوہری لائن ٹرامو کی ہے - تین قسم کی ٹراموے چلتی ہے - ایک تو بمبئی کے مثل گھوڑے کی - دوسری برقی جسکے واسطے خبر کے تار کے مثل ایک تار لگا ہوا ہے اور گاڑی کی چھت پر ایک لوہے کی چھڑ ہے - چھڑ کے سرے پر چھوٹی سی چرخی لگی ہوئی ہے جو تار سے وصل ہو کر چلتی ہے - تار سے برقی اثر اُس چھڑ کے ذریعے سے یہوں تک آتا ہے - جب چرخی کو تار سے ذرا الگ کر دیا گاڑی ٹھیر گئی - تیسری قسم کابل ٹراموے کہلاتی ہے - کابل لوہے کے رسّے کو کہتے ہیں - زمین کے اندر اندر ایک بند نالی میں لوہے کا رسا لگا ہوا ہے جو انجن کے زور سے کھنچتا ہے اور گاڑی کی بیندی میں جُڑا رہتا ہے - اِسی قسم کی ایک ٹراموے ہانگ کانگ میں بھی تھی برقی میں بھی رسّے کی کشش رکھی ہے جس سے بڑی قوت ہے - امریکہ میں گھوڑے نہایت خوبصورت - زبردست اور بلند ہوتے ہیں - بعض گھوڑے ہمنے بلندی میں سترہ سے زیادہ دیکھے - بوجھ لادنے کی گاڑیوں میں اکثر چار گھوڑے لگاتے ہیں اور سواری میں دو - اچھے سے اچھا گھوڑا چھ سو روپے

کو مل سکتا ہی ترکاری اور فواکہ بیچنے والے اکثر ایک گھوڑے کی گاڑی میں رکھکر سودا بیچتے ہیں۔ بعض ہاتھ گاڑی میں بھی لیئے پھرتے ہیں۔ اکثر لڑکے اور غریب عورتیں لکڑی کے خوانچے میں ساحلی وغیرہ کا اسباب گلے میں لٹکائے بیچتے پھرتے ہیں۔ جاپانی پانچہزار اور چینی پچاس ہزار اس شہر میں رہتے ہیں جنکے محلے چیناٹوں اور جاپانی ٹوں شہر کے کنارے پر علیحدہ ہیں۔ جو چینا پہلے سے بستے ہیں بسیں۔ مگر نئے آدمی کو اس ملک میں آنے کی اجازت نہیں ہی۔ اِنکے سوا تین لاکھ سے کچھ زیادہ یوروپین۔ امریکن ہیں۔ اگرچہ شہر بہت بڑا نہیں ہی۔ مگر نہایت خوبصورت آبادی ہی۔ مکانات اکثر لکڑی۔ پتھر اور بعض بعض اینٹ کے بھی ہیں اور عام طور پر خاکستری رنگ کیا ہوا ہی۔

کارٹی گھوڑے کی سڑک پتھر کے چوکوں سے کھڑکھڑی بنی ہوئی ہی اسلیئے گاڑی چلنے میں نہایت ناگوار آواز ہوتی ہی۔ سڑک کے دونوں طرف پیادہ چلنے کی پٹری ہی۔ جسکو چھ سات انچہ گہرا کرکے ڈامر[+] یالا لاکھ کی طرح پگھلنے والے مصالح سے کناروں تک بھر دیا ہی۔ نہایت صاف اور نرم ایک سطح ہوگیا ہی تمام دُکانوں کے آگے بڑے دروں میں چار گز بلند شیشے کا ایک چوڑا تختہ لگا ہوا ہی۔ اسباب اندر رکھا ہوا نظر آتا ہی اور مکان بند ہی۔ جو چیز باہر سے دیکھکر پسند ہو دروازے کی طرف سے اندر جاکر خرید سکتے ہیں

[+] ڈامر لاکھ کے مثل ایک مرکب مصالحہ ہی۔ یا مثل تارکول ہی۔

۷-۸-۹ جون - ساتویں کو کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا - اٹھویں کو کھانے کے بعد گولڈن گیٹ پارک میں گئے - اس شہر میں یہ باغ خوش فضا ہونے کے باعث مشہور سیر گاہ ہی - مولوی فرخی - عبدالمجید خان عبدالصمد خان وغیرہ ہمارے ساتھ تھے - بازار و نہایت خوش نما کوچوں سے گزر کر پارک کے دروازے پر پہنچے ہوٹل سے دو ڈھائی میل مسافت ہی - دروازے سے پیادہ ہو کر پارک میں داخل ہوئے - کئی میل لمبا چوڑا باغ ہی اور زمین کے نشیب و فراز میں جد بد حیو زمین کو ہموار کیا ہی - چند مکان اور کوٹھیاں بھی نہایت عمدہ بنی ہوئی ہیں - جا بجا مصنوعی چشمے جھیلیں - جنگل اور میدان ہیں - ہر ایک چیز کو طبیعی کے مثل ترتیب دیا ہی ہزاروں میل مسافت سے عجیب و غریب درخت لا کر لگائے ہیں چنانچہ کاج اور سرو جاپان سے اور بعض درخت ہوائی وغیرہ جزائر سے بڑے بڑے احاطے بنا کر انمیں جھانک - باڑے اور الک وغیرہ حیوان چھوٹے ہوئے ہیں -

الک Elk جسکو ایک قسم کا بارہ سنگا کہنا چاہیے نہایت عجیب جانور ہی قد میں بقدر گھوڑے کے - سینگ تاڑ کے پتوں کے مثل چوڑے اور شاخ شاخ دونوں سینگ مل کر اسقدر پھیلاؤ ہو جاتا ہی کہ ڈھائی تین گز چوڑے دروازے سے یہ حیوان نہیں نکل سکتا -

ایک احاطے میں امریکا کے جنگلی بھینسے جن کو انگریزی میں **بلبین** کہتے ہیں چھوٹے ہوتے ہیں - کئی جوڑے بڑے ہیں اور انہیں کی نسل سے ایک بچہ ہی

نہایت عجیب الخلقت بھینسا ہے۔ سر پر لمبے لمبے بال۔ چھ سات گرہ لمبی ڈاڑھی
خمدار سینگ۔ گردن اور شانوں پر بھی لمبی لمبی جٹائیں لٹکتی ہیں۔ اگلا دھڑ بہت بھاری۔
پچھلا ہلکا۔ باقی بدن پر نمدے کے مثل جا بجا اُون لپٹی ہوئی۔ آنکھیں اُبلی ہوئی سُرخ۔
اس قسم کے بھینسے جنگلوں میں بہت تھے کسی طرح ممکن نہ تھا کہ بمعیت سلامت بچے
گورنمنٹ کی طرف سے آخر کار شکاریوں کا ایک عملہ قائم کیا گیا اور بیچارے لاکھ بھینسے
مار ڈالے گئے۔ اب صرف نمائش اور یادگار کے لیے یہ چند بچا رکھے گئے ہیں۔
ڈھائی تین سو گز جنگل کو جس میں بڑے بڑے درخت ہیں تار کی جالیوں سے
احاطہ کر کے اُسمیں دیس دیس کے پرند جانور رکھے ہیں کئی قسم کے تیتر چکور ہیں۔
کناری۔ قمریاں۔ بطخ اور کبوتر وغیرہ ہزاروں پرند ہیں۔ جنگل کی طرح آزاد و خوش
رہتے ہیں اُسی میں انڈے بچے دیتے ہیں۔ ایک شیشے کا گنبد بنا کر اُسمیں
انجن سے گرم بخارات پہنچا کر گرم سیر ملکوں کے پھول اور درخت لگائے ہیں۔
اُسی میں تالاب بنا کر کنول بوئے ہیں اور بھی بہت بوٹیاں اور کھجور وغیرہ کے درخت
ہندوستانی ہیں۔ ایک مختصر عمارت میں مردہ حیوانات کا عجائب خانہ ہے دیس دیس کے
صدہا چرند اور پرندوں کو طبیعی حالت پر زندہ کے مثل بنا کر شیشے کی الماریوں میں
بیٹھایا ہے۔ اگرچہ ہزاروں پرند اور چوپائے ہیں مگر زیادہ التفات کے قابل پرندوں
میں تین چار طرح کی فردوس برڈ (جنت کی چڑیا) ہے۔ جسکی تصویر آپ نے
یا پیولڈ کنشہری میں دیکھی ہوگی۔ ہلکا کتھے کا رنگ۔ سر پر خوشنما چوٹی۔ دُم کے

بال بہت ہی گنجان اور باریک ریشم کے جیسے لچھے۔ دم کے بیچ میں دس بارہ گرہ لمبا
ایک سیاہ تار بہت ہی خوبصورت اسم بامسمیٰ **بہشت کا جانور ہے**

ایک پرند چیل کے برابر۔ جسم کا رنگ نہایت چمکدار سرمئی۔ ہر گرہ چَر لمبے
دستے کی خوبصورت جھالردار چھتری بعینہٖ آبی رنگ کی جھتری کے شکل ہے۔

تیسرا ایک پرند طوطے کی برابر ہے جسکا رنگ دھوپ چھاؤں (مایا) کی طرح ہر
طرف سے مختلف معلوم ہوتا ہے مثلاً سامنے سے دیکھو تو سرمئی کرنٹ۔ داہنے
سے دیکھو تو اودی قناویز۔ تیسرے سے سبز دہانی ریشم۔ روشنی کا رُخ بدلنے پر رنگ بھی
بدلتے ہیں۔ قادر مطلق خالق حقیقی کی عجیب صنعت ہے۔

چوتھا ایک پرند بھونرے کی برابر ہے۔ اسکی کئی قسمیں ہیں سُرخ۔ سبز۔ زنگاری
نیلا اور زرد سبز جسکے ہر قسم کا رنگ جدا ہے۔ پرندوں کی جنس میں اس سے زیادہ چھوٹا جانور
نہیں ہوتا بہت خوبصورت جانور ہے۔ اسکا انڈا بھی مٹر کے برابر ہوتا ہے

اِنکے سوا **ہنس راج لبطے** کے برابر سپید و سیاہ اُلّو اور بھی دریائی پرندوں کی
صدہا قسمیں ہیں اِن میں سے بعض پرند تین ہزار اور چھ ہزار روپے تک خرید کر
یہاں رکھے ہیں۔ یہ بیش قیمت جانور خوبصورتی کے اعتبار سے اسقدر گراں نہیں
ہیں بلکہ اِسلیئے کہ اَب یہ قسمیں دنیا میں مفقود ہیں بجز رنگ اور معمولی طوطے
برابر جسم ہوگا۔

پرندوں میں بعض ایسے جانور ہیں جو **عجیب الخلقت** یا معیوب الخلقت

پیدا ہوئے اور مر گئے مثلاً ایک بچھڑے کی گردن پر پانچواں پاؤں تھا۔ ایک بکری کا بچہ جسکا سر پشت کی طرف لوٹا ہوا گلے میں آنکھیں ہیں۔

امریکہ کا شیر جسکا قد چیتے کے برابر اور رنگ بن بلاؤ کی طرح بھورا صندلی ہوتا ہے۔ بعض پرندوں کے گھونسلے اور انڈے بھی رکھے ہیں۔

باغ میں نشیب و فراز کے ڈھلان پر سرخ سبز اور زرد گھاس جما کر عمدہ قالین کے مثل گل بوٹے بنائے ہیں۔ صدہا عورتیں اور بچے **بائیسکل** پر سوار ہو کر سیر کرتے پھرتے ہیں۔ بچوں کو سواری سکھانے کے واسطے چھوٹے چھوٹے گدھے جنکی صورت شکل اور قد ہندوستان کے گدھے کے مثل ہے۔ زنانہ۔ مردانہ زین کسے ہوئے تیار کھڑے ہیں۔ کرایہ دیکر لڑکے اور لڑکیاں اُن پر سوار ہوتے ہیں اور گھوڑے کی سواری کی مشق کرتے ہیں۔ غرضکہ تمام پارک میں کئی گھنٹے پھر کر دوسرے راستے سے واپس آئے۔

شہر کے قریب سمندر میں پہاڑ کی چٹانیں پانی سے اوپر نکلی ہوئی ہیں۔ صبح کو ان چٹانوں پر صدہا **سیل** (دریائی تیر) نکل کر بیٹھتے ہیں۔ کوئی بھینس برابر بعض کا جسم بھینس کے دو حصے برابر ہوگا عجیب شکل کا حیوان ہے۔ اِن جانوروں کو بندوق وغیرہ سے مارنے اور ستانے کی ممانعت ہے۔ ایک روز ہم بھی اُن کو دیکھنے گئے اور اُنکی چند عکسی تصویریں جو اُسی حالت میں کھینچی گئی ہیں خریدیں۔



(خاص و عام کی آگاہی کے واسطے کسی قدر نرخ اشیا بھی لکھنا ضرور ہے)

دُھلائی۔ فی جیبی رومال۔ ڈھائی آنے۔ فی قمیص تیرہ آنے پورا ایک سوٹ۔
تین ڈالر یا نو روپے بارہ آنے۔ بال کاٹنے کی اجرت فی کس (سپیہ) ہمارے ملک کے ساتھ
قدر سے مکھن۔ ایک چھوٹا نان پاؤ۔ دودھ اور شکر فی کس ایک۔ پینہ آٹھ آنے ریائے
فاسٹ فی آدمی آٹھ روپے۔ کمرے کا کرایہ فی کمرہ پانچ ڈالر یا پندرہ روپے روز
اس فصل میں فواکہ کی قسم سے گول دانے کے سیاہ شہتوت۔ بڑے بیر یا اسٹابری
چیری۔ اور نارنگی وغیرہ۔ مگر چیری سیاہ سرخ اور زرد نہایت عمدہ ہوتی ہے اسٹابری
بھی فی دانہ دو ڈھائی تولہ وزن سے کم نہ ہوگی

۱۰ جون۔ کھانے کے بعد سہ پہر کو ہم مسٹر مانٹی گیل کے ساتھ اُنکے
مکان پر گئے۔ مسٹر مانٹی گیل شریف و معزز آدمی ہیں جو مع اپنی بی بی کے کیلک جہاز پر
ہمارے ہم سفر تھے سین فرانسسکو میں نہایت عمدہ مکان اور ملک میں کافی جائداد
رکھتے ہیں اُنکی بی بی نے نہایت محبت کے ساتھ مدارات کی اور اپنے ہاتھ سے
چند شیشے ہمارے عکس کے لیئے۔

پھر ایک تھیٹر میں گئے۔ مولوی فرخی عبدالمجید خان عبدالصمد خان۔ مسٹر ٹڈن
اور پنجاب خاں بھی ہمارے ساتھ تھے۔ اسٹیج کے قریب اوّل درجے میں جا کر
بیٹھے۔ پہلا ایکٹ ہوائی کے گانے اور ناچ کی تقلید تھی۔ پھر ایک آدمی ایک بلی
لیکر کھڑا ہو گیا اور اُسپر چڑھکر ایک پہلوان نے نہایت چستی اور چالاکی سے کثرت کی

اُسکے بعد ایک بہت قوی اور فربہ کنکرو اسٹیج پر لائے۔ کنکرو کے دونوں ہاتھوں میں دو روئی کی گدیاں بندھی ہوئی تھیں کہ آدمی کے جسم پر اُسکے نہ بجے۔ لگیں۔ ایک آدمی کنکرو کے ساتھ گھونسوں سے لڑا اس لڑائی کو انگریزی میں **بوکس** کہتے ہیں۔ آدمی اُسکو گھونسوں سے مارتا تھا اور کنکرو کود کر دونوں پانوں سے آدمی کو ٹھوکر مارتا تھا۔ آدمی ہٹ کر بچ جاتا تھا۔ کبھی ٹھوکر لگ گئی تو آدمی بہت دور جا کر گرا۔ اس سے قیاس ہوتا ہی کہ کنکرو کی ٹھوکر میں بہت قوت ہی

کنکرو گیدڑ کے برابر بعض اُس سے بہت بڑا چوپایہ حیوان ہی۔ کان اور تھوتھنی خرگوش کے مثل ہوتی ہی اور اگلے ہاتھ بہ نسبت پانوں کے بہت چھوٹے مثلاً پانوں کی درازی قریب ایک گز کے ہی تو ہاتھ پاو گز۔ دُم زیادہ موٹی اور لمبی ہوتی ہی اور صرف دونوں پانوں سے کود کر چلتا ہی۔ گھاس وغیرہ کھانے کے وقت دونوں ہاتھوں سے بھی خرگوش کی طرح کام لیتا ہی۔

تھیٹر سے اُٹھکر ہم ٹراموے میں سوار ہوے اور گولڈن گیٹ پارک کے سامنے سے ہوکر **بیس بال گیم** میں گئے۔ یہ ایک کھیل ہی مثل کرکٹ کے جسمیں دس دس آدمیوں کی دو پارٹیاں ہوتی ہیں ایک پارٹی والے گیند کو ایک گول ڈنڈے سے مارتے ہیں اور مخالف گروہ کو آوٹ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسری پارٹی کے سب آدمی باری باری سے مقررہ دورہ طی کر لیتے ہیں۔ اِس چکر پر دوڑنے میں اگر کسی کو مخالف گروہ نے گیند ماردی تو وہ آوٹ ہو گیا۔ دونوں پارٹیوں کی نہایت عمدہ

مختلف رنگ کی ماناتی وردی ہی - اور ایک بہت بڑا احاطہ تختوں کی دیوار سے بنا کر
ایک طرف تماشائیوں کے واسطے اوپر کے درجے میں کرسیاں اور باقی مدارج
سیڑہیوں سے بنے ہوئے ہیں ٹکٹ لیکر احاطے میں داخل ہوتے ہیں - اول درجے
کی کرسی کا ٹکٹ پچاس سینٹ یا دو شلنگ (۱؎) میں ملتا ہی غرضکہ ایک دو کھیل دیکھکر
مکان پر واپس آئے - رات کو ہم کھانے کے بعد فائر گارڈ (آگ بجھانے والے) ٹیپ
اور اُنکی گاڑیاں گھوڑے دیکھنے کو گئے ہوٹل سے بہت قریب تھا - سواری کی ضرورت
نہ تھی - سر راہ ایک بڑے دروازے کی عمارت میں دو گاڑیاں اور چار گھوڑے -
ایک یکہ مع ایک گھوڑے کے سپرنٹنڈنٹ کی سواری کا اور دو جوڑیاں نمالتو کھڑی تھیں
مکان سہ منزلہ ہی - اوپر کے درجوں میں سپاہی اور کوچوان رہتے ہیں ہر ایک سپاہی
کا بستر ایک الماری کے طور پر دیوار سے لپٹا ہوا ہی - جب چاہتے ہیں باہر کی طرف
کھینچ لیتے ہیں پلنگ مع بستر وغیرہ سامان کے بچھ جاتا ہی - ایک جوڑی لانگ
بوٹ کی جسمیں پتلون یا برجس ٹانکی ہوئی ہی پلنگ کے برابر رکھا ہی اور مکان کے ہر درجے
پر سے نہایت چکنی اور شفاف ایک لوہے کی بلی لٹکتی ہی - بلی کے اوپر کا سرا چھت
میں جڑا ہوا ہی اور زمین کی طرف کا سرا زمین سے پون گز بلند ہی - تین منزلوں سے
ایسی تین بلیاں لٹکتی ہیں - یہ بلیاں اس غرض سے لگائی ہیں کہ زینے سے اُترنے
میں دیر ہوتی ہی - جس وقت الارم کی گھنٹی بجے فوراً سپاہی بلی کو لپٹ کر نیچے پھسل جائے
بلی پر لپٹنے کے واسطے ہر ایک چھت میں گز بھر مربع کھڑکی کھلی ہوئی ہی - میپ کی

ایک گاڑی بڑے دروازے کے سامنے کھڑی ہے۔ ساز حلقوں سمیت بم کے
اوپر لٹک رہا ہے اور گاڑی کے دونوں طرف جالی دار لوہے کی دیواروں کے بیچ میں
دو گھوڑے ایک اسطرف ایک اسطرف صفر دھانہ چڑھا ہوا کُھلے ہوئے کھڑے
ہیں۔ ایک گھوڑا سپرنٹنڈنٹ کے یکے کی برابر بغیر گاڑی پچھاڑی کے کُھلے بندھن کھڑا
ہے۔ آگ لگنے کی خبر اسطرح آتی ہے کہ کارخانے میں ایک برقی گھنٹی لگی ہے اور ایک
تختے پر پیتل کے کٹے ہوئے ہندسے یا نمبر لکے ہوئے۔ تختہ نیچے کے درجے
میں دیوار پر لگا ہوا ہے۔ شہر کے ہر محلے میں بھی برقی گھنٹیوں کے دستے سڑک پر
ایک یا یہ بنا کر لگا دیے ہیں اور سب محلوں کی گھنٹیوں کا تعلق بڑے کارخانے سے
ہے وہاں سے چھوٹے اسٹیشنوں میں خبر آتی ہے۔ مثلاً چھتیس ۳۶ نمبر محلے میں آگ لگی
تو پولیس کے سپاہی نے اوّل تین دفعہ گھنٹی پر ہاتھ رکھکر دبایا اس سے تین دھائیاں
تصور کی گئیں پھر ذرا وقفے سے چھ مرتبہ دبایا جس سے چھ اکائیاں سمجھی گئیں۔ کارخانے
کو معلوم ہوگیا کہ چھتیس ۳۶ نمبر کے محلے میں آگ لگی ہے۔ جو اسٹیشن اُس محلے سے قریب
ہوا اُسنے وہاں خبر دی اور نمبر بتا دیا۔ یہاں یہ حالت ہوئی کہ تختے پر نمبر تبدیل ہوئے
اور گھنٹی بجی۔ دونوں گھوڑے آواز سنتے ہی دوڑ کر بم سے آ ملے۔ یکے کا گھوڑا اُس
کے اندر جھپٹ کر پہنچ گیا اور سپاہی کوٹ گلے میں ڈال۔ بوٹ برجز چڑھا کر صفر
فیتے کا حلقہ گلے میں ڈال لیتے ہیں۔ برجز کے بٹن لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔
غرضکہ تیار ہو کر بلیوں پر سے پھسل آتے ہیں۔ کوچوان کی بلی کوچ بکس کے برابر ہے وہ

سید ہا کوچ بکس پر اُترتا ہی - عرصکہ ایک آن میں گھوڑے سُم سے آ ملے - سپاہی ملبوس
پر سے اسطرح پھسل آتے جسطرح سایہ روشنی سے سرک جاتا ہی - ساز جھکایا حلقے کا
کھٹکا گردن میں - راس کا دہانے میں اٹک گیا - دروازہ کھلا اور گاڑی سڑک پر نکل کر روانہ
ہوگئی - مولوی وجی نے وقت کی مدت معلوم کرنے کو گھنٹی بجنے سے گاڑی روانہ ہونے
تک عدد شمار کیے - بائیس "۲۲" گنتے پائے تھے کہ سب کام ہوگیا یعنی سولہ "۱۶" سکنڈ صرف
ہوئے - دو دفعہ مشق کی - اوپر کی منزلوں پر لیجا کر سپرنٹنڈنٹ نے سپاہیوں کے
بستر وغیرہ دکھاے - ایک آدمی کو حکم دیا کہ ہمارے سامنے بتّی کے وسیلے سے
اُترے جب مکان میں آگ لگتی ہی اور کارخانے سے فائر پمپ جا کر پانی ڈالتا ہی
تو آگ سے بچا کھچا اسباب بھی پانی سے خراب ہو جاتا ہی - یہ عملہ صرف اسواسطے
متعین ہی کہ بغیر جلے ہوئے اسباب کو پانی سے بچائے اور اُسپر ترپالیں ڈالدے
آگ بجھانے والے بھی یہی لوگ ہیں اور اسباب کی حفاظت بھی یہی کرتے ہیں -
ہمارے قیام کی حالت میں بھی چند جگہ آگ لگی - بگل کی آواز سے معلوم ہوتا تھا
کہ فائر انجن آگ بجھانے کو جارہا ہی - نہایت عمدہ اور بیش قیمت گھوڑے
ہیں کسی قیمت کو بھی اُنکو نہیں بیچتے -

سڑک پر جھاڑو دینے کے واسطے ایک گاڑی ہی - جسکے نیچے ایک ایک
فٹ لمبے بالوں کا ایک برش بیلن کے طور پر لگا ہی صرف گاڑی چلانے سے سڑک
صاف ہو کر کوڑا ایک طرف ہو جاتا ہی - چھڑکاؤ بھی اسیطرح گاڑی سے ہوتا ہی -

اہل امریکہ کسی طرح علم صنعت و حرفت میں دنیا کے عمدہ حصوں سے کم نہیں ہیں
دولت تو یہاں تول ہار گئی ہے شاذ و نادر کوئی آدمی فقیر ہوگا - ایک امر نہایت
تہذیب کے خلاف پایا گیا کہ بازاروں میں دست فروش لڑکے بوجھا تو - مٹن وغیرہ
بیچتے پھرتے ہیں - بمبئی کی طرح مسافروں سے پٹتے ہیں اور بزدستی اسباب اوپر
ڈالتے ہیں - یہ بات نہایت مکروہ ہے -

۱۱ جون - دوپہر ساڑھے تین بجے لوسی مٹی ویلی روانہ ہوئے -
کپتان کالون صاحب بہادر شاستا پہاڑ کو مچھلی کے شکار کی غرض سے
گئے ہیں - ہمارے ساتھ مسٹر بٹن - مولوی فرخی - عبدالمجید خاں - عبدالصمد خان اور
فتحیاب خان وغیرہ ہیں - صبح کے کھانے کے بعد گاڑیوں میں سوار ہو کر دریا کے
گھاٹ پر گئے - سین فرانسسکو کے پیچھے تین چار میل کے قریب چوڑا
ایک خلیج ہے - اُسکے دوسرے کنارے سے ریل میں سوار ہوتے ہیں ایک دو منزلی
بیضاوی شکل کی نہایت خوبصورت اور آراستہ کشتی کنارے سے اسطرح ملی ہوئی
کھڑی تھی کہ ہم گاڑی میں بیٹھے ہوئے کشتی میں چلے گئے - کشتی کا نیچے کا درجہ
جہانتک گھوڑے اور گاڑی گئی مکان کا برآمدہ معلوم ہوتا تھا اور کشتی نہایت عمدہ
آراستہ کوٹھی کے مثل تھی گاڑی سے اُتر کر سینے پر چڑھ کر اوپر کے درجے میں گئے -
کشتی روانہ ہوئی - بڑے کمرے میں ایک آدمی پیانو بجا رہا تھا - غرضکہ کشتی
اُس پار پہنچی - ریلوے ٹرین تیار تھی - اوّل درجے کی گاڑی جسکو پلمین کار

کہتے ہیں ہمارے واسطے ریزرو تھی - ہر ایک گاڑی کا طول چالیس گز اور عرض چار گز ہے بیچ کا کمرہ بیس گز لمبا ہے اور دونوں طرف گاڑی کے عرض میں آمنے سامنے دس دس تکیئے دار بنچ ہیں جنپر مخمل کے تکیئے اور گدّیاں لگی ہوئی ہیں اور ہر بنچ پر دو آدمی بیٹھتے ہیں - رات کو انہیں دونوں بنچوں کے بیچ کی خالی جگہ کو ایک تختہ کھینچ دینے سے ملا دیتے ہیں - اور نہایت عمدہ سوا گز چوڑا پلنگ بن جاتا ہے - انہیں بنچوں کے نیچے صندوق میں تکیئے - پلنگ کی چادریں - تازہ دُھلے ہوئے بالاپوش اور تکیوں کے غلاف رکھے ہوتے ہیں - دونوں بنچوں کے اوپر گاڑی کی چھت میں نہایت عمدہ سلامی تختہ لگا ہوا ہے - معلوم ہوتا ہے چھت کو دونوں طرف سے ڈھلواں بنایا ہے مگر حقیقت میں وہ بھی پلنگ ہے جو صرف دست کھینچے سے بچھ جاتا ہے اور اُس کا سامان تکیئے کمل وغیرہ سب اُسی میں رکھا ہوتا ہے - گاڑی کی چھت سے پیتل کے خوبصورت ڈنڈے پردوں کے واسطے لگے ہوئے ہیں - پردے بھی پلنگ کے اندر ہوتے ہیں - رات کو گاڑی کا خدمت گار دو قسم کے پردے ایک باریک کپڑے کا اور دوسرا دبیز لگا دیتا ہے - ہر پلنگ پر نمبر لگا ہوا ہے جس سے اپنا اپنا بستر پہچانا جاتا ہے - گاڑی میں دونوں طرف دو کمرے ہیں جنکو اسٹیٹ روم کہتے ہیں - ہر ایک کمرے میں سلیپچی - پاخانہ - اور تین پلنگ دو دو ہرے - ایک اکہرا اور نکو وہی نشست کے بنچ ہیں - دروازہ بند کر لینے پر یہ دونوں اسٹیٹ روم بڑے درجے سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اسکی پشت پر ایک بڑا کمرہ ہے اُسمیں پاخانہ اور دو سلپچیاں

مُنہ دہونے کیواسطے اور ایک کوٹھری سگرٹ پینے کی - دوسری طرف یعنی گاڑی کے
دوسرے سرے پر ایک پاخانہ اور ایک کوٹھری میں برف کا پانی - چند گلاس -
آئینہ اور دو تین کنگھیاں رکھی ہیں - اسکے بعد پھر ایک اسٹیٹ روم اسطرف بھی
ہی خدمتگار رات کو سگرٹ پینے کی کوٹھری میں رہتا ہی ہر ایک بنچ پر ایک
آئینہ اور برقی گھنٹی لگی ہی - جسکو دبانے سے اسموکنگ روم میں جہاں خدمتگار رہتا ہی
گھنٹی بجتی ہی ہر نشست سے خدمتگار کو بلا سکتے ہیں - بیچ کے بڑے کمرے سے
اسموکنگ روم کو اسٹیٹ روم کے پہلو سے برآمدے میں راستہ ہی اور ایک
گاڑی سے سب گاڑیوں میں بھی جا سکتے ہیں - کھانا پکانے کی گاڑی اور **ڈرائینگ
کیرج** یعنی کھانا کھانے کی گاڑی بھی ٹرین میں آمادہ ہی - کھانے کی گاڑی میں بیچوں
کی جگہ پر کیلوں سے جڑی ہوئی میز اِدھر اُدھر دو دو کرسیاں - گاڑی کی دیوار میں
الماری کے اندر نمک - مرچ اور رائی وغیرہ کی شیشیاں رکھی ہوتی ہیں - چا - سوڈا
اور کھانا وقت پر سب کچھ مل سکتا ہی برف کا پانی تو ہر گاڑی میں ہی موجود رہتا ہی مسافروں
کی تعداد کے موافق دُھلے ہوئے اُجلے رومال ہر گاڑی میں موجود ہیں - کنگھی -
برش - صابون غسل خانوں میں رکھا ہی گاڑی کے دونوں سروں پر پلیٹ فارم
ہی جسکے دونوں طرف زینہ ہی وہیں سے سامنے کا دروازہ کھول کر دوسری گاڑی میں
جا سکتے ہیں - سکنڈ کلاس میں بھی سوائے بستر کے اور یہی سب سامان ہی -
گاڑی کی ساخت اسطرح پر ہی کہ چار یا چھ پہیوں کے اوپر ایک بہت بڑا تخت اُسکے

اوپر نہایت مضبوط کمانیوں پر گاڑی رکھی ہے - اسمیں یہ فائدہ ہے کہ گاڑی میں آگ نہیں
لگ سکتی کھڑکھڑاہٹ بھی نہیں ہوتی - البتہ جھولے کی طرح گاڑی ہلتی ضرور ہے -
فی گھنٹہ پینتالیس میل رفتار ہے - سات بجے شام سے دس بجے تک
ایک سو چورانوے [۱۹۴] میل چل کر ریمن Remon نام اسٹیشن پر پہنچے -
گاڑی ٹھیر گئی اور سب مسافر صبح تک گاڑی میں سوتے رہے - صبح کو ریمن ہوٹل
میں جسکے سامنے گاڑی کھڑی تھی کھانا کھایا - یہاں سے یوسی مٹی ویلی تک
کچی سڑک ہے اور گھوڑا گاڑی میں جاتے ہیں -

۱۲ - جون - ہم چار گھوڑوں کی گاڑی میں جسمیں سوائے کوچ بکس کے آگے
پیچھے تین بنچیں ہیں اور نو دس آدمی بیٹھ سکتے ہیں سوار ہو کر براانڈہ کو چلے -
راستہ کچی سڑک ہے - گرمی بشدت اور دھوپ بہت تیز تھی - راستہ خراب ہونے
کے باعث گرد بھی اسقدر اُڑتی ہے کہ اُس سے زیادہ خیال نہیں کر سکتے - تمام جسم -
کپڑے - سر - مُنہ - آنکھ - ناک - بھبول بھٹا ہو جاتا ہے غرضکہ دھوپ اور گرد کی تکلیف
سہتے ہوئے - چوکی چوکی پر گھوڑے بدلتے ہوئے ایک بجے ایک جنگلی ہوٹل
میں پہنچے ہوٹل کے خدمتگار اور مالک پروں کی جھاڑن لیکر آگئے اور جسم پر سے جو
سر تا پا خاک سے اٹا ہوا تھا گرد جھاڑی - برآمدے میں تین چار سلیپیاں پانی کے
نل کے نیچے لگی ہوئی ہیں - سب نے مُنہ دھویا - کھانا کھایا - گھوڑے بدلے گئے
شام کو چار بجے براانڈے میں پہنچے - جسقدر راستہ طے ہوا برابر پہاڑ کا نشیب و فراز

اور سبزہ کا جنگل ہی۔ اِس تمام ضلع کو **کالی فورنیا** California کہتے ہیں اور سونے کی مشہور کھان بھی اس راستے میں پڑتی ہی۔ کھان پہاڑ کے نیچے نیچے کھودی جاتی ہی۔ خاکستری سفید رنگ کی مٹی کا ڈھیر لگا ہوا ہی۔ راستے کے نیچے ایک سُرنگ کا دروازہ ہی جو اندر اندر کھان میں چلی گئی ہی۔ آجکل کوئی مزدور یا عملہ وہاں نہیں ہی۔ شاید اور مقام پر کھودتے ہوں اور یہ سمت ختم ہو چکی ہو۔

رات کو **وَاوُونہ** Yawona ہوٹل میں ٹھیرے۔ یہاں سے یوسی مٹی ویلی چھبیس۲۶ میل دور ہی۔ نہایت خوش فضا ہوٹل اور بہت شاداب درہ ہی۔ ہوٹل کے صحن میں قدرتی چشمے سے مدد پاکر ایک فوارہ بہت بلند اور دور تک پانی پھینکتا ہی۔ سین فرانسسکو کی نسبت یہاں بہت سردی ہی۔

۱۳۔ **جون**۔ صبح کو ساڑھے چھ بجے اُسی گاڑی میں سوار ہوکر یوسی مٹی ویلی کو روانہ ہوے۔ اسوقت زیادہ سردی ہی۔ راستہ گنجان جنگل کے سایے میں پہاڑ کی چڑھائی پر ہی۔ زمین سے یہاں تک اور یہاں سے یوسی مٹی ویلی تک برابر پہاڑ پر چڑھتے جاتے ہیں۔ واوونہ ہوٹل کے قریب صحن میں ایک موتی جیسی صاف پانی کی ندی بھی بہتی ہی۔ یہاں سے زیادہ چڑھائی ہی ندی کے کنارے امریکن سواروں کا ایک رسالہ پڑا ہوا ہی سواروں کے گھوڑے بہت خوبصورت گاڑی کے اور گھوڑے کی نسبت چھوٹے ہیں۔ اِس چار گھوڑوں کی گاڑی کو جسمیں ہم سوار ہیں ایک آدمی ہانکتا ہی اور وہی چاروں گھوڑوں کا سائیس بھی ہی۔ گاڑی کے اگلے پہیے پر

ایک بریک لگا ہی اور کوچ بکس کے برابر اُسکا دستہ ہی جب اُتار پر گاڑی جاتی ہی اور
تیز لڑھکنے سے دہنے بایئں غار میں گرنے کا اندیشہ ہوتا ہی تو کوچوان اُس
دستے پر ایک پانو رکھدیتا ہی - بریک پہیے سے لپٹ کر گاڑی آہستہ ہو جاتی ہی -
بارہ بجے دن کے ہم یوسی مٹی ویلی میں پہنچے - قریب پہنچکر دو میل سے اُتار ہے
عجیب باعظمت پہاڑ اور نہایت خوش فضا درہ ہی - راستے کی بلندی سے بڑی
بڑی آبشاریں نظر آتی ہیں - ویلی کے شروع سے آخر تک متعدد ہوٹل ہیں - ہم سب سے
برلے سرے پر جا کر اسٹونی منڈ Stony Mond ہوٹل میں ٹھیرے
نہایت عمدہ دو منزلی عمارت ہی - یوسی مٹی ویلی (۱۰،۰) کا طول چودہ میل اور عرض
زیادہ سے زیادہ ڈھائی میل ہی - تمام درّے میں نہایت خوشنما جنگلی درختوں کا بن
ہی - آبشاروں کا پانی جمع ہو کر درے کے بیچ میں سے مرسد Mer sad
نام ندی بہتی ہی - ندی کا پانی بہت صاف ستھرا ہوا اور ٹھنڈا ہی - سردی میں تمام
درہ برف سے بھر جاتا ہی - اسلیے اُس فصل میں یہاں کوئی آدمی نہیں رہتا سب
چلے جاتے ہیں - اصلی امریکن جنگلیوں کا ایک گروہ پہلے اس درّے میں رہتا تھا
جب یورپین قوموں نے آکر ملک پر قبضہ کیا تو ایک دفعہ اتفاقاً تین سولجر جنگل اور پہاڑ
میں پھرتے ہوئے بھولے بسرے اِس درّے میں آنکلے - جنگلیوں نے دو کو
قتل کر دیا - ایک سپاہی اپنی جان بچا کر نکل آیا اور اُسنے اپنے آدمیوں کو اس ماجرے
سے مطلع کیا - یوروپین فوج انتقام کے واسطے آئی - کچھ لڑائی بھڑائی کے بعد

جنگلی شکست کھاکر **نواداواٹرفال** کے پہلو میں ایک گھاٹی سے نکل گئے۔

اب بھی بعض امریکن اِس درے میں مزدوری خدمتگاری وغیرہ کرتے ہیں صورت میں ہندوستانی یوریوں سے مشابہ ہیں۔ انگریزی بولتے ہیں۔ مگر اصلی زبان علیحدہ ہی چنانچہ اُسی زبان میں یوسی مٹی۔ بڑے ریچھ کو کہتے ہیں۔ یہاں اب بھی پہاڑوں پر ریچھ بکثرت ہیں۔

ہوٹل میں پہنچکر غسل کیا اور کھانا کھاکر اُسی وقت مشہور نواداواٹرفال (آبشار) کو دیکھنے گئے۔ مولوی فرخی۔ مسٹر ہوس۔ مسٹر ڈین۔ اور عبدالصمد خان ہمارے ساتھ تھے۔ پہاڑ کی جڑ تک بگھی پر۔ وہاں سے گھوڑوں اور خچروں پر سوار ہو کر پہاڑ کے اوپر گئے۔ بہت پیچیدہ اور تنگ راستہ ہی گھوڑوں کے مالک کی طرف سے ایک یوروپین امریکن بطور سائیس گھوڑے تھامنے اور راستہ بتانے کو ہمارے ساتھ آگے آگے چلتا ہی۔ چڑھائی میں کے قریب چڑھائی پر جاکر مرسڈندی کو دو جگہ اُترکر **ویرنل آبشار** پر گئے ایک سو بارہ گز بلندی سے بائیس گز چوڑی نہایت صاف پانی کی چادر گرتی ہی۔ اُس سے تقریباً ڈیڑھ میل اور اوپر جاکر دوسو تینتیس ۲۳۳ گز بلندی سے دس گز چوڑی دوسری چادر گرتی ہی۔ اسی کو نواداافال کہتے ہیں۔ یہی پانی ڈیڑھ میل نیچے بہکر دوسری چٹان سے گرتا ہی اور وہاں ویرنل نام سے موسوم ہوتا ہی۔

نواداافال کا پانی باریک باریک قطروں میں پھیل کر بیدرہ میں گز ادھر اُدھر کی

فضا کو ابر کی طرح تاریک کر دیتا ہی۔ اُسپر آفتاب کی ترچھی شعاعیں پڑکر مختلف رنگوں کی دھنک (قوس قزح) پیدا ہوجاتی ہی۔ عجیب دلکش نظارہ ہی دیکھنے سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

اطراف میں جو کھڑی دیوار کی شکل چٹانیں واقع ہوئی ہیں اکثر سیاہ نقطہ دار خاکستری رنگ کا مرمر ہی۔

شام کے قریب ہوٹل میں واپس آئے۔ سفر کے اور دن بھر پھرنے کی بھی تکان تھی۔ کھانا کھاتے ہی سو رہے۔ یوسی مٹی ویلی کے مشرقی حصے کی چٹانوں کو کوہ نوادا Navada اور شمالی حصے کے پہاڑ کو سیرا Seera کہتے ہیں۔

۱۴-جون- صبح کو سورج نکلنے سے پہلے مولوی فرخی مسٹر ٹڈن۔ عبدالمجید خان اور عبدالصمد خان۔ اُن سے کسی قدر بعد ہم۔ مسٹر ہوس اور فتحیاب خان مررلیک Mirrorlake (عکس نما تالاب) پر گئے۔ یہ تالاب ویرنل آبشار کی سمت پیک آف لبرٹی Peak of liberty (آزادی کی چوٹی) کے نیچے ہی اور اسطرح ترتیب پاتا ہی کہ ایک ندی پہاڑ کے اوپر سے آتی ہوئی تین طرف پہاڑوں سے گھرے ہوئے میدان کو جسکا دور ڈیڑھ دو میل ہی تالاب بناتی ہوئی بسبب آہستگی سے کہ پانی کی روانی محسوس نہیں ہوتی۔ نکل گئی ہی۔ تالاب میں اطراف کی چوٹیوں کا عکس جو ہزار ہا گز تک بلند فصیل نما چٹانیں ہیں اور کنارے اور پانی کے اندر کے

درختوں کا عکس آئینے کی مثل صاف اور نہایت خوشنما نظر آتا ہے پانی گویا آئینے کا فرش ہے۔
جسوقت آفتاب پہاڑ کی چوٹی پر رونق افروز ہوتا ہے اور مہتابی کرنوں کے پیک خواب
آلودہ آنکھیں ملتے ہوئے عروس شب کے سامنے چہرے سے نقاب اُٹھنے
کی خبر دینے کو آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہیں اُسوقت اِس تالاب میں عجیب دلکش
نظارہ اور سُہانا سماں نظر آتا ہے۔ آفتاب کی رفتار جو حقیقتاً زمین کی رفتار ہے اسقدر
تیز معلوم ہوتی ہے کہ فی سکنڈ پانچ گز چوٹی سے بلند ہوتا جاتا ہے اور یہ حالت سوائے ایسے
موقع کے اور وسیلوں سے محسوس نہیں ہو سکتی۔ اِس درّے کے ہر پانی میں
یہانتک کہ باوجود روانی مرسد ندی میں بھی صاف عکس نظر آتا ہے۔ بہر حال سیر کے
بعد واپس آئے۔ ہوٹل کے مغرب میں بھی دو آبشاریں بہت قریب ہیں۔ برآمدے
میں بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھ سکتے ہیں۔ داہنی طرف کی آبشار بہت بڑی ہے۔ ایک ہزار
فیٹ بلند چٹان سے پانی گرتا ہے۔ دھار بھی دبیز ہے اور اس آبشار کو **یوسی مٹی فال**
کہتے ہیں۔ بائیں طرف باریک دھاروں میں پانی گرتا ہے وہ بھی لطف سے خالی نہیں ہے
اِس پہاڑ کی فصیل نما دیواروں میں جنکا رنگ پھیکا سپید ہے سیاہ پتھر کی دھاریاں نہایت
خوشنما نظر آتی ہیں۔ قدرت نے پورے درّے کو ہزار ہزار گز بلند چٹانوں سے
اسطرح محصور کیا ہے کہ قدرتی قلعہ اور فصیلیں معلوم ہوتی ہیں۔ بعض خاکستری بھورے
رنگ کی دیواروں میں سپید چمکدار سنگ مرمر کی دھاریاں دھوپ میں آئینے کیطرح
چمکتی ہیں۔ قادر مطلق کی قدرت کا عجیب نمونہ ہے۔

کھانے کے بعد ہم **گلیشیر پائینٹ** Glacier point (برف کی چوٹی)
کو گئے جو درّے کے سطح سے تین ہزار دو سو فیٹ اور سمندر کے سطح سے سات
ہزار دو سو فیٹ بلند چوٹی ہی۔ سوا ڈیڑھ میل کے قریب جہانتک ہموار راستہ تھا
گاڑی میں پھر پہاڑ کی جڑ سے یہاں سے نہایت پیچیدہ چڑھائی شروع ہوتی ہی خچروں
اور گھوڑوں پر سوار ہوکر بلندی پر چڑھتے گئے۔ اس راہ میں شدت سے خاک اُڑتی
ہی۔ درّے کے سطح سے پہاڑ کی چٹان دیوار کے مثل کھڑی معلوم ہوتی تھی۔
کسی قسم کا ڈھلان یا چڑھنے کے قابل جگہ نظر نہیں آتی تھی۔ آخر اُسی بلندی میں ایک
پیچیدار راستہ نکلا۔ زمین سے گلیشیر پائینٹ تک پانچ میل سے کچھ زیادہ مسافت
ہی۔ ایک تہائی راستہ طی کرنے کے بعد پہاڑ کی کمر میں کسی قدر سطح اور ہموار زمین ہی۔
ایک لکڑی کا پاخانہ بھی وہاں بنا ہوا ہی۔ کسی قدر دم لیکر آگے بڑھے۔ یہانتک
گرد و غبار کی شدت تھی۔ آگے چلکر راستے کے دونوں طرف برف پڑا ہوا ہی۔
چوٹی پر بہت وسیع سطح اور مٹی ہی اس مقام پر ایک مختصر ہوٹل کی عمارت اور عملے
کے سبب کو چند گھر بنے ہوئے ہیں۔ کھانا بھی نہایت عمدہ ملتا ہی۔ نیچے سے
معلوم ہوتا ہی سب سے بلند چوٹی یہی ہی مگر یہاں آکر اور بلند بلند پہاڑ نظر آتے ہیں اور
سب برف سے چھپے ہوئے ہیں۔ سر سے پانوں تک سرو اور کاج وغیرہ جنگلی درختوں
کا گنجان جنگل ہی۔ راستے کی بلندی پر جسقدر چڑھتے جاتے ہیں یوسیمٹی کا
قدرتی جلوہ زیادہ اور بہتر محسوس ہوتا جاتا ہی۔ چوٹی کے اوپر بہت بڑا نشان نصب ہی

اور چٹان کے کنارے پر جہاں سے درّے کی طرف جھانک سکتے ہیں لوہے کا بہت مضبوط کٹہیرا لگا ہوا ہی جس کو تھام کر بے اندیشہ زمین کو دیکھ سکتے ہیں۔
ہوٹل میں عمدہ کھانا اور تر و خشک میوہ سوڈا واٹر وغیرہ ضرورت کی کل چیزیں مہیا تھیں۔ اوّل کھانا کھایا پھر ہوٹل کے برآمدے میں بیٹھکر دوربین سے نوادا اور ویرنال آبشار کا تماشا دیکھا۔ پانی کا بلندی سے گرنا نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہی۔ بعض مصوّر چوٹی پر جا کر آبشاروں اور درّے کا عکس لیتے ہیں۔ چنانچہ دو شخص اسوقت بھی موجود ہیں۔ ایک بوڑھا آدمی اپنی جوان بیٹی کو ہر شکل سی مشکل چڑھائی کی چٹانوں پر چڑہا کر پھر دور سے اُسکی تصویر کھیچتا ہی

پہاڑ کی چوٹی سے ہوٹل وغیرہ عمارتیں۔ مرنیک اور ندی بہت خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ ہمارے ہمراہی گھوڑے والے نے چند خالی بوتلیں جھنڈے کے پاس کھڑے ہو کر بہت زور سے درّے میں پھینکیں۔ پہاڑ کی جڑ تک بھی نہ گییں۔ پندرہ سکنڈ کے بعد کہیں بیچ میں گرنے کی آواز آئی۔

امریکہ۔ خصوصاً یوسی مٹی ویلی میں رٹلنگ اسینک Rettling snak سانپ جسکی دُم پر قدرتی جھنجھنا لگا رہتا ہی۔ زیادہ ملتا ہی۔ جس روز ہم واؤونا ھوٹل سے آ رہے تھے ایک سانپ دوسری گاڑی کے نیچے جسمیں خدمتگار اور اسباب وغیرہ تھا دب کر رہ گیا۔ کوچوان نے گاڑی روکی اور پتھر سے مار کر اسکی دُم کا جھنجھنا کاٹ لیا۔ آج ہوٹل والے صاحب نے تین جھنجھنے ہمکو دیے جو وقتاً فوقتاً

سانپ مار کر جمع کر رکھے تھے۔ اِس جھُنجھُنے کی شکل بول کی پھلی سے مشابہ ہی صرف
اسقدر فرق ہی کہ یہ گاؤدم ہی۔ رنگِ ناخن مردہ کی طرح بھگ میلا ہی اور فقرا بہ فقرا جدا
جدا۔ باہم ایک کے اندر ایک ڈھیلا جڑا ہوا ہی ذرا کھینچنے سے کچھ بڑھ جاتا ہی اور
آپس میں سب فقرے مل کر بجتے ہیں۔ سانپ کی دُم کے گوشت سے اسکا
تعلق اِسی قدر ہی کہ دو باریک تاروں سے اُس میں پرویا ہوا ہی اور کاٹنے کے وقت
اُن تاروں سے ایک آدھ قطرہ خون کا نکلتا ہی۔ باقی بغیر کسی قسم کی رطوبت کے
کل حصہ خشک ہی۔ حافظِ حقیقی کی حکمت ہی کہ اُسکے آنے کی خبر انسان اور حیوان
کو اس قدرتی الارم کی آواز سے ہوجاتی ہی۔ اِس سانپ میں اسقدر زہر بیان
کیا جاتا ہی کہ کسی آدمی کے بوٹ پر دانت لگا اور بغیر جلد میں زخم ہونے کے آدمی
مر گیا۔ یعنی خشک چمڑے میں دانت نے سوراخ کیا اور زہر صرف جلد پر چھو جانے
سے باعث ہلاکت ہوا۔ جس شخص نے نیلام سے خرید کر اُس بوٹ کو پہنا وہ بھی
زہر سے متاثر ہو گیا۔ بہر حال تھوڑی دیر برف کے انباروں میں پھر کر پہاڑ سے جسطرح
گئے تھے نیچے اُترے۔ اکثر حصہ مسافت کا ہمارے ساتھ ہمراہیوں نے بھی پیادہ پا
طی کیا۔ مسٹر ہوس۔ مسٹر ڈبن۔ عبد المجید خاں اور عبد الصمد خاں آخر تک پیادہ آئے۔
نیچے گاڑی کھڑی تھی سوار ہو کر جنوبی چٹانوں کے نیچے نیچے مرسد ندی کے کنارے
کنارے یوسی مٹی آبشار پر آئے۔ نہایت خوشنما آبشار ہی۔ پانی گرنے کے مقام
سے پانچ چھ سو گز تک پانی کے باریک قطرے ہوا میں اُڑ کر منتشر ہونے سے

بہت ٹھنڈی پھوار آتی ہی- اور کسی قدر ہوا کا دور ابر کی طرح تاریک ہی- حالانکہ موسم
گرم ہی مگر تھوڑی دیر ٹھیرنے سے سردی معلوم ہونے لگی- وہاں سے ہٹ کر
کپتان نام ایک چوٹی کے نیچے سے جو ہزار گز سے زیادہ بلند بے جوڑ پتھر کی دیوار نما
چٹان ہی- نکلے- ایک جگہ دیوار کوہ میں تین سیاہ دھاریاں قدرتی پڑ گئی ہیں کہ
سب ملا کر دالان کے در معلوم ہوتے ہیں- اُسکے آگے کسی قدر پتھر نکلا ہوا ہی جو بجنسہ
برآمدے کی شکل ہی- ایک در کے آگے بہت بڑا سرو کا درخت ہی- اس دالان کی بلندی
بھی زمین سے چھ سات سو گز ہوگی اُس سے آگے بڑھ کر سفید رنگ کے پتھر ہیں جہاں
کسی قدر دیوار میں اُبھار اور قلعے کے برج کے مثل گولائی واقع ہوئی ہی سیاہ پتھر
کی دھاریوں سے ایک انسان کی شکل بن گئی ہی- آنکھوں کے نشان- ناک کی
علامت- تمام چہرے کا نقش- سر پر گول ٹوپی گویا کوئی آدمی چغہ پہنے ہوئے
بیٹھا ہی- اسکے پہلو میں مغرب کی طرف تھوڑے فاصلے پر موسوم بہ ورجنس ٹیر
(کنواری کے آنسو) Virginstear نہایت دلفریب اور خوشنما آبشار ہی-
پانی کی باریک چادر نہایت نازک اور دلکش لڑیوں میں تقسیم ہو کر تین سو گز بلندی سے
گرتی ہی- اسم بامسمیٰ اشک دوشیزہ ہی- اصلی نام تو ورجنس ٹیر (و- ر- ج- ن
س- ٹ- ی- ر) ہی مگر ہمنے اپنے ہموطنوں کے سمجھانے کی غرض سے
اشک دوشیزہ موسوم کیا ہی-
اِسکے مقابل شمالی دیوار کوہ میں کسی قدر اس سے بھی زیادہ دبیز دوسری پانی کی چادر

موسوم بہ وڈوس ٹیر Widows tear (و-ڈ-و-س-ٹ-ی-ر-)
گرتی ہے-جسکا ترجمہ اشک بیوہ ہے- اسکا نظارہ بھی عجیب دلفریب سماں ہے- اسی سمت
میں بتیس ۳۲ یا چھپن ۵۶ گز چوڑی نہایت عجیب خوش منظر ایک آبشار اور ہے آٹھ سو اسی فیٹ بلندی
سے ایک مست دبیز پانی کی دھار بیشمار نازک نازک پھولدار لڑیوں پر منقسم ہوکر دوڑے
میں گرتا ہے اسکا نام برائیڈل ویل Bridal veil (دولھن کی نقاب)
ہے-نظر پڑتے ہی بیساختہ بیساختہ تسلیم کرلیتا ہے کہ واقعی اسم بامسمّےٰ نقاب عروس ہے
آبشار کا پانی-رفتار کی تیزی-منفذ کی بلندی اور ہوا کے جھونکوں سے چمکدار اور سپید ہے
چٹانوں کے شرگیں چہرے کی جھلک دکھاتا ہوا فرضی عروس کے قدموں پر گرنے سے
باریک باریک قطروں کا ہجوم ہوا کی فضا کو سرمئی ابر کا نازک لباس پہناتا ہے اور مقابل
میں آفتاب عالمتاب اس خیالی عروس کے شرمیلے چہرے کو دیکھنے کے شوق میں
نقاب عروس کو تیر نظر کا نشانہ بناتا ہے تو نقاب کی اوجھل میں نورانی چہرے کی جوت اور
آفتاب کی جھلملاتی ہوئی شعاعوں کے عکس سے سرخ زرد سبز-نارنجی-اودی اور نافرمانی
بینجر نگی دھنک پڑ جانے سے عجیب سماں نظر آتا ہے معلوم ہوتا ہے عروس کے چہرے پر
سہرے کی سکل بجواہر لڑیاں فطرتی حسن کے نشے سے مست ہوکر جھوم رہی ہیں-
سبحان اللہ نیرنگ قدرت کا عجیب حیرت انگیز کرشمہ ہے جسکی زیارت سے آنکھوں میں
نور-دماغ کو تازگی اور دل میں انبساط کے جوش کو ترقی ہوتی ہے-اس آبشار سے کسی قدر
مشرق کو جاکر دو اور بلند چوٹیاں ہیں-ایک پوری گنبد کی شکل ہے دوسری ناتمام-ناقص

وکامل گنبد کے نام سے معروف ہیں۔ اسکے برابر تین سبد ہے پتھر پا بزمین و سر بہوا زاہدان
آزاد کی طرح قیام کی حالت میں پہلو بہ پہلو کھڑے ہیں۔ تھری برادرس (تین بھائی) نام سے
موسوم ہیں۔ اِن سے کسی قدر او فاصلے پر ایک مینار نما چوٹی ہے جسکو سنتری کہتے ہیں۔
شمالی سمت میں ایک اور چوٹی ہے جسکو معمار قدرت نے ہیکل کلیسا کے مثل تراش کر کمال
صنعت دکھایا ہے۔ اسکا نام کتھڈرل Cathedral یعنی گرجا مشہور ہے مسافروں
کے سوا یہاں کے عام باشندے بھی عیش و نوش کی غرض سے ان پہاڑوں میں
بہت آتے ہیں۔ خصوصاً اہل دیہات کے ہر ایک گھر میں ایک بڑی چھپی گاڑی ہے
اُسی میں کھانا پینا اوڑھنا بچھونا چھوٹی سی چھولداری سب سامان ضروری دبا سواری جسقدر
زیادہ بوجھ ہوا اُسی قدر گھوڑے لگا دیئے اِن دروں میں آ کر کسی چشمے کے کنارے
درختوں کے نیچے گھاس میں ڈیرے کرتے ہیں رات کو سونے کے واسطے گاڑی
کے سوا کپڑے کے پال درختوں میں لٹکا دیتے ہیں۔ قدرتی غذا گھاس سے گھوڑے
اور اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان سے خود سیر ہو کر گلگشت اور تفریح میں مصروف
رہتے ہیں۔ اکثر زین سواری میں اور خاصکر ایسے محل پر چھوٹے چھوٹے گدھے۔ خچریں
گھوڑا بھی کچھ مہنگا نہیں ہے۔

شہر وا میں تو ملاظت کے واسطے نل لگا ہوا ہے مگر دیہات میں ہنا کروب نہونے کے
باعث غریب لوگ ایک گہرا گڑھا کھود کر اُسکے اوپر تختہ پاٹ کر پاخانہ بناتے ہیں۔ نہایت
کثیف اور متعفن رہتا ہے۔ مگر کیا کریں۔ اگر ہمارے ملک میں ہندو حکیموں کی ایجاد ہر ایک

عزیز یا ذلیل پیشہ کسی ایک ہی قوم پر حصر نہو کر چارہ۔ خاکروب وغیرہ مقرر نہوتے تو سوائے اس تدبیر کے کیا چارہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ بیچارے غریب و مفلس تمام دنیا میں بیشمار مصیبتوں کا نشانہ ہوتے ہیں یہاں امیر ہوں یا غریب۔ شہری ہوں یا دیہاتی سب یوروپین قوموں کی ایک نسل ہے مگر غربا کی عورتیں مرد آبادی گبرون جیسے سستے اٹھ گز کپڑے کے لنگے۔ اُسی کی ایک سکرٹ جسکو زنانہ کوٹ کہہ لو۔ ہاتھی کے کان کی طرح جھبا آگے نکلی ہوئی میلی کچیلی ٹوپی مگر وہ بھی اُسی قسم کے کپڑے کی بنیچے بھی صرف ایک ویسکوٹ اور پتلون پہنے۔ باقی سر و پا برہنہ رہتے ہیں۔

۱۵ جون۔ کھانے کے بعد بارہ بجے یوسی مٹی ویلی سے **اسٹونمی ہوٹل** کو روانہ ہوئے۔ رات وہاں یا آرام بسر کی۔

۱۶ جون صبح کو کھانا کھانیکے بعد مع ہمراہیوں کے چوکڑی میں سوار ہو کر وادی مشہور نام درختوں کے دیکھنے کو روانہ ہوئے۔ اسٹونمی ہوٹل سے ایک دوسری راہ درختوں پر ہوتی ہوئی ریمین (ر۔ی۔م۔ن) کو جاتی ہے۔ کسی قدر پھیر ہو گا۔ ہوٹل سے اٹھ میل پر یہ بے نظیر درخت واقع ہیں۔ مشہور ہے کہ دنیا میں ان سے زیادہ پرانے ہوئے اور بلند درخت نہیں ہیں۔ اوّل جنگل میں کسی قدر چھوٹے درخت جنکا دور چھ گز تک ہو گا اور اسی قدر بڑے یوسی مٹی ویلی کی راہ میں کہیں کہیں اور بھی تھے۔ غرضکہ آٹھ میل کے قریب چل کر گریزلی جائنٹ نام درخت پر پہنچے۔ اِس درخت کا دور یعنی موٹائی سو فیٹ اور بلندی دو سو پچیس ۲۲۵ فیٹ ہے۔ یہ سب درخت کاج کے ہیں جو سرو کی قسم ہے۔ نینی تال وغیرہ

پہاڑوں پر بھی بکثرت پائے جاتے ہیں - اِن درختوں کی عمر حساب سے چار ہزار برس کی ثابت ہوتی ہی - اِس قسم کے بڑے درخت جو ہمنے دیکھے تقریباً سو سوا سو ہونگے اور تین میل تک ہمکو ملتے گئے - اُن سب میں تین چار درخت نہایت عجیب ہیں راستے سے بچکر شاندار بھی ہوں - ایک درخت تین سو سینتیس ۳۳۷ فیٹ بلند اور ایک سو آٹھ ۱۰۸ فیٹ مدور ہی - اُس سے کسی قدر آگے جاکر بیچ راستے میں واوونہ نام کا درخت ہی اس کا دور سو ۱۰۰ فیٹ قطر انتیس ۲۹ فیٹ اور بلندی دو سو ساٹھ ۲۶۰ فیٹ ہی - اِس درخت کے وسط میں ایک محرابی دروازہ گاڑی نکلنے کو تراش دیا ہی - ہماری چوکڑی گاڑی اُسکے اندر سے بآسانی نکل گئی - سوراخ کے اطراف میں بھی جڑیں اسقدر موٹائی باقی رہگئی ہی کہ جسکی قوت پر اس قدر بلند اور بھاری درخت قائم ہی - اور درخت بھی ہیں مگر اِن سے چھوٹے ایک اور درخت ہی جو واوونہ نام درخت کے قریب گرا ہوا پڑا ہی - اتنا موٹا ہی کہ دس سیڑھیوں کا زینہ اُس پر لگا ہوا ہی ہم سب زینے کے وسیلے سے چڑھے اور نوک کی طرف جاکر اُترے - واوونہ سے کسی قدر آگے جاکر ایک خشک درخت کھڑا ہی جڑ میں طبعی کون وفساد سے ایک دروازہ بن گیا ہی تمام درخت سر سے پاؤں تک خالی ہی - دروازے سے درخت کے اندر جاکر دیکھیے تو آسمان نظر آتا ہی اِسلیے اُس کو دوربین کہتے ہیں -

اِن تمام راہوں میں اس قدر گرد بدن پر پڑتی ہی کہ کبھی سخت سے سخت آندھیوں میں بھی تجربہ نہیں ہوا - تمام جسم - کپڑے - آنکھ - ناک اور کان گرد آلود اسطرح ہو جاتے تھے جسطرح مرغ یا تیتر خاک میں لوٹ کر گریز کر لیتا ہی - گرمی بھی زیادہ ہی - اسٹونمی ہوٹل کے صاحباں

سا ٹھ ڈگری پر پارہ تھا اور سب جگہ آج کل ۹۰ ڈگری ہی۔ کالی فورنیا کے فواکہ و میوہ جات مشہور ہیں۔ چنانچہ اس فصل میں نہایت عمدہ گیلاس (چیری) نارنگیاں۔ آڑو۔ خوبانی اور اسٹابری وغیرہ افراط سے ملتے ہیں۔ غرضکہ غروب کے قریب ہم ریمن پہنچے۔ کپڑے بدلے اور جسم کو حتی الوسع گرد سے پاک کیا۔ کھانا کھا کر ریل میں سوار ہوئے۔ کسی قدر چل کر بریڈ اسٹیشن ٹھیرے رات بھر ریل یہاں کھڑی رہتی ہی مسافر گاڑیوں میں سوتے رہے۔ صبح کو پھر روانہ ہوئے اور ساڑھے بارہ بجے سین فرانسسکو پہنچے اُسی کشتی پر جسکا ذکر پہلے لیا گیا ہی بیٹھ کر دریا کو عبور کیا۔ ڈیڑھ بجے پیلس ہوٹل میں پہنچ گئے۔

یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ کی مردم شماری سا ٹھ ملین (چھ کرور) ہی۔

الاسکا

۱۸ - ۱۹ - جون - اِس عرصے میں شہر کے مختلف کوچے۔ دریا کا گھاٹ اور گولڈن گیٹ پارک وغیرہ کی سیر کی چھ بجے شام کو ہوٹل سے سوار ہو کر اُسی پہلی کشتی میں سوار ہونے کو گھاٹ پر آئے اور ایک گھنٹے میں خلیج کو عبور کیا۔ دوسرے کنارے پر اوکلنڈ (Oakland) اسٹیشن سے۔ ریل میں سوار ہو کر جا بیٹھ گئے۔ انشا اللہ تعالے ٹکوما Tacoma سے جہاز پر سوار ہونگے۔

۲۰ - جون - سین فرانسسکو سے چل کر قریب ایک گھنٹے کے بعد اوکلنڈ

والی خلیج کی دوسری شاخ راستہ میں ملی - ایک نہایت مضبوط دو انجن کی کشتی جسکے سطح
پر تین چار لائن ریل کی لگی ہوئی تھیں - سڑک سے ملی ہوئی کھڑی تھی - ریل سیدھی مع
انجن کے کشتی میں چلی گئی اور گاڑیوں کو دو تین صفوں میں برابر برابر کشتی پر کھڑا کر دیا گیا - مسافر
بے خبر آرام سے بیٹھے رہے - کشتی نے پوری ٹرین کو لیکر مقام ولیجو Valeejo
اور ڈون شو Dounsho کے بیچ میں دریا سے عبور کیا - اس کنارے پر بھی کشتی
ریل کی سڑک سے آکر لین سے لین مل گئی ریل آگے روانہ ہوئی -

۲۱ - جون - صبح کو نو بجے شاسٹا کوہستاں کے دروں میں پہنچے اور
کپتان کالون صاحب بہادر جو پہلے سے جھیل کے شکار کو آئے تھے یہاں مل گئے
راستے کے دونوں طرف دور دور تک کاسنی رنگ کے پھولوں سے جنگل پٹا ہوا ہے -
دو سوراخوں میں سے جنمیں ایک تین ہزار چھ سو فیٹ لمبا اور دوسرا پہلے سے کسی قدر کم
تھا - ریل گزری - نہایت تاریک اور گھٹے ہوئے تھے - بڑے سوراخ کا نام سس پین
Sis pan ہے - ریل کی سڑک ندی کے کنارے کنارے پیچیدہ دروں میں سے
گزرتی ہے جسطرح ندی کے پیچ و خم واقع ہوئے ہیں اسی طرح سڑک کو بھی بنا دیا ہے - جا بجا
شاسٹا پہاڑ کی چٹانوں سے پانی کی چادریں گرتی ہیں ایک جگہ دو فوارے چادر کے
نیچے زمین کے اندر لگے ہوئے ہیں - بہت بلند پانی کو پھینکتے ہیں پندرہ سولہ گز
تک دھار جاتی ہے - اس مقام پر سوڈا واٹر کا قدرتی چشمہ ہے زمین کے اندر سے کاربانک
السیڈ گاس ملا ہوا پانی نکلتا ہے - گز سوا گز مربع ایک پختہ حوض بنا کر کسی قدر پانی اسمیں

جمع رہتا ہی - حوض کے سوا اور جگہ بھی براس کاگ لگے ہوئے ہیں اور دس بارہ گلاس ٹین کے رکھے ہیں - اکثر مسافروں نے گاڑی سے اُتر کر سوڈا واٹر پیا اور بعض نے خالی بوتلیں جو اسی غرض سے ساتھ لائے تھے بھرلیں - مولوی فرخی اور عبدالمجید خان نے بھی پیا - کہتے ہیں بہت تیز اور عمدہ ہی - کوہستان شاشٹا سے جو ٹرین گزرتی ہی اُسمیں ایک گاڑی جسکی چھت وغیرہ تختے کی نہیں ہی اور ہر طرف شیشہ لگا ہوا ہی اس غرض سے لگاتے ہیں کہ جسکا جی چاہے اُسمیں بیٹھکر کوہستان کی سیر دیکھے اس گاڑی کو آبزرویشن کار کہتے ہیں - جس جگہ زیادہ خوشنا سین ہوتا ہی وہاں کسی قدر ریل کو روک لیتے ہیں کہ مسافر اچھی طرح سیر کرلیں - پہاڑوں کی سیر - آبشاروں کا تماشا اور سوڈا واٹر کے چشمے کو دیکھکر پھر اُسی ندی کے کنارے کنارے چلے اور نو بجے کے قریب پورٹ لینڈ پُہنچے یہ شہر نہایت خوبصورت اور مشہور جگہ ہی - شہر سے کسی قدر اسطرف کارنالش ندی تین چار گز بلند زمین سے نیچے گرتی ہی عجیب خوشنا مقام ہی - برابر اور ہموار ڈھلان پر گرتا ہوا پانی ایک ترچھا آئینہ معلوم ہوتا ہی - عجیب خوشنما اور لطیف چشم انداز ہی - سین فرانسسکو سے پورٹ لینڈ تک سات سو بہتر میل مسافت ہی - شہر کے کنارے پر ریل ٹھیری - ہم مع ہمراہیوں کے شہر کے ہوٹل میں گئے - چار گھنٹے کے قریب استراحت اور کھانے وغیرہ میں صرف ہوئے - کھانے کے بعد پھر ریل میں سوار ہوکر روانہ ہوئے اور کلاما ندی کے کنارے کنارے چل کر کولمبیا ندی پر آئے - یہاں پھر اُسی قسم کی کشتی پر جسکا ذکر خلیج اوکلنڈ کی شاخ پر ہو چکا ہی پوری ریلوے ٹرین رکھی گئی اور دریا کو عبور کیا - پانچ بجے شام کو ٹکوما پہنچکر بلا فصل کچھ

سوار ہو کر دریا کے گھاٹ پر آئے اور الاسکا کے برفستانوں میں جانے کو کوئن

اسٹیمر میں سوار ہوئے۔ جہاز کنارے سے ملا ہوا کھڑا تھا۔ اسباب اور آدمی اپنی اپنی

جگہ پر تقسیم ہو گئے آج صبح کو راستے میں **مونٹ ہڈ** Mount hood

سینٹ ہلینا اور **کاما** پہاڑوں کی پانچ چھ مخروطی چوٹیاں برف سے چھپی ہوئی نظر

آتی تھیں۔

کوئن اسٹیمر نہایت پاکیزہ اور خوبصورت جہاز ہے ۱۸۸۲ء عیسوی کی ساخت ہے۔ درجہ اوّل کے

پچاس مسافر ہیں۔ عملہ اور دوسرے درجے کے مسافر ملا کر چار سو چودہ ۴۱۴۔ جہاز کا وزن

دو ہزار سات سو ستائیس ۲۷۲۷ ٹن ہے۔ اوّل درجہ کے سب کمرے اوپر کی منزل اور ڈوک پر ہیں

سکنڈ کلاس اُس سے نیچے ہے مگر وہ بھی فسٹ کے مثل پلنگ۔ فرش۔ لحاف اور برقی

روشنی وغیرہ سامان سے آراستہ ہیں نوکروں کے واسطے بھی ایک وسیع کمرے میں

اوپر نیچے پچاس پلنگ ہیں اور ہر پلنگ پر دو آدمی سوتے ہیں۔ بیچ میں چھ انچ بلند۔ تختے

کی دیوار ہے۔ بستر وغیرہ سامان بھی مہیا ہے۔ لائبریری اور کھانے کا کمرہ بھی نہایت

خوش قطع اور ضروری سامان سے سجا ہوا ہے اوپر کی منزل میں ایک سرے پر اسموکنگ روم ہے

جہاز کا عملہ نہایت خلیق اور مطیع یوروپین امریکن قوم سے مرکب ہے۔ شب کو جہاز کنارے

پر کھڑا رہا۔ غروب آفتاب آج آٹھ ۸ بجے پر ۲۰ منٹ گزر کر ہوا۔ جس قدر شمال کی طرف

بڑھتے جائیں گے اور دیر میں غروب ہوتا جائے گا۔

۲۲۔ جون۔ رات کو چار بجے سے کشتی نے لنگر اٹھایا صبح سات بجے سیٹل

Satile پر پہنچکر کسی قدر ٹھیرے - مسافر اور اسباب آتارنے چڑھانے کے بعد دس بجے پھر روانہ ہوئے یہ شہر پہاڑ کی بلندی پر بسایا گیا ہی اور دور سے خوشنما معلوم ہوتا ہی - جہاز کی رفتار فی گھنٹہ سولہ ناٹ ہی - شہر ٹکوما جہاں سے ہم سوار ہوئے ہیں اور سیٹل بائیس برس سے آباد ہوئے ہیں سے پہلے یہاں ویران جنگل تھا - چند گھنٹے چل کر پورٹ ٹون سنڈ Port townsend پر پہنچے - یہ قصبہ بھی اسی طرز پر ہی جیسے کنارے کی پہلی آبادیاں تھیں - شام کو عصر و مغرب کے بیچ میں غالباً چھ بجے ہو گئے شہر وکٹوریا پر لنگر ہوا یہ شہر انگلش کناڈا کے متعلق ہی - دور سے انگریزی نشان کا پھریرا اُڑتا ہوا نظر آتا ہی جس کو دیکھ کر سفر کی بیقراری اور غربت کے خیالات کو سکون - دل کو تقویت اور تشفی ہوتی ہی - مولوی فرخی ہمارے ساتھ جہاز پر رہے باقی سب لوگ شہر میں پھرنے کو گئے

۲۳ - ۲۴ - جون - وکٹوریا سے لنگر اٹھا کر جزیرہ وینکوور کے کنارے کنارے چلے جاتے ہیں - وینکوور ہر جگہ ہمارے بائیں پر ہی - دریا نہایت ساکت اور بے موج ہی اور عادتاً کسی موسم میں متلاطم نہیں ہوتا - وینکوور سے آگے بڑھ جانے کے بعد داہنے پر برٹش کولمبیا اور بائیں پر کالورٹ - ہنٹر - پرائیس - پٹ لنڈ - پورچ - ڈنڈاس - ڈیوک اور گریونا واقع ہوتے ہیں - گریونا کے قریب سے ہو کر کلارنس اسٹریٹ اور اسٹیون پاسیج سے گزر کر ۲۰ - جون کی شام کو ٹریڈول مین Tradwelmine میں سونے کی کھان پر لنگر ہوا یہ کھان جنیو کے سامنے ڈگلس Deglis جزیرہ کے کنارے پر واقع ہی - کمپنی کے قبضے میں جو سونا نکالتی ہی

تین ہزار[3000] فیٹ سونے کا پہاڑ ہی۔ عمق کی قید نہیں جہاں تک سونا نکلے جاتے گا کھودیں
گے۔ سونا نکالنے کے واسطے پانچ[5] لاکھ ڈالر یا ایک لاکھ[1] پونڈ کی لاگت کا بہت بڑا کارخانہ
ہی۔ ایک ریلوے لائن بھی کان سے کارخانہ تک سونے کے پتھر لادکر لانے کو کارخانے
سے متعلق ہی۔ سنگ مرمر کے مثل سپید رنگ کا پتھر۔ اندر باہر سونے کے ذروں سے
بھرا ہوا نکلتا ہی۔ اُس کو کارخانے میں لاکر اول چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتے ہیں
پھر ان ٹکڑوں کو باریک پیسنے کے واسطے دوسو چالیس[240] لوہے کے موسل لگے ہوے
ہیں جو انجن کی قوت سے حرکت کرتے ہیں اور پتھر سرمہ سا ہوکر نیچے کے درجے میں گرتا
ہی۔ کارخانے کی زمین ایک طرف کو ڈھلواں ہی۔ ہر موسل کے نیچے پانی کی نہر بہتی ہی۔
باریک پسے ہوے پتھر کو پانی نشیب کی طرف حوضوں میں بہالیجاتا ہی خاک دھل جاتی
ہی اور سونا حوض میں تہ نشین ہوکر پھر کارخانے میں گلایا جاتا ہی اور بڑی بڑی اینٹیں جنکا وزن
بحساب قیمت پندرہ[15] ہزار اور اٹھارہ ہزار[18000] ڈالر ہوتا ہی بناکر سین فرانسسکو بھیجے جاتے
ہیں۔ پتھر پیسنے والے ہر موسل کا وزن گیارہ[11] من ایک سیر یا نوسو[900] پونڈ ہی اور دوسو چالیس[240]
موسل بیس ہزار ایک سو ساٹھ[20160] من پتھر پیسکر روز سرمہ کر دیتے ہیں اور ایک من پتھر میں
اوسط درجہ ایک روپیہ سوا پانچ آنے کا سونا نکلتا ہی۔ اِسی ڈگلس جزیرے میں جسکا طول
اٹھارہ[18] میل اور عرض دس میل ہی چاندی اور سونے کے سوا اور کانیں بھی ہیں چنانچہ
ٹریڈول کان سے چار میل کے فاصلے پر پہاڑ کے نیچے ہلالی نیم دائرے کی
شکل کا ایک تالاب ہی جسمیں کئی آبشاریں بہت زور سے گرتی ہیں۔ یہی تالاب

چاندی کی کان ہی اور یہاں سے پانچ میل پر ایک ندی کی ریت سے خالص سونا نکلتا ہی
بہت آسانی سے مٹی کو دھوکر سونا نکال سکتے ہیں

کالی فورنیا کی کان جسکا ذکر یوسی مٹی ویلی کے راستے میں ہوا اور جو **کالورادو**
Ka lora doo پہاڑ میں واقع ہی ڈڈ ول سے بہتر نہیں ہی - غرضکہ کشتی سے اُترکر
ہمنے سونا نکالنے کے کارخانے کو دیکھا - مینیجر نے ایک ایک کل اور انجن کو دکھایا -
تختے کی عمارت ہی - اوپر کے درجے میں پتھر کے ٹکڑے - آہنی موسل کے چار طرف
ایک بڑی اوکھلی جیسے ظرف میں ڈالتے ہیں - اُسی ظرف کے بیچ میں لوہے کا موسل
ہی جو تدریج ریزہ کر کے پتھر کو نیچے لیجاتا ہی اور پتھر وہاں تک پہنچتے پہنچتے پس کر سرمہ ہوجاتا
ہی مینیجر نے بہت ایسے ٹکڑے جنمیں سونے کے زیادہ ٹکڑے وصل تھے بطور یادگار
پیشکش کیئے اور مسافروں کو بھی جسقدر جسنے چاہا اُٹھانے اور چھانٹنے دیئے - جہاز
آنے کی خبر سنکر کارخانے سے باہر میدان میں کلانکٹ قوم یعنی امریکہ کے اصلی باشندوں
کی عورتوں نے بازار لگا رکھا تھا - اِسی پتھر کے ٹکڑے جنمیں سونا آمیز ہی اور چاندی کی
کھان کے پتھر اور ایسی دہات کے ٹکڑے جو سونا سلفٹ آف ایرن اور چاندی سے
مرکب ہیں فروخت کے واسطے رکھے تھے - اسکے سوا سمور کی کھالیں - سمور کے سلیپر
لکڑی اور چاندی کے چمچے - ہاتھوں کی چوڑیاں - سونے کے کڑے جو اُنھیں جنگلیوں
کے ہاتھ کے بنے ہوئے ہیں عورتیں بیچتی ہیں - گو یہ لوگ غیر مہذب اور وحشی ہیں مگر
دستکاری سے خالی نہیں - گھاس کے ڈبے - پٹاریاں اور چاندی کے چمچے وغیرہ تو

بہت ہی خوشنما بناتے ہیں تب کو جہاز وہیں ٹھیرا رہا۔ صبح کو جونیو June au

ایک مختصر آبادی بر جو دا ہنے کنارے اور ٹریڈون مین سے تین میل ہی کسی قدر قیام ہوا

یہاں بھی جنگلی امریکن سمور کی کھالیں۔ سمور کے موزے۔ سلیپر۔ دستانے اور سونے کے

پتھر کرٹے۔ چاندی سونے کی چوڑیاں۔ انگوٹھی۔ چھلے اور تیر کمان وغیرہ بیچتے تھے۔

اکثر لوگ یادگار کے طور پر خریدتے ہیں۔ اس ملک میں سمور کی قسم بہت عمدہ اور ارزاں ملتی

ہی چنانچہ سفید لومڑی کی کھال فی عدد پانچ ڈالر۔ آنکھیں اور استر لگی ہوئی تیار کھال فی سات ڈالر

ریچھ اور بیور کی کھالیں بھی بہت تھیں۔

الاسکا برٹش کولمبیا سے ملا ہوا نہایت سرد ملک ہی۔ اُسکے جنوب میں برٹش کولمبیا

شمال میں اٹڈمرلٹی اور جیچک آف جزیرے ہیں۔ غایت طول شمالاً و جنوباً

گیارہ سو میل اور عرض شرقاً و غرباً آٹھ سو میل۔ رقبہ پانچ لاکھ چودہ ہزار سات سو

میل مربع۔ تمام ملک کا دور سات ہزار آٹھ سو ساٹھ میل۔ عرض شمالی ۵۵ سے ۷۱ تک ہی

طول شرقی ۱۴۲ سے ۱۶۶ تک ہی۔ اِس موسم میں آفتاب رات کو دس بجے کے

بعد غروب اور دو بجے طلوع ہوتا ہی۔ تمام بلند پہاڑوں پر ہمیشہ برف رہتا ہی اور بڑے

بڑے دریا اُسمیں سے بہکر سمندر میں گرتے ہیں۔ نامی اور بڑا دریا یوکن Yukon

ہی جو تین ہزار میل بہکر سمندر میں گرتا ہی۔ یہ دریا دہانے کے قریب جاکر اسی

میل چوڑا ہی۔

الاسکا کے بلند اور مشہور پہاڑوں میں اکیٹو وال کینو (آتش فشاں) سینٹ الیاس

St Elias ہی جو سمندر کے سطح سے ۱۸۰۹۰ فیٹ بلند اور شمالی امریکہ میں سب
سے بلند چوٹی ہے۔ اس ملک کی امیدگاہ سونے کی کان سمور اور مچھلی کا شکار ہے۔ مچھلی
کے شکار سے ناظرین یہ تصور نہ کریں کہ شبرتیا بھٹیارہ یا مذرا کہار جال سے پکڑ کر دو
چار آنے کی بیچ کھاتے ہونگے۔ بلکہ لاکھوں من مچھلیاں نمک سود کرنے کے بعد تمام
عیسائی دنیا کو جاتی ہیں۔ لاکھوں روپے کا سمور اور لاکھوں من مچھلی ویس دیس
کو بھیجی جاتی ہے۔ سنہ ۱۸۹۲ء میں صرف پچاس لاکھ روپیہ کا سونا کان سے نکالا گیا ہے۔
سمور کی بھی یہی حالت ہے۔

الاسکا نہ سلطنت ہے نہ ملک بلکہ ایک ضلع ہے اور یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ کے متعلق
اریگن اسٹیٹ کے ماتحت ہے قانون نہایت مفید اور عمدہ ہے تمام افیسر یونائٹڈ
اسٹیٹ امریکہ کے پریسیڈنٹ کے حکم سے مامور ہوکر آتے ہیں اور بندوبست مفصلہ ذیل
افسروں سے متعلق ہے۔ گورنر۔ مارشل یعنی افسر فوج۔ کلکٹر محصول۔ ڈسٹرکٹ جج۔
سردفتر۔ سرویر جنرل۔ ڈسٹرکٹ اٹرنی اور ہر ایک ڈپارٹمنٹ میں ایک ڈپٹی
ہے۔ سب کی تنخواہ قومی خزانے سے دی جاتی ہے باشندے کوئی خاص ٹکس
نہیں دیتے۔

یہ ملک سنہ ۱۷۴۱ء میں وٹس بہرنگ Vitus behring کے
ذریعے سے ظاہر ہوکر چونکہ سلطنت روس کی سعی سے ملا تھا۔ ابتدا سے روس ہی
کے قبضے میں رہا۔ اصلی امریکن لوگ اس ملک میں تقریباً پندرہ ہزار رہتے ہیں جو زیادہ تر

ارکٹک کے سرکل پر بستے ہیں اور آٹھ ہزار یورو پین امریکن جنوبی مشرقی سمت میں آباد ہیں مگر یہ حصہ ضلع سے علیحدہ ہوکر ایک جداگانہ علاقہ شمار ہوتا ہی - بارش کا سالانہ اوسط اَسّی انچھ ہی - مقام جنیو جو ۱۸۸۰ء میں آرٹی ہیرس اور جوزف جنیو کے وسیلے سے قائم ہوا معدنی اور تجارتی جسم کا دل ہی - یہ دونوں شخص تحقیق حالات کے واسطے سفر پر مقرر تھے - انہیں دونوں شخصوں نے سونے کی بیش بہا کان پائی اور فوراً ویران زمین کو آباد کرنا شروع کر دیا کان ملنے کی خبر سنتے ہی دور دور سے لوگ آکر بسنے لگے - سب سے پہلے جوزف جنیو نے مکان بنایا جو اب والن ٹائن جیولری اسٹور Yalentine sJewelry stote کے قبضے میں ہی غرضکہ بہت جلد ملک آباد ہوگیا - اور تھوڑے عرصے میں تجارتی کارخانے - ہوٹل - مال کے گودام اور ناچ گھر وغیرہ بن گئے اِس ملک کو روسیوں نے ۱۸۶۷ء میں امریکن سول† وار کے بعد بہتر لاکھ ڈالر (چودہ لاکھ چالیس ہزار پونڈ) (دو کروڑ سولہ لاکھ بیس ہزار روپے) کو یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ کے ہاتھ بیچ ڈالا -

۲۵ - جون - صبح سے ہمکو برف کے ٹکڑے جنکو انگریزی میں آئس برگ کہتے ہیں پانی پر تیرتے ہوئے مل رہے ہیں - بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں -

---

† امریکہ کی لڑائی جو غلاموں کے آزاد کرانے پر شمالی اور جنوبی امریکہ والوں میں واقع ہوئی سول وار کہلاتی ہی - شمالی امریکہ کی طرف سے جنوبی پر زور ڈالا گیا تھا کہ وہ بھی اپنے غلام آزاد کر دے - اس لڑائی میں شمالی امریکہ نے فتح پائی اور اُسکے غلام آزاد کرا دیے -

۲۶ جون - جس راہ سے ہمارا جہاز گزر رہا ہی اُسی کے دونوں طرف بہت قریب جنگل اور پہاڑ ہی بیچ میں دریا ساکت اور بے موج کف دست کی طرح بے حرکت ہی جسقدر برف کے پہاڑوں اور منجمد ندیوں سے قریب ہوتے جاتے ہیں اُسی قدر بڑے بڑے برف کے جزیرے کثرت سے ملتے جاتے ہیں - اکثر سفید اور بعض مثل نیلم کے خوشرنگ آبی ہیں - برف کا وزن پانی کی نسبت ہلکا ہوتا ہی اور آٹھ[۸] نو[۹] حصے کے قریب پانی میں ڈوب کر ایک حصّہ سطح پر ابھرا ہوا رہتا ہی - سوائے اُس برگ کے دوسرا حسن یہ ہی کہ بہت قریب قریب چھوٹے چھوٹے نہایت سبز و شاداب جزیرے کثرت سے واقع ہوئے ہیں - ان جزیروں کی خوبی کو جنگلی درختوں کے جھنڈ اور بھی زیادہ رونق دیتے ہیں - ان جزیروں کی وسعت پچاس گز - سو - بعض ڈیڑھ سو گز مدور سے زیادہ نہیں ہی - بعض جگہ کناروں کا جنگل اور پہاڑ جہاز سے سو گز تک فاصلے پر واقع ہوتا ہی اور بعض جگہ کھُلے ہوئے پانی میں گزرتے ہیں - بارہ بجے کے بعد ایسے مقام پر پہنچے جہاں پانی جھیل کی طرح تین طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ہی بائیں طرف کے پہاڑ میں ایک درہ جو تقریباً چھ سات سو گز چوڑا ہوگا سر سے پانو تک برف سے بند ہی - یہ برف ندی بہکر آتی ہوئی جم جانے سے پیدا ہوا ہی - اگرچہ گرد و غبار نے برف کے نورانی چہرے کو کسی قدر مکدر کر دیا ہی مگر پھر بھی کیفیت سے خالی نہیں ہی - اِس درّے کے پیچھے بھی بہت بلند اور لمبی دیوار برف کی نظر آتی ہی - ایسے دروں میں پہاڑ کی بلندی سے بہکر آنے والی ندیاں جم جاتی ہیں تو اُن کو گلیشیر کہتے ہیں اور ایک دوسرا درہ نہایت

خوبصورت آبی برف سے بنی ہی جسکو تاکو گلیشیر کہتے ہیں۔ سمندر بلندی پر برف کی پست و بلند مینارین اور گنبد نما چوٹیاں انکے بیچ میں کہیں کہیں کوچوں کے مثل نالیاں واقع ہونے سے معلوم ہوتا ہی بلور کا بنا ہوا شہر آباد ہی۔ جہاز بہت قریب تک گیا۔ پانسو من سے پندرہ اور دس من تک بھاری برف کے ہزاروں ٹکڑے پانی پر تیر رہے ہیں۔ جہاز کے عملے نے ایک لوہے کے جال میں پھنسا کر ہزاروں من برف دریا سے اٹھایا اور جہاز پر رکھ لیا۔ جہاز میں صرف ہونے کے سوا اس برف کو دور دور ملکوں میں جا کر بیچتے ہیں۔ اسی قسم کا برف اکثر بمبئی اور برف کی مشین جاری ہونے سے پہلے وسط ہندوستان تک آتا تھا۔ یہ برف نہایت لطیف اور شیریں چشموں کا پانی سردی کی شدت سے جما ہوا ہی ورنہ سمندر کا پانی کبھی برف نہیں بنتا۔ بعض ٹکڑے اسقدر بڑے ہیں کہ ایک بڑے مکان کی برابر صرف پانی سے باہر نکلا ہوا حصہ نظر آتا ہی۔ ایک بہت بڑا ٹکڑا برف کا جہاز میں رکھنے کو اٹھایا گیا۔ دس بارہ ٹن سے کم بھاری نہ تھا۔ اندر کے درجے میں نہ جا سکا۔ ناچار اوپر رکھ کر اور لوہے کے کدالوں سے ٹکڑے ٹکڑے توڑ کر ادھر ادھر رکھ دیے گئے تاکو گلیشیر اس قدر خوبصورت اور دلچسپ ہی کہ ایک لحظہ تماشے سے جی سیر نہیں ہوتا جہاز کے سامنے کی طرف بیالیس ۴۲ ڈگری سردی اور کیبن کے آگے برآمدے میں اس وجہ سے کہ لوہے کے نل گرم بھاپ سے بھرے ہوئے جال کی طرح پھیلے ہوئے ہیں پچپن چھپن ۵۵ ۵۶ ڈگری پر پارہ تھا۔ گھنٹہ بھر کے قریب وہاں ٹھیرے۔ بعض مسافروں نے برف کی تصویریں کھینچیں۔ پھر کسی قدر اُنٹے قدموں

پھر کر داہنی طرف مُڑے اور چل کاٹ کو چلے ۔ چونکہ کُہر کی شدت میں دس پندرہ گز فاصلے سے زیادہ نظر نہیں آتا تھا چلکاٹ کے قریب تک جاکر پیچھے ہٹنا پڑا ۔ تمام رات چلتے رہے ۔ آج دس بجکے آفتاب غروب ہوکر دو بجے پر طلوع ہوا

۲۷ جون ایک بجے کے قریب بیرن آف Baran off

جزیرے کے کنارے سٹکہ Sitka پر لنگر ہوا ۔ سافرجہاز سے اُترکر شہر کو گئے ۔ لنگر گاہ کے قریب امریکن وحشی عورتیں چاندی کا اسباب چمچے وغیرہ ۔ تیروکمان ۔ لکڑی کے برتن اور چمچے ۔ گھاس کی بُنی ہوئی ٹوکریاں پٹاریاں اور سمور کے دستانے وغیرہ بیچ رہی ہیں ۔ ان عورتوں کے چوڑے چکلے چہرے ۔ گول گول آنکھیں بعینہ لداخی عورتوں کے مشابہ ہیں ۔ رنگ گورا ہی مگر یوروپین امریکن قوم سے ممیز ہیں ۔ صاف پہچانا جاتا ہی کہ یہ لوگ دیسی ہیں ۔ اِس قوم کے اکثر لوگ جو عیسائی آبادیوں میں رہتے ہیں عیسائی ہیں ۔ باقی جنگلوں کے رہنے والے اپنی پُرانی حالت پر اب تک بُت پرست ہیں ۔ زبان بھی علیحدہ ہی ۔ اکثر گفتگو کے وقت خ ۔ ٹ ۔ ک ۔ غ ۔ ش ۔ سے الفاظ مرکب پائے جاتے ہیں ۔ چونکہ یوروپین امریکن انگریزی زبان بولتے ہیں اس لیئے اُنکے میں سے بعض انڈین امریکن بھی انگریزی بولنے لگے ہیں ۔

سٹکہ بہت ہی مختصر لکڑی کی عمارت کا قصبہ ہی ۔ گھاٹ سے کسی قدر فاصلے پر بازار میں گریک چرچ ہی جو روسیوں کا مذہب ہونے کی وجہ سے اُنھیں کے تسلط کے زمانے کا بنا ہوا ہی ۔ ہم ۔ مولوی فرخی ۔ عبدالصمد خاں کپتان فتحیاب خاں

عبدالمجید خاں اور مسٹر ہڈن آبادی سے گزر کر دریا کے کنارے جنگلی درختوں
کے بن میں ایک چھوٹی سی ندی پر گئے - اس ندی کو انڈین ریور کہتے ہیں -
پہاڑی ندی معلوم ہوتی ہے - پتھر کے روڑوں پر نہایت سرد اور موتی سا تھرا ہوا صاف
پانی بہتا ہے - عمق بھی زیادہ سے زیادہ دس بارہ گرہ ہوگا - کسی قدر تفریحاً کنارے پر
بیٹھکر عجائب خانہ دیکھنے کو آبادی میں واپس آئے - فی کس بیس سینٹ لیکر
دکھاتے ہیں چھوٹا سا ایک کمرہ ہے - اکثر امریکن جنگلیوں کے اسباب و آلات رکھے ہیں
عجائبات دنیا سے نہایت عجیب یادگار میمتھ Mammoth کی ہڈیاں ہیں -
اس نام کا حیوان اگلے زمانے میں ہوتا تھا اب اُسکی نسل مفقود ہے مگر کہتے ہیں افریقیہ میں
اب بھی موجود ہے - امریکہ میں بعض جگہ برف کے نیچے مردہ میمتھ دبے ہوے نکلے ہیں
چونکہ برف کے اندر کسی جسم میں کون و فساد نہیں ہوتا اس لیے سب لاشیں زندہ کے مثل
صحیح و سالم تھیں - اس حیوان کے جسم کا طول تیس فیٹ اور قد کی بلندی بیس فیٹ -
ہاتھی سے مشابہ - تمام بدن پر دبیز اور سرخ رنگ کے لمبے لمبے بال - آنکھیں لمبی - کان
چھوٹے - سونڈ بھی بہت لمبی - دانت زیادہ سے زیادہ اب تک پانچ گز لمبے پاے
گئے ہیں - چنانچہ مسٹر فول نے جو دانت الاسکا سے خریدے پندرہ پندرہ فیٹ
لمبے تھے - عجائب خانے میں نو دانت رکھے ہیں - ایک سر کی ہڈی میں لگا ہوا تھا -
مولوی فرخی لے بالشت سے ناپا پونے دو گز ہڈی سے باہر تھا - ایک گز جبڑے
کے اندر بھی ہوگا مگر موٹائی بھینسے کے سینگ سے زیادہ نہیں ہے - علیحدہ رکھے ہوئے

دانتوں میں ایک ہو سے تین گز لمبا اور بیچ میں سے گیارہ گرہ موٹا تھا۔ نوک بہ نسبت جڑ کے پتلی نوکدار اور بہ شکل خمیدہ ہی۔ علم حیوانات کے علما نے تحقیق کیا ہی کہ یہ حیوان گرم ملک کا ہی جس زمانے میں یہ ملک گرم تھا میمتھ بھی زندہ تھا۔ مگر زمین پر موسم ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں جب یہاں سردی زیادہ ہوئی اور برف گرنے لگا تمام نسل نابود ہوگئی اُسی زمانے کی مردہ لاشیں برف میں دبی ہوئی نکلتی ہیں۔ میمتھ کی زندگی کے زمانے کو **طوفان نوح علیہ السلام** سے پہلے قیاس کرتے ہیں۔ اسکے سوا زرد سرخ سپید اور ابلق لومڑیوں کے سمور نمونے کے طور پر رکھے ہیں۔ یہ بھی اِس برفستان کا تحفہ ہی۔ کئی جوڑی شیر ماہی کے دانت بعض سر کی ہڈی کے ساتھ جڑے ہوے اور بعض علیحدہ رکھے ہیں۔ ہاتھی کے دانت کی نسبت زیادہ مضبوط اور بہت خوبصورت جوہردار چیز ہی۔

والرس Walrus مچھلی بھی ہاتھی سے بہت مشابہ ہوتی ہی جسم بعینہ بغیر پانو کے ہاتھی کا دھڑ ہی۔ البتہ چہرہ شیر کے ہمشکل ہوتا ہی اور ہاتھی کی طرح دو دانت نیچے کی طرف کو سیدھے جھکے ہوئے آٹھ دس گرہ لمبے چار گرہ کے قریب موٹے ہوتے ہیں۔

اِس ملک میں بہت بڑا شکاری پرند **عقاب** ہوتا ہی سر اور گردن سپید باقی جسم کے پروں کا رنگ چیل کی طرح مخلوط۔ دو دو انچ لمبے ہلالی ناخن پنجے اسقدر تیز اور قوی ہیں کہ جس چیز پر گھُس جائیں بمشکل سے کھُل سکیں۔ عجائب خانے میں بھی ایک مردہ

عقاب زندہ کے مثل بنا کر رکھا ہے۔

کئی قسم کے تیر اور کمانیں جنگلیوں کی رکھی ہیں جنمیں بعض کمانیں مچھلی کی ہڈی کو خم دیکر اُسی کے پٹھے کا رودہ چڑھایا ہے۔ بعض کمانیں سخت اور مضبوط لکڑی کی بھی ہیں۔ تیروں پر نوکدار ہڈیوں کی بھال لگی ہوئی ہے۔ بعض اس طرح بنائے ہیں کہ نلی کی ہڈی کو ایک طرف سے لکڑی میں پرویا ہے اور دوسرے سرے کو شگاف دیکر اُسمیں لوہے کی بہت چوڑی سنان لگائی ہے کسی تیر میں چقماق کے پتھر کو پیکان کے مثل نوک اور دھار نکال کر لگا دیا ہے مگر پیکان صرف پتھر کی ہے باقی تیر کی وہی حالت ہے کہ لکڑی میں نلی کی ہڈی اور ہڈی میں پیکان۔ بعض تیر ایسے ہیں کہ لکڑی پر لوہے کی زہر آلود پیکان لگائی ہے۔ اس تیر کا زخم زیادہ تکلیف دیتا ہے اور انسان ہلاکت سے نہیں بچ سکتا اس کا چھو جانا کافی ہے۔ انکے علاوہ چند سر الک [K] کے تھے اس جانور کو چھانک یا بارہ سنگے سے مثال دے سکتے ہیں۔ مگر اُن کے قسم میں اور الک میں بڑا فرق یہ ہے کہ الک کے سینگ تاڑ کے پتوں کی طرح تختہ تختہ جڑے ہوے ہوتے ہیں دو ڈھائی گز چوڑے دروازے سے نہیں گزر سکتا۔

آبی اور سیاہ نقطہ دار کئی انڈے ہیں مگر معلوم نہیں کس جانور کے ہیں۔

زیادہ دلچسپ جنگلیوں کے اسباب اور آلات ہیں اسکے سوا بہت باریک مچھلی کی کھال کا لباس ہے جسکو برف میں رہنے والے اس غرض سے پہنتے ہیں کہ پانی میں بدن تر نہو اور سردی بھی اثر نکرے۔ بعض لباس سپید کمخت کے مثل قدرتی جانورانہ

پڑی ہوئی دانہ دار کھال سے بنائے ہوئے ہیں - قریب قریب گوہ کی کھال سے مشابہ ہی مگر بہت صاف اور مضبوط - بچاس ساٹھ برس پیشتر جبکہ ڈائن اور جادوگروں کی نسبت لوگ یقین کرتے تھے کہ وہ جس انسان کو چاہیں برباد کر سکتے ہیں سلطنت روس نے ایک عملہ ڈائن اور ساحروں کے قتل پر مقرر کیا تھا - عجائب خانے میں اُن ساحر کش سپاہیوں کی وردی ایک لکڑی کے پُتلے کو پہنا کر خیالی ڈائن اور جادوگروں کو قتل اور گرفتار کرتے ہوئے نمونے کے طور پر بنا رکھی ہی نہایت عجیب اور ہیبت ناک وردی ہی - ٹوپی میں دو سینگ بھی لگے ہوئے ہیں ہو بہو وہی ترکیب ہی جیسے پارسی لوگ تھیٹر میں کالے اور لال دیو بنا کر پیش کرتے ہیں - اِسکے سوا جنگلیوں کے دستانے اور گھٹنوں تک لمبے موزے وغیرہ بھی ہیں -

دو مجلسیں جنگلیوں کے برہنہ ناچ کی مٹی کی مورتوں سے بنا رکھی ہیں جنسے ناچ کی طرز اور تعیش کا طریقہ ظاہر ہوتا ہی اُن میں سے بعض مردوں کی آرائش اور سنگار کی یہ طرز ہی کہ دونوں طرف گالوں پر بجائے گل مچھوں کے دو لیموں چپکا لیتے ہیں باقی بدن مادر زاد برہنہ ہی -

پانچ قسم کے مچھلی پکڑنے کے جال رکھے ہیں - اِن جالوں کو وہیل مچھلی کی ہڈی کے تار بنا کر اُن سے بنتے ہیں نہایت مضبوط چیز ہی -

اسکے سوا ریچھ کے دو تین سر جنکے مُنہ میں شکار بھی ہی اور دو جنگلی کُتے زندہ کے مثل بنا کر رکھے ہیں - کُتا خوبصورت ہی لومڑی اور گیدڑ کی ملی جلی نسل معلوم ہوتا ہی - اِس

امر سے تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ ریچھ کے منہ میں خسکار کیوں ہی - ریچھ گو پھل پھلاری گھاس پات کھانے والا جانور ہی مگر برف کا ریچھ گوشت ہی کھاتا ہی -

چند نمونے تانبے کی کھان کے ہیں یہاں تانبا اسطرح پیدا ہوتا ہی کہ سنگ خارا کے ٹکڑوں میں تانبے کی ہشت پہل گولیاں نہایت مضبوطی سے جڑی ہوئی ہیں پتھر کو توڑ کر تانبا الگ کر لیتے ہیں سونا چاندی اور لوہا وغیرہ معدنیات کے نوتے بھی رکھے ہیں - دو تین ۳ کشتیاں تین ۳ اور چار ۴ فیٹ لمبی ڈیڑھ فیٹ چوڑی جنمیں تختے کی عوض سیل Seal کا چمڑا منڈھا ہوا ہی اور دونوں طرف مچھلی کی ہڈیاں کمان کی طرح خم دیکر بیٹوں کی جگہ لگائی ہیں - ایک کشتی قریب آٹھ ۸ نو ۹ فیٹ کے لمبی ہی اسمیں بھی لکڑی کی جگہ مچھلی کی پسلیاں ہیں اور تمام سیل کے چمڑے سے منڈھی ہی - ایسی کشتی ہمیشہ پانی اور برف کے صدمے سے محفوظ رہتی ہی - برف میں رہنے والے لوگوں کے واسطے خشکی کا مرکب بغیر پہیوں کی گاڑی ہی جسمیں مچھلی کی موٹی موٹی ہڈیاں کشتی کے پیندے کی طرح خم دیکر لگاتے ہیں - گاڑی کی پوشش اور نشست کا حصہ سیل یا ریچھ کی کھال سے بناتے ہیں گھوڑے کی جگہ کتے یا بکری - بعض گاڑیوں میں بارہ سنگا جوڑتے ہیں - بہت آسانی سے برف پر پھسلتی ہی اسی قسم کے تین ۳ گاڑیاں یہاں بھی رکھی ہیں - اِسکے سوا دو چھوٹی چھوٹی توپیں گز بھر اور بارہ گرہ لمبی اور ایک بڑی ساڑھے تین گز لمبی آٹھ گرہ موٹی اور چند چقماق کی بندوقیں روسیوں کے زمانے کی یادگار ہیں -

اگرچہ مختصر سی عمارت اور بہت کم اسباب ہی مگر اصلی باشندوں کے اسباب و آلات کی عمدہ

یادگار ہے۔ عجائب خانے سے جہاز کو آتے ہوئے ہمنے ایک چرچ کا گرجا دیکھا۔ آدھا دارے کر سیر کراتے ہیں۔

آج شام کو اہل جہاز کی طرف سے شہر والوں کے واسطے ناچ اور گانے کی دعوت ہے نو بجے سے شروع ہوگی۔

۲۸ جون۔ دس بجے جہاز لنگر اٹھا کر آڑے ترچھے پیچیدہ راستے سے روانہ ہوا۔ جس راہ سے آئے ہیں اسی طرف الٹے قدموں پھر کر میر گلیشیر Muir glacier کو جاتے ہیں۔ سٹکہ کے داہنی طرف کروز آف Krozoff جزیرے کے ساحل پر ایک پہاڑ اور جنگل جو جہاز سے پانسو گز فاصلے پر ہوگا ملتا ہے۔ روسی آبادی اول یہیں سے شروع ہوئی تھی۔ یہ مقام اس لیئے زیادہ تر قابل یادگار ہے کہ امریکن جنگلیوں نے جو پہاڑ کے دوسری طرف بستے تھے ایک روز رات کو اچانک آکر روسی زن و مرد اور بچے سب قتل کر ڈالے ایک جان بھی زندہ نہ بچی۔ پرسوں جزیرہ چل کاٹ ئے اس کنارے پر تھے اور کہر نے آگے بڑھنے سے روکا تھا۔ آج چل کاٹ کے ساحل سے ملے ہوئے جا رہے ہیں اگر کہر نہ ہوا تو برف کے پہاڑوں کو اچھی طرح دیکھ سکیں گے اسوقت تھرمامیٹر ۶۶ ڈگری پر ہے اور ہم چاتھم اسٹریٹ Chatham strait اور گلیشیر بے Glacier bay سے ہو کر میر گلیشیر کو جائینگے چیچگ آف Chichagoff جزیرہ بائیں پر ہے اور بیرن آف Baranoff داہنے پر اور اسوقت

ہم پیرل اسٹریٹ Peril strait میں جارہے ہیں۔ ایک بجے کے
قریب پیرل اسٹریٹ سے نکل کر چاتھم اسٹریٹ میں داخل ہوتے ہی جزیرہ ایڈمرلٹی
Adiralty کے ساحل پر پہنچے اور کیلس نو Killis noo (ک۔ے
ل۔س۔ن۔و) (گانو) کے کنارے پر جہاز نے لنگر کیا۔ کیلس نو مچھلی کے شکار کے
واسطے مشہور جگہ ہے۔ لنگر ہوتے ہی تمام سافرزن و مرد آبادی میں گئے زیادہ سے زیادہ دوسو
گھر کے قریب کلانکٹ Klankets قوم کے امریکن وحشی بستے ہیں۔ غرضکہ
ایک امریکن یوروپین کی دُکان سے شائقین شکار نے کانٹے۔ ڈور اور مچھلی کا چارہ وغیرہ
سامان شکار خریدا اور اکثر مرد و عورت ایک دُخانی بوٹ میں اور بعض جہاز کی ہمراہی کشتیوں
میں بیٹھکر شکار کو گئے کنارے سے کسی قدر فاصلے پر جہاں پانی ہونے دو سو فیٹ
گہرا تھا شکار کے واسطے کانٹے ڈالے۔ مچھلیوں کی اسقدر کثرت تھی کہ کانٹا گرا اور مچھلی
نے پکڑا۔ ایک مچھلی کانٹے میں اُلجھکر آئی اور دوسری خود سر اُسکی رفاقت میں ساتھ
ہولی جب پانی سے اُبھر کر آدمی کو دیکھا تب بھاگ نکلی دو گھنٹے کے عرصے میں قریب ڈھائی
سو کے مچھلیاں پکڑی گئیں جنہیں بڑی سے بڑی پچاس اور ساٹھ پونڈ تک بھاری تھی۔
یہاں سے کچھ فاصلے پر جاکر سرخ مچھلی کا شکار ہوتا ہے جسکو سیمن Samon
کہتے ہیں۔ وہاں پانی زیادہ عمیق ہے۔

اکثر امریکن وحشیوں کے گھروں میں ویل مچھلی کی بڑی بڑی ہڈیاں دروازے
کے آگے رکھی ہوئی ہیں اور ہر دروازے پر عورتیں گھاس کی بنی ہوئی ٹپاریاں۔ بالٹی۔

بوتلیں۔ ڈبے اور سیپ ۔گھونگے وغیرہ بیچ رہی ہیں۔ گھاس کو مختلف رنگوں سے رنگ کر بہت باریک اور عمدہ اسباب بناتے ہیں۔ اِس قوم کی ظاہری حالت سے معلوم ہوتا ہی کہ بہت مفلس اور تنگ دست ہیں۔ مکان صرف تختوں کا بنا ہوا ایک کمرہ ہی اسی میں چھ سات انچ تختے کی دیوار زمین پر لگا کر کیاری کی شکل بنا کر اسمیں ریچھ وغیرہ کی کھال بچھا لیتے ہیں۔ اُنکا پلنگ یا مسہری جو کچھ کہو یہی ہی۔ مردوں کا لباس قریب قریب انگریزی ہی۔ عورتیں لہنگا اور آستینوں دار کرتی پہنتی ہیں اور سر پر رنگین رومال ڈال کر کمل یا سرج چادر سموسہ کی ہوئی شانوں سے اوڑھتی ہیں۔ آرائش کے واسطے زیور کی جگہ ایک عجیب رسم ہی کہ دو یا چار دانت سیپ یا ہڈی کے بنے ہوئے ہونٹ اور ٹھڈی کے درمیان جلد میں سوراخ کر کے اور اُس سوراخ میں دانت پرو کر زخم میں ٹانکے لگا لیتی ہیں۔ چونکہ ابتداے شباب سے اِس کا عمل درآمد ہوتا ہی جلد کا زخم برابر ہو کر دانت گوشت میں وصل ہو جاتے ہیں چڑیل کی خیالی مہیب صورت میں اور اِن میں ذرا فرق معلوم نہیں ہوتا۔

مولوی فرخی کو اتفاق سے ایک عجیب معاملہ پیش آیا کہ ایک بڑھیا جسکے چہرے پر اُسی قسم کے دانت لگے تھے اپنا مُنہ کالا کیئے ہوئے ایک گھر میں بیٹھی تھی اور ایک نوجوان مرد نہایت ضعیف و لاغر قریب مرگ بستر پر پڑا تھا۔ اہلِ جہاز سے ایک لڑکی جو مولوی صاحب اور دوسرے مسافروں کے ساتھ گانو میں سیر کرتی پھرتی تھی۔ بڑھیا کو دیکھکر ڈری اور خوف کی حالت میں دوڑ کر مولوی صاحب سے لپٹ گئی۔ مولوی صاحب مع دو تین مسافروں کے گھر کے اندر گئے اور حال تحقیق کرنے لگے۔ مُنہ کالا کرنے کا سبب یہ معلوم

ہوا کہ وہ نوجوان جو نزع کی حالت میں ہی بڑھیا کا بیٹا ہی اور اُسی کے ماتم میں بڑھیا نے
اپنا مُنہ کالا کیا ہی۔ حسنِ اتفاق سے جہاز کا ڈاکٹر بھی وہاں آنکلا۔ اُسنے بیمار کی نبض
دیکھی۔ معلوم ہوا فی منٹ ایک سو اُنتیس ۱۲۹ دفعہ حرکت ہی اور سِل کے مرض میں مبتلا ہی۔
بڑھیا کی مصیبت و مفلسی پر ترس کھا کر کسی نے وس سینٹ کسی نے بچیش اور کسی نے
آدھا ڈالر بطورِ خیرات دیا۔ اِسکے بعد اور لوگ تو جہاز کو واپس آئے مگر مولوی صاحب
فطرتی ہمدردی اور رقّتِ قلب کی وجہ سے تھوڑی دیر تک مریض کی تیمارداری میں بڑھیا
کے شریک حال رہکر اپنے ہمراہیوں سے بچھڑ گئے۔ جہاز کی روانگی کا وقت بھی قریب
تھا لہذا مسافروں کو سیر و شکار سے واپس بُلانے کے لیے سپہم انجن سیٹی دے رہا تھا
الارم کی آواز نے مولوی صاحب کو چونکایا۔ بڑھیا کی رفاقت چھوڑ کر جہاز کی طرف رُخ کیا۔
مگر باہر نکل کر دیکھا تو نہ رستے کا پتا ملا نہ دریا کی سمت یاد رہی کہ جہاز کس طرف کھڑا ہی۔
گانوں کی گلیوں میں پھرنا شروع کیا۔ ہر طرف سے جنگلیوں اور اُنکے کتّوں نے گھیر لیا
اور تحقیر و تعصب کی شان سے بنانا شروع کیا۔ کوئی پتھر کا روڑا یا گلی ہوئی لکڑی اُٹھا کر
دکھاتا تھا کہ یہ عجیب یادگار ہی اور ایک اشرفی قیمت ہی اِسے خرید لو۔ کوئی لوہے کا پُرانا
ٹکڑا یا جلانے کی لکڑی لاکر دیتا تھا کہ یہ اِس ملک کا تحفہ ہی۔ ڈو پونڈ دیدو۔ ایک شخص
اُنمیں سے انگریزی بولتا تھا جو سب کی طرف سے دلالی و ترجمانی کرتا تھا۔ مولوی صاحب
جنگلیوں کے حالات میں اکثر اہلِ امریکہ سے سُنا کرتے تھے کہ یہ لوگ مسافر کو تنہا پاکر لالچ
یا تعصب کی وجہ سے مار ڈالتے ہیں۔ وہم و شک ہوا کہ غالباً میرے ساتھ بھی یہی

ارادہ ہو جب دیکھا کہ اِن سے کسی طرح رہائی نہیں معلوم ہوتی - اگر آدمیوں نے جانے دیا تو بنیں پچیس گنتے مدارات کے واسطے چاروں طرف سے منتظر ہیں - تب انہوں نے بھی چالاکی شروع کی - اِس اثنا میں ایک شخص عقاب کی تازہ نکالی ہوئی کھال سر اور پنجوں سمیت بیچنے کو لایا - مولوی صاحب نے اُسکو ترجمان کی معرفت پیغام دیا کہ پچیس سینٹ لیکر صرف اسکے پنجے کاٹ دو - اُسنے فوراً رضامند ہو کر چاقو نکالا اور کھال سے پنجے کاٹ کر علیحدہ کر دیے اور اکھڑے ہوئے پر مولوی صاحب کے سر پر جھاڑ دیئے انہیں قیمت ادا کرنے کے حیلے سے جامہ تلاشی دینے کا موقع مل گیا - تمام جیبیں پچیس سینٹ نکالنے کی غرض سے اُلٹکر دیکھیں اور بٹوے کے سب خانے کھول کر پچیس سینٹ نکال دیئے - اسکے بعد ترجمان کو طمع دلائی کہ کل یادگاریں ہمکو خرید دو تو تمکو بھی بطور کمیشن کچھ پیشکش کرونگا اور وہی لوہے پتھر کے ٹکڑے وغیرہ مُنہ مانگی قیمت پر خرید کر ترجمان کے پاس جمع کر دیے - اور اُس سے کہا کہ آپ مہربانی فرما کر جہاز تک میرے ساتھ چلو اور اِن چیزوں کی قیمت اور اپنا حق محنت لے آؤ - یہ تو وہ دیکھ ہی چکے تھے کہ اِنکی جیبیں خالی ہیں - لالچ میں آکر دو آدمی ساتھ ہو لیئے اور قریب کے راستے سے نکالکر گھاٹ پر لے آئے مولوی صاحب اُن کو کنارے پر مع اسباب کے چھوڑ کر جہاز میں اشرفیاں لینے آئے اور پھر جہاز کی روانگی تک اپنی کیبن سے باہر نہ نکلے - اِن لوگوں کو جہاز پر آنے کی سخت ممانعت ہے اسوجہ سے وہ بھی اوپر نہ آسکے - اسکے علاوہ اُن کے ہاتھ شراب بیچنے کی بھی ممانعت ہے اکثر تجربہ ہوا ہے کہ شراب پیکر نشے میں اُن سے قتل وغیرہ

وارداتیں سرزد ہوتی ہیں مگر غیروں کے ساتھ۔ یہ جنگلی اس وجہ سے وسکی شراب کے شوقین ہیں کہ کسی نہ کسی طرح جہازی سیلروں سے باوجود افلاس کے دو چند سہ چند قیمت دیکر چوری سے خرید لیتے ہیں۔

کیلسن وییس چونکہ مچھلی بکثرت ہوتی ہے مچھلی کے تیل نکالنے کا ایک کارخانہ بھی جاری ہے۔ یہ تیل وہ نہیں ہے جسکو پیتے ہیں بلکہ کاڈلیور آئل Cod liver کے سوا دوسری قسم ہے جسکو چمڑے وغیرہ میں لگاتے ہیں۔

مغرب کے بعد گیارہ بجے کے قریب جہاز نے لنگر اُٹھایا اور جاتھم اسٹریٹ سے نکل کر گلیشیر بے میں داخل ہوئے۔ ابتک سوا اور ساڑھے دس بجے سے آفتاب غروب اور دو بجے سے ڈھائی بجے تک طلوع ہوتا تھا۔ آج اُنتیس ۲۹ جون کی صبح کو تین ۳ بجے سات منٹ پر طلوع اور آٹھ بجے اٹھاون ۵۸ منٹ پر غروب ہوا۔ رات پانچ ۵ گھنٹے پچپن ۵۵ منٹ ہی مگر اُدھر بارہ بجے تک مغرب کے وقت جیسی روشنی تھی اور اِدھر ڈیڑھ بجے سے صبح صادق کا نور چمکنے لگا۔

۲۹-جون - صبح آنکھ کھلی تو پہلا نظارہ یہ تھا کہ ہم چاروں طرف سے برف کے جزیروں اور بڑے بڑے ٹکروں میں محصور ہیں جو پانی پر تیرتے پھرتے ہیں۔ اِن میں سے بعض کی بلندی اور عرض و طول مثل ایک کوٹھی کے تھا۔ ایک طرف کنارے پر نیلم و بلور کے قلعے کے مثل ہیبر گلیشیر نمودار تھا۔ یہ مقام پتھریلی مٹی کے پہاڑوں میں ایک درہ ہے جسمیں سے میٹھے پانی کی ندی بہتی ہوئی سمندر میں گرنے کو آتی ہے۔ وہانے سے

جہاں دریائے شور سے یہ ندی ملتی ہی درّے کا عرض دس میل ہی اور ندی بھی دس میل چوڑی ہی - پھر آگے جاکر پچاس میل تک چوڑائی ہی اسکے بعد معلوم نہیں کیا حالت ہی - اِس تمام ندی نے جم کر درّے کو برف سے بند کر دیا ہی اور آسمانی برف کی مدد سے بڑھتے بڑھتے طرفین کے پہاڑوں کی بلندی تک برف بھی بلند ہو گیا ہی - اس برف کے پہاڑ کی بلندی دریا کے سطح سے جہاں ہم کھڑے ہیں تین ۳ سو فیٹ ہی - پانی پر جہاں تک نظر پہنچتی ہی معلوم ہوتا ہی کہ لاکھوں مکان نیلم اور بلور کے بنے ہوئے ہیں برف کے ریزے بیس ۲۰ اور پچیس ۲۵ گز عریض و طویل پانی کے سطح پر بچھے ہوئے ہیں زمین بھی بلوری نظر آتی ہی - بائیں طرف کے پہاڑوں کی چوٹی پر سے ایک نہایت خوبصورت برف کی ندی ڈھلکتی ہوئی معلوم ہوتی ہی جسکا قطرہ قطرہ منجمد اور بلور کے مثل سخت ہی - اس برفستان کے اطراف میں اور بھی اِسی قسم کی ندیاں ہیں جنکا پانی جم کر صدہا کوس تک برف ہو گیا ہی - چنانچہ **پیسفک گلیشیر** Pacifu

روف ملر گلیشیر Roofmeller **ڈیوڈسن گلیشیر** Davidson

جیک گلیشیر Jake **پروس گلیشیر** Prus

غرضکہ یہ خلیج ہر طرف برف کے پہاڑوں سے محصور ہی اور ایسا عجیب سین ہی کہ ایک دفع اس کا دیکھنا کئی پشت تک فخر کرنے کو کافی ہی - جہاز کنارے سے سو گز فاصلے پر کھڑا ہوا تمام سافر اُتر کر بوٹ میں سوار ہوے اور کنارے پر گئے - اِس برفستان میں بھی امریکن جنگلی بستے ہیں - چنانچہ جہاز کے آنے کی خبر سنکر چار کشتیوں میں جنگلی عورتیں اور مرد اپنے ہاتھ کا بنایا

ہوا اسباب بیچنے کو لائے ہیں۔ کنارے پر کپڑے تان کر مختصر سایے کے نیچے دکانیں لگا رکھی ہیں۔ جہاز میں مسافروں کی تعداد کے موافق ایک سر پر لوہے کی کیلیں لگی ہوئی لکڑیاں مہیا رہتی ہیں جنکے سہارے سے برف پر چلنے میں پھسلنے اور گرنے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ غرضکہ کنارے پر پہونچکر تھوڑی دور تک زمین ہی بھیر برف پر چڑھائی شروع ہوتی ہی۔ تھوڑے فاصلے تک پتھروں سے ملا جلا برف کا پہاڑ ہی۔ یہ امر نہایت تعجب خیز ہی کہ تین چار سو گز نیچے تک برف ہی اور اسکے اوپر بڑے بڑے پتھر اور مٹی کیونکر آگئی ہی۔ یہاں سے آدھے میل کے قریب جاکر خالص برف کا پہاڑ ہی۔ جہانتک نظر جاتی ہی بلور کا تختہ معلوم ہوتا ہی جسپر چلنا نہایت دشوار اور خوفناک بھی ہی کیونکہ جابجا برف پگھل کر غار اور کنوؤں کی شکل بہت گہرے سوراخ ہوگئے ہیں۔ بعض سوراخوں کے نیچے پانی رِستا اور بہتا ہوا معلوم ہوتا ہی۔ اندیشہ ہی کہ پانو پھسلا اور غار میں گر گئے یا کسی سوراخ میں سما گئے۔ یا نہ معلوم پانی کے اوپر کا برف ٹوٹ کر نیچے دھنس جائیں۔ اکثر آدمی پھسلے اور گرے اور برف کی کنّیوں سے ہاتھ اور انگلیاں کٹ گئیں۔

سردی بعض جگہ ۳۳ تینتیس اور کہیں ۴۲ بیالیس ڈگری تھی۔ مگر سردی کسی کو معلوم نہیں ہوتی تھی بلکہ بعض کو چلنے کی محنت سے پسینا آگیا۔ نازک نازک عورتیں تماشے کے شوق میں چور آخر تک مردوں کا ساتھ نباہ گئیں۔ کنارے سے میل سوا میل فاصلے تک جاکر جہاز پر واپس آئے۔ گھنٹہ بھر بعد جہاز نے لنگر اٹھایا اور جس راہ سے گئے تھے

اُسی راہ سے پلٹ آئے - دہنی طرف دریا کے سطح پر برف کا ایک بہت بڑا جزیرہ تیر رہا ہی - نظری پیمائش سے معلوم ہوتا ہی کہ پانچ چھ سو گز طول اور چار سو گز سے عرض بھی کم نہوگا دس بارہ گز پانی سے بلند ہی تو ضرور پانی کے اندر بھی سو گز کے قریب ڈوبا ہوا ہونا چاہیئے - اسکے سوا اور صدہا برف کے ٹاپو پانی پر تیر رہے ہیں کہ جنکے بیان کو ناظرین شائد مبالغہ تصور کریں گے - اول جزیرے کو ہمنے میل ڈیڑھ میل سے دیکھکر پانسو چھ سو گز قیاس کر لیا ہی اگر کچھ زیادہ ہو تو عجب نہیں - اسی قسم کے بے انتہا ٹکڑے دریا کے سطح کو چھپائے ہوئے ہیں - خداوند بے مثال کی قدرت کا عجیب نمونہ ہیں صانع قدرت نے پانی کے سطح پر نیلم و بلور سے ایک عالی شان شہر بلکہ ملک بسایا ہی - شام تک آٹھ گھنٹے چل کر ہم پھر چاتھم اسٹریٹ میں داخل ہوئے اب اُسی راستہ سے جس سے آئے تھے وینیٹ کو واپس جا رہے ہیں -

۳۰ - جون - آج رات کو ہم کارنیالس Cornwallis کے دہنے پر ہو کر پیلرس بے Pillars bay اور ٹابنک آف Tebenkoff کے پہلو سے گزرتے ہوئے جزیرہ کوکو کے داہنے ہو کر صبح کو سمنر اسٹریٹ Sumner سے نکلے اور زارمبو Zarembo جزیرے کی داہنی طرف سے کلیرنس اسٹریٹ Clarence میں آئے شام تک انشاء اللہ تعالےٰ ییس بے Yesbay میں داخل ہونگے - غرضکہ چار بجے جہاز ئیس بے میں داخل ہوا - کچھ مال اُتارا گیا - یہ مقام مختصر سی آبادی ہی - پھر اُسی راہ

سے پلٹ کر ۹ بجے تک جبکہ آفتاب غروب ہوتا ہی خلیج مذکور سے نکل آئے کلیرنس

اسٹریٹ اور چاتھم ساؤنڈ Chathom sound میں ہوکر جزیرہ

پٹ Pitt اور پرنس رائل Prince royal

کے بائیں طرف سے گزرے اب ہمارے دونوں طرف انگریزی ملک ہی اور اطراف

میں چھوٹے چھوٹے جزیرے ملتے جاتے ہیں۔

یکم جولائی ۱۸۹۳ء تین بجے صبح سے اگرچہ صدہا آباد اور غیر آباد جزیرے

ملتے ہیں مگر جنکا نام لکھ سکتے ہیں وہ صرف ہنٹر Hunter اور کالورٹ

Calvert ہیں یہ دونوں جزیرے بائیں پر چھوڑ کر ہم ہیکٹ اسٹریٹ

میں آئے۔ ایک طرف بہت چوڑا کھلا ہوا دریا ہی۔ دوسری طرف برٹش کولمبیا

کے ساحل کے قریب ہیں۔ چونکہ پانی کا بہاؤ تیز ہی۔ اسلیئے آج جہاز کو کسی قدر

حرکت ہی۔ آج دریا کے سطح پر چھ سات ویل مچھلیاں دیکھیں۔ دریائی مخلوق میں یہ مچھلی

سب سے بڑی چیز ہی۔ زیادہ سے زیادہ چالیس گز تک لمبی ہوتی ہی اور ہر ایک پسلی کی

ہڈی ایک شہتیر کے مثل موٹی ہی ہمیشہ سانس لینے کو پانی سے اوپر سر نکالتی ہی اور

سانس کے ساتھ پندرہ بیس گز بلند پانی کا فوارہ چھوڑتی ہی۔ جو لوگ ویل مچھلی کا شکار

کرتے ہیں۔ اسی فوارے کی وجہ سے اُسکے ہونے کا مقام دریافت کر لیتے ہیں

اور ایک دخانی چھوٹی کشتی سے جو ویل کے شکار کے واسطے خاص ترکیب سے بنائی

جاتی ہی تعاقب کرتے ہیں۔ اِس بوٹ میں کرِیپ کے مثل وار بار کھلی ہوئی چند

توپیں لگی ہوتی ہیں اور بجاے گولے کے تقریباً ڈیڑہ گز لمبا تین چار انچھ موٹا ٹھوس لوہے
کا تیر ہوتا ہی جسکے سرے پر قریب ایک فٹ کے لمبی چوڑی بھال بنی ہوئی ہی اور اُسکی
تیز دھاروں کے پچھلے حصے پر مچھلی پکڑنے کے کانٹے کی طرح اُلٹی نوکیں نکلی ہوئی ہوتی
ہیں - اس تیر کے پچھلے سرے پر بھی ایک لوہے کا حلقہ قلابے کے شکل وصل ہی جسمیں
نہایت مضبوط روغن سے پالش کی ہوئی ایک رسی باندھکر باقی حصہ کئی سو گز لمبی چرخیوں
پر لپٹا رہتا ہی - جب ویل زد پر آجاتی ہی تو اس تیر کو بجائے گولے کے توپ میں بھر کر
کارتوس کی قوت سے فیر کرتے ہیں اور پیہم ایسے چند تیر بدن میں چبھ جانے سے مچھلی
بھاگتی ہی - اور چرخیوں پر لپٹی ہوئی ڈور کھُلنا شروع ہوتی ہی - اُسوقت زیادہ تر ہوشیاری
یہ ہی کہ کشتی مچھلی کی دُم یا اُسکے جسم کے قریب نہ جانے پائے ورنہ اُسکے تڑپنے یا
دُم مارنے سے ڈوب جانے کا اندیشہ ہی - غرضکہ اسطرح زخمی ہوکر خون کا زیادہ حصہ
جسم سے نکل جاتا ہی اور مچھلی کمزور ہوکر سُست ہوجاتی ہی - پھر باہستگی کنارے پر کھینچ
لاتے ہیں اور اُسی حالت میں وہ مرجاتی ہی - یہ خوفناک شکار صرف اُسکی چربی نکال
لینے کے واسطے کیا جاتا ہی اور اس کام کے واسطے کوئی ایک دو انسان شوقین نہیں ہیں
بلکہ کمپنیاں ہیں جو گورنمنٹ سے عہد و پیمان کے بعد اجازت لیتی ہیں اور شکار کھیلتی ہیں

آج ہم سی فورتھ کینل S'efourthcanal لاما پاسج

Crystal paswaqe کرسٹل پاسج Lammapassage

جانسٹن اسٹریٹ Johnstone ڈسس کوری پاسج

Discovery passage اسٹریٹ آف جارجیا Georgia سے گزرے

۲-جولائی-صبح کو نو بجے کومکس Comox پر پہنچے-

یہاں جہاز کوئلا لینے کو بارہ گھنٹے ٹھیرے گا-پتھر کے کوئلے کی کھان بھی اسی مقام پر ہی-جہاز نے لکڑی کے اسکلے سے مل کر لنگر کیا-جہاز میں کوئلا بھرنے کے واسطے یہ بندوبست کیا گیا ہی کہ بہت بلند لکڑی کی ٹنیوں پر پل بنا کر اسکے اوپر ریلوے لائن بچھائی ہی-کوئلے کی کھان سے گاڑیوں میں کوئلا بھر کر پل کے اوپر کھڑا کر دیتے ہیں-پل کے اوپر جا بجا لوہے کے سلامی پرنالے لگے ہوئے ہیں جن کا اوپر والا سرا گاڑی کی پینیدی سے وصل ہو جاتا ہی اور نیچے کا سرا جہاز کے اندر کوئلا گودام کے در میں گاڑی کی پینیدی میں بھی سوراخ ہی وہاں سے کوئلا پھسل کر گودام کے اندر آ جاتا ہی اس وسیلے سے ایک آدمی چند منٹ میں بہت آسانی سے گاڑی کو خالی کر دیتا ہی-ڈاکٹر مسافر اور ہم بھی معہ عبد الصمد خاں عبد المجید خاں-کپتان کالون صاحب بہادر-مسٹر ڈن-مسٹر ہوس ریل میں بیٹھکر کوئلے کی کھان دیکھنے کو جو قریب چھ میل کے دور ہی گئے-کوئلا نکالنے کے واسطے تین چار گز بلند اور صد ہا گز چوڑی سرنگ زمین کے اندر اندر چلی گئی ہی-چھت کی مٹی قائم رکھنے کو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ستون چھوڑتے گئے ہیں اور کان کے اندر ہوا پہنچانے کے واسطے اوپر سے لوہے کے نل لگا دئے ہیں زمین کے نیچے شدت سے سیل اور تاریکی ہی-عادی ہونا اور بات ہی مگر اندر جا کر ہمارا تو جی بہت گھبرایا-غرضکہ کان دیکھکر اسی ٹرین میں جو صرف دریا تک کوئلا ہی لانے کے واسطے بنائی گئی ہی واپس آئے

شب کو کسی قدر معمول سے دیر کر کے جہاز نے لنگر اُٹھایا۔

۳-جولائی۔ رات بھر چل کر صبح کو نو بجے جزیرہ وسکوور کے دارالحکومۃ شہر وکٹوریہ میں پہنچے۔ انگریزی عملداری ہی اور برٹش کولمبیا کا گورنر اسی شہر میں رہتا ہی۔

ھانگ کانگ سے پندرہ اپریل کو چل کر اب تک ہم اپنی عملداری سے علیحدہ تھے۔ خدا کا شکر ہی آج انگریزی حکومت کی زمین پر پہنچے۔ بہت جی خوش ہوا گویا گھر میں آ گئے۔

شہر وکٹوریہ مختصر اور خوبصورت آبادی ہی اطراف میں جا بجا خوشنما پارک بنے ہوئے ہیں ایک پارک میں مصنوعی جھیل بنا کر اس میں ننھی ننھی کشتیاں بچوں کی مشق اور تفریح کیواسطے ڈال رکھی ہیں کنارے پر درختوں میں جھولے بھی پڑے ہیں۔ شہر کے اطراف میں سمندر کی بعض کھاڑیاں نکل گئی ہیں۔ ہوٹل میں ٹھیر کر شام تک شہر کی سیر کی سات بجے کے بعد کناڈین پیسفک کمپنی کے جہاز پر سوار ہو کر شہر ونیکوور کو (یہ ونیکوور جزیرۂ ونیکوور کے سوا ایک شہر ہی) روانہ ہوئے۔ بہت خوبصورت اور پاکیزہ جہاز ہی۔ تمام کمرے چھت کے نیچے بنے ہوئے ہیں۔ بیچ میں بہت وسیع اور آراستہ ڈرائینگ روم اور دونوں سروں پر دو اسموکنگ روم ہیں۔ صبح کو ہوا بہت تند اور شدت سے سرد تھی ونیکوور چونکہ سامنے نظر آ رہا تھا مولوی فرخی نے جلدی جلدی کپڑے پہنکر تیار ہو جانے کے واسطے مُنہ دھونے کو گرم پانی مانگا اور ہوا رو کنے کو پہلے کیبن کا

دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ پھر دریا کی طرف کی کھڑکی جسکا شیشہ ریل کی کھڑکیوں کی طرح اوپر کو کھینچکر بند ہوجاتا ہی۔ بند کی کھڑکی چونکہ بھاری اور کھینچنے میں سخت تھی پوری اُٹھکر ہاتھ سے چھوٹی اور دہنے ہاتھ کا انگوٹھا اور بیچ کی اُنگلی نیچے کی درز میں پھنس کر دب گئی کچھ سردی کے سبب سے ہاتھ شل تھے کچھ کھڑکی بھاری تھی۔ کوئی دوسرا آدمی مدد کیواسطے اسلئے نہیں جاسکتا تھا کہ کیبن کو اندر سے بند کرلیا تھا اور جس کھڑکی میں ہاتھ پھنسا تھا وہ دریا کی طرف تھی۔ اگرچہ اُس طرف سے بدقّت جہازی آدمی آسکتا تھا مگر ہوا کی شدت اور کسی قدر آدمیوں سے دور ہونے کی وجہ سے بھی آواز نہیں پہنچتی تھی۔ کھڑکی میں بھی گرفت کے واسطے سوائے چوکھٹے اور شیشے کے کوئی قبضہ وغیرہ نہ تھا غرضکہ بہزار جرّ ثقیل ایک ہاتھ سے کھڑکی کو سر کا کر دبا ہوا ہاتھ نکالا۔ کئی گھنٹے تک تو ہاتھ کو جنبش دینا بھی محال تھی۔ اُنگلی کٹ گئی اور خون نکل جانے سے درد کو تسکین ہوئی مگر انگوٹھا جسکے جوڑ پر کچلا ہوا گہرا نشان پڑگیا تھا کئی مہینے تک کام لینے کے قابل نہ تھا۔

۴۔ جولائی۔ صبح کو سات بجے جہاز وینکوور پہنچا۔ نہایت خوبصورت اور وسیع بندر ہی۔ دریا کے گھاٹ سے ملا ہوا ریلوے اسٹیشن ہی۔ ایک گاڑی فرسٹ کلاس رزرو کی گئی تھی۔ گیارہ بجے ریل میں سوار ہوئے۔ اِن گاڑیوں میں بھی اسٹیٹ روم اسموکنگ روم۔ بڑے درجے میں دو غسل خانے اور چوبیس ۲۴ پلنگ ہیں۔ بہت خوشنما اور پاکیزہ گاڑی ہی۔ باورچی خانہ اور کھانا کھانے کی میز وغیرہ سب سامان علیحدہ

دو گاڑیوں میں مہیا ہی۔ گاڑیوں کے نام بمبئی۔ مدراس اور دہلی وغیرہ شہروں کے نام پر ہیں۔ آج چوتھی جولائی کو یونائٹڈ اسٹیٹ والوں کے گھر بڑی عید ہی۔ شہر میں جابجا آرائش کے واسطے جھنڈیاں نصب ہیں۔ آج ہی کی تاریخ میں اِن لوگوں نے انگلش گورنمنٹ سے لڑ بھڑ کر آزادی اور خود مختاری حاصل کی ہی جس کو قریب ایک سو دس برس کے زمانہ ہوا۔ ہر سال اسی تاریخ کو خوشی مناتے ہیں۔ بہر حال سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے گاڑی روانہ ہوئی۔ سڑک پہاڑوں کے پیچ و خم میں ہو کر نکلتی ہی۔ بہت خوشنما پہاڑ ہیں اکثر چوٹیاں برف سے پوشیدہ ہیں۔

۵-۶-۷-۸- جولائی- آج ہم راکی مونٹ سے گزر رہے ہیں۔ رستہ جیسا کہ پہلے بیان ہوا پہاڑ کے دامن اور بیچدار گھاٹیوں میں سے گیا ہی۔ راکی مونٹ مشہور پہاڑ ہیں جنکا ذکر اکثر انگریزی پڑھنے والوں نے کتابوں میں دیکھا ہوگا۔ چھ ہزار چھ سو فیٹ تک بلند چوٹیاں جنکے اوپر برف جما ہوا ہی نظر آ رہی ہیں۔ ایک بلند گھاٹی سے بہہ کر آتی ہوئی پوری ندی جم گئی ہی اسی کو گلیشر کہتے ہیں۔ کولمبیا ندی راستے کے برابر کبھی بائیں طرف کبھی داہنی طرف نہایت عظمت و شان سے بہہ رہی ہی۔ تین بجے کے قریب **بانف** Banf میں پہنچے۔ یہ مقام تین طرف سے بلند پہاڑوں کے بیچ میں واقع ہوا ہی۔ اسٹیشن سے آدھے میل فاصلے پر ایک مختصر ہوٹل واقع ہی جو کناڈین پیسفک ریلوی کمپنی کی طرف سے مہیا کیا گیا ہی۔ ہوٹل کی عمارت بلند بلند پہاڑوں کے درے میں جنکی چوٹیوں پر برف جما ہوا ہی واقع ہوئی ہی۔ گرمی یہاں پینسٹھ ڈگری ہی۔

ہوٹل کی عمارت کے نیچے باؤ Baw نام ندی نہایت خوبصورتی سے بہکر کسی قدر
بلندی سے نیچے گرتی ہی اور دہنی طرف سے اسپری Espray ندی بطور ایک
نالے کے اُس میں ملتی ہی - بانف کے اطراف میں گرم و سرد معدنی پانی کے چشمے
ہیں - گرم پانی کا چشمہ لوہے کے نلوں کے وسیلے سے ہوٹل کے احاطے میں آکر
ایک حمام میں جاتا ہی - کہتے ہیں اُس میں غسل کرنا اکثر امراض کے واسطے مفید ہی - پیتے
بھی ہیں - چنانچہ حمام سے باہر ایک جگہ براس کاک لگا ہوا ہی اور اُسکے قریب ایک گلاس
رکھا ہی جسکا جی چاہے پانی پیئے - مولوی فرخی نے پیا ہی کہتے ہیں بہت بدمزا اور گرم
ہی - حمام کے قریب میدان میں بھی چھ سات فیٹ گہرا ایک حوض بنا کر گرم چشمے کے
پانی سے بھر دیا ہی اور ایک قدرتی چٹان حوض کے اوپر گنبد کی طرح سایہ کئے ہوے ہی -
ہمنے بھی اُس حوض میں غسل کیا اور تھوڑی دیر تک تیرے - نہایت فرحت بخش اور مفید پانی
ہی - گنٹھیا وغیرہ امراض کے واسطے بہت مفید ہی - باؤ ندی میں مچھلیاں بھی بکثرت
ہیں کپتان کالوں صاحب بہادر اور فتحیاب خاں شکار کو گئے - تھوڑی دیر میں چھ
مچھلیاں شکار کیں - بانف وینکوور سے پانسو ساٹھ ۵۶۰ میل اور بانف سے وینی پگ
نوسو بائیس ۹۲۲ میل مسافت ہی - چھٹی اور ساتویں کو بانف میں قیام رہا - اس فرصت میں
ہمنے ہندوستان کو خط لکھے - آٹھویں کو تین بجے پھر اُسی اسٹیشن سے ریل میں سوار
ہوکر وینی پگ کو روانہ ہوے -

۹ - ۱۰ - جولائی - نویں کی شب کو دس بجے وینی پگ Winnipeg

میں پہنچے۔ ہماری گاڑی ٹرین سے کاٹ کر صبح تک اسٹیشن پر علیحدہ کردی گئی۔ صبح کو شہر میں آکر چند گھنٹے ہوٹل میں قیام کیا۔ یہ شہر بہت خوبصورت اور دلکشا ہی۔ اکثر مکان اور دُکانیں یک منزلی ہیں۔ کھانے کے بعد پھر اسٹیشن پر آئے اور ریل میں سوار ہوکر سینٹ پال St paul کو روانہ ہوئے۔ ونکوور سے وینی پگ تک ہم نے برٹش کناڈا سے متعلق۔ کناڈین پیسفک ریلوی میں سفر کیا۔ وینی پگ سے پھر یونائٹڈ اسٹیٹ کی حد میں داخل ہوکر سینٹ پال جانے کو دوسری لائن بدلی۔

۱۱۔ جولائی۔ شب میں سینٹ پال پہنچے۔ باقی ماندہ رات اسٹیشن پر گاڑی کے اندر بسر کی۔ صبح کو سوار ہوکر شہر میں آئے۔ ہوٹل میں قیام ہوا۔ سینٹ پال نہایت خوبصورت اور عالیشان شہر ہی۔ سڑک کے دونوں طرف دس بارہ گز فاصلہ چھوڑکر نہایت خوبصورت عمارتیں بنائی گئی ہیں۔ ہر مکان کے چاروں طرف کسی قدر میدان ہی اُس میں گھاس جمائی ہی اور ہر ایک مکان سے متعلق پانی کے نل ہیں ربر پیپ کے ذریعے سے گھاس اور پھولوں کے درختوں پر پانی چھڑکا جاتا ہی شہر کے نیچے مسی سپی Mississipi دریا خوش نما اور ہموار کناروں کے بیچ میں نہایت عظمت و شان سے بہتا ہی۔ عبور و مرور خلائق اور ریلوے ٹرین کے واسطے متعدد پل ہیں۔ اِس خطے کے دیہات بھی بہت خوبصورت اور شاندار ہیں۔ کوئی گھر ایسا نہیں معلوم ہوتا جسپر مفلسی کے آثار نمایاں ہوں۔ ہر عمارت سے اہل ملک کا تمول اور خوش سلیقہ ہونا پایا جاتا ہی۔ شام کو سینٹ پال سے پھر روانہ ہوئے گرمی کسی قدر زیادہ ہوگئی ہی اور جتنا

شکاگو Chicago قریب ہوتا جاتا ہی گرمی کی شدت بڑھتی جاتی ہی۔

۱۲- جولائی۔ صبح ہوتے شکاگو میں پہنچے اور لکزنگٹن Lexington ہوٹل میں ٹھیرے۔ بہت خوبصورت نومنزلی عمارت ہی۔ ہم چوتھی منزل پر ٹھیرے ہیں ہوٹل کی عمارت فائر پروف یعنی آگ لگنے سے محفوظ ہی۔ گرمی چوراشی ڈگری ہی شام کو ہم اور ہمارے ہمراہی متفرق طور پر گاڑیوں میں سوار ہوکر شہر میں پھرنے کو گئے۔ مولوی فرخی۔ مسٹر بٹن۔ فتحیاب خان اور عبد المجید خاں چاروں آدمی اوّل اُس میوزیم میں گئے جسمیں جنوبی وشمالی امریکہ کی لڑائی کے متعلق اسباب اور مختلف وسائل سے جمع کئے ہوئے ہتیار۔ گولے۔ توپیں اور ایسے درخت جن میں گولے لگ کررہ گئے ہیں۔ رکھے ہیں۔ درخت کا اُسی قدر ٹکڑا کاٹ کر رکھدیا ہی جسمیں گولے کا نشان ہی۔ لڑائی کی یادگار کے متعلق صدہا چیزیں ہیں جنکی تفصیل طوالت سے خالی نہیں ہی۔ اِسی عمارت کے گوشے میں ایک چھوٹا سا کمرہ ہی جس کو انکل طامس Uncle thomas کی کیبن کہتے ہیں۔ کیبن میں چند تصویروں اور چھوٹی چھوٹی کتابوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہی۔ انکل طامس کی شہرت اور اُس سے متعلق چیزوں کو بطور یادگار محفوظ رکھنے کا سبب یہ ہی کہ انہیں بزرگ کے کرتوت کا نتیجہ امریکہ کی مشہور سول وار واقع ہوئی ہی۔

حال کی امریکن قوم کے اسلاف جب اسپین وغیرہ ممالک یورپ سے آکر اِس ویران ملک میں آباد ہوئے تھے تو دنیا کی پُرانی وحشیانہ رسم کے موافق اپنے اپنے

غلاموں کو بھی ساتھ لائے تھے اور نسلاً بعد نسل اُن کی اولاد غلاموں کی اولاد پر قابض چلی آتی تھی۔ انکل طامس کی قید میں بھی ایک مسکین حبشی مقید تھا جو طامس کے ظالمانہ برتاؤ سے تنگ آکر بھاگ نکلا۔ طامس نے تلاش کے بعد پھر اُسے گرفتار کیا اور نہایت بیدردی سے قتل کرڈالا۔ اس سختی و ظلم سے متاثر ہو کر ایک نہایت نرم دل خدا ترس عورت نے ایک آرٹیکل یا رسالہ لکھ کر اہل ملک پر ظاہر کیا کہ یہ کام نہایت ظالمانہ اور بنی نوع انسان کے حق میں کسی طرح جائز نہیں ہے کوئی انسان اپنے ہم جنس پر جابرانہ حکومت کرنے اور غلامی میں رکھنے کا حق نہیں رکھتا۔ اس نصیحت نے شمالی امریکہ والوں پر اسقدر اثر کیا کہ انھوں نے یکلخت اپنے غلاموں کو آزاد کردیا اور ساتھ ہی جنوبی امریکہ والوں پر بھی دباؤ ڈالا کہ وہ بھی اس ناجائز ملکیت سے دست بردار ہوں جنوبی امریکہ والے اس رائے سے مخالف ہوئے اور کوشش کی کہ غلام قدیم دستور کے موافق ہمارے قبضے میں رہیں۔ کسی حالت میں اُنکو آزادی کا حق نہ دیا جاوے۔

بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی کرنے والوں نے غلاموں کی آزادی پر کمر ہمت چست باندھ کر اشتہار جنگ دے دیا۔ دونوں فریق میں نہایت شدید اور سخت لڑائیاں ہوئیں۔ آخر کار حق غالب ہوا اور اہل شمال نے فتح پاکر غلاموں کو آزاد کرادیا۔ اس لڑائی کو سول وار کہتے ہیں اور ۱۸۶۷ء کے قریب ختم ہو چکی ہے جب سے تمام غلام آزاد اور معاملات حکومت میں ووٹ دینے کا حق رکھتے ہیں۔

بہت ایسے غلاموں نے جو اپنے آقاؤں کے مشفقانہ و برادرانہ برتاؤ کی وجہ سے

اُنکے خاندان کے ساتھ ایک جان ہو گئے تھے۔ باوجود عام آزادی کے جدا ہونا پسند نہیں کیا اور اَب تک اُنہیں کی رفاقت میں رہتے ہیں۔ شاذونادر ایسے بھی ہیں جنکے پاس جائداد اور زمین ہی۔ بعض سوداگری کی وجہ سے مالدار ہیں۔ زیادہ حصّہ نہایت آزادی کے ساتھ ہوٹلوں میں خدمتگاری اور ریلوے وغیرہ کے صیغوں میں ملازمت سے اپنی زندگی بسر کرتا ہی۔

میوزیم کے بعد مولوی فرخی وغیرہ سول وار کے آخری معرکے کا جس پر لڑائی کا خاتمہ ہوگیا پانوراما Panorama دیکھنے گئے۔ پوری عمارت لکڑی اور تختوں سے بنی ہوئی ہی۔ باہر سے دیکھنے میں بانس کے پٹارے کی شکل کا بڑا گنبد ہر طرف سے بند معلوم ہوتا ہی۔ فی کس پچاس سینٹ (۸؍) فیس ہی۔ اس گنبد گیتی نما میں داخل ہو کر پیچ دار زینے سے اوپر چڑھے۔ گنبد کی چھت کے نیچے لکڑی کا گول چبوترہ اور اُسکے دور میں تقریباً ڈھائی گز چوڑا برآمدہ ہی۔ برآمدے کی حد پر لوہے کا جنگلا لگا ہوا ہی۔ اُس سے آگے کسی قسم کی چھت یا سایہ نہیں معلوم ہوتا۔ حالانکہ وہ حصّہ بھی گنبد کے نیچے اور ہر طرف سے بند ہی مگر برآمدے میں کھڑے ہو کر دیکھنے سے جہاں تک نظر جاتی ہی آسمان۔ زمین۔ گانو۔ زراعت۔ ندیاں اور نالے ہر چیز طبعی حالت پر نظر آتی ہی۔ بعض پہاڑیوں پر جو دوربین سے معلوم ہوتی ہیں دُھس اور مورچے بنے ہوئے ہیں۔ آسمان پر ہلکا ہلکا ابر ہی برآمدے سے جہاں کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں پندرہ بیس گز فاصلے پر لڑائی ہو رہی ہی ایک طرف جنوبی و شمالی دونوں ملکوں کی فوج سینہ بسینہ مل گئی ہی

صدہا مقتول اور زخمی میدان میں اور کھیتوں کی منڈیروں کے نیچے پڑے سسک رہے ہیں۔ کسی طرف توپوں کا دہواں اور شعلے۔ بندوقوں کی باڑہ کا غبار۔ سنگینوں کی چمک اور گھوڑوں کے طرارے ہُوبہو میدان جنگ کی اصلی حالت معلوم ہوتی ہی۔ مخالف کی توپ کے گولے نے کسی توپ کا پہیہ اُڑا دیا ہی۔ کسی جگہ **شیل** کے گولے سے آگ لگ گئی ہی۔ صدہا مردہ اور زخمی گھوڑے میدان میں پڑے ہیں خون بہ رہا ہی۔ ایک گھاس کے انبار کے نیچے جو اس میدان میں کسانوں نے جمع کیا تھا۔ زخمی سپاہی پڑے ہیں اور ڈاکٹر زخموں سے گولیاں نکالنے اور علاج میں مشغول ہیں۔ ہر طرف سے فوجیں بڑہتی آتی ہیں۔ ایک رجمنٹ ٹیلے کے نشیب میں کھڑی ہی۔ دوسری رجمنٹ بلندی سے نشیب کی طرف بگٹٹ گھوڑے دوڑا کر مخالف پر یورش کر رہی ہی اور ڈہلان پر گھوڑے دوڑانے کی وجہ سے مغلوب ہوتی جاتی ہی۔ عجیب کشمکش اور چپقلش کا نظارہ ہی۔ کسی طرح انسان گمان نہیں کر سکتا کہ یہ نقل ہی۔ دل پر اثر ہوتا ہی مگر یہ معرکہ جنگ بھی انسانی ہمدردی کے سین سے خالی نہیں۔ چنانچہ ایک سپاہی سینے پر گولی کھائے ہوئے کھیت کی منڈیر پر پڑا ہی اور مخالف فوج کا سپاہی نہایت مہربانی سے اُسکو پانی پلا رہا ہی۔ گویا جاں کنی کے شدائد سے جلد رہائی پانے میں مدد کر رہا ہی۔

اُسی چھت کے نیچے ایک شخص بیس پچیس دوربینیں لئے ہوئے کھڑا ہی۔ تماشائیوں سے دس دس سینٹ لے کر دوربین کرایے پر دیتا ہی۔ جسکی مدد سے دور کے مورچے اور لڑائی کا تماشا اچھی طرح نظر آتا ہی۔

آخر میں ہم نے بھی جاکر اس تماشے کو دیکھا۔ حبس اور گرمی بہت تھی زیادہ نہیں ٹھیر سکے۔ تماشائیوں کے جمع ہو جانے کے بعد ایک شخص لڑائی کے مفصل حالات بیچ میں کھڑے ہو کر اسپیچ کے طور پر بیان کرتا ہی اور ہر ایک فوج اور اُسکے افسروں کو انگلی کے اشارے سے نام بنام بتاتا ہی۔ سول وار میں یہی آخری لڑائی تھی اور اسی پر فتحمندوں کی کامیابی اور گروہ مغلوب کو شکست ہو کر لڑائی ختم ہو گئی۔

شہر کو جانے کے وقت ہمارے دو فریق ہونے کا یہ سبب تھا کہ جس وقت ہم اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سوار ہونے کو مکان سے اُتر چکے تھے برٹش کانسل متعینہ شکاگو نے جو ہم سے ملنے کو آنے تھے ہوٹل کے دروازے پر دست بدست کپتان کالون صاحب کو وزیٹنگ کارڈ دیا۔ نام پڑھ کر صاحب اُن سے ملے اور ہم سے بھی تعارف کرایا۔ ہم کپتان کالون صاحب اور مسٹر ہوس کو ساتھ رکھکر وہیں ٹھیر گئے کہ مہماں عزیز کی مدارات و ملاقات میں مصروف رہیں باقی اور لوگ ہم سے پہلے میوزیم اور پانورامادیکھنے کو چلے گئے۔

شکاگو طول میں بائیس میل تک بستا چلا گیا ہی۔ مردم شماری کی تعداد پندرہ لاکھ آدمی ہیں[۱۵۰۰۰۰۰] نہایت وسیع و ہموار پکی سڑکیں ہیں۔ ٹرامیوے اور گھوڑا گاڑی وغیرہ کی سڑک کے دونوں طرف پتھر کے تختوں سے بنائی ہوئی بہت خوبصورت پٹری ہی۔ جس پر پیادہ آدمی راستہ چلتے ہیں۔ اُس کے بعد چند گز فاصلہ چھوڑ کر عمارتیں واقع ہوئی ہیں۔ ٹیری

اور مکانوں کی بیچ کی چھوٹی ہوئی زمین میں بھی گھاس جمی ہوئی ہی جس پر صبح اور شام
ربر پیپ اور فواروں سے پانی چھڑکا جاتا ہی پیادہ رو سڑک ستے مکانوں کے دروازے
تک بھی گز سوا گز چوڑی پتھر کے تختوں کی سڑک ہی - اور سڑک کے دونوں طرف متناسب
فاصلے پر علیحدہ علیحدہ عمارتیں بنتی گئی ہیں ہر ایک مکان میں ایک درجہ مثل تہ خانے
کے نصف زمین کے اندر اور نصف باہر اسباب وغیرہ کے واسطے مخصوص ہی
اُسکے اُوپر نہایت خوبصورت وخوش قطع دو منزلیں اور ہیں - اکثر مکانات کے اطراف
میں لوہے کے جنگلے بھی لگے ہوئے ہیں - ہر ایک مکان کے دروازے پر اُسی قسم
کے پتھر کی جو سامنے کی سڑک میں لگا ہوا ہی سیڑھیاں ہیں - شام کو اکثر عورتیں گھروں سے
نکل کر اپنی سیڑھیوں پر بیٹھتی ہیں - بچے گھاس میں بائیسکل پر یا پیادہ کھیلتے رہتے
ہیں - بعض رستوں میں دو وسیع سڑکوں کے بیچ میں پارک ہی جہاں گرمی میں صدہا آدمی
زمین گھاس اور بنچوں پر بیٹھکر تفریحاً اخبار وغیرہ دیکھا کرتے ہیں - اس قسم کی عمارتیں شہر
کے بیرونی حصوں میں زیادہ ہیں - وسط شہر میں اُسکے خلاف نو[۹] - دس[۱۰] - گیارہ[۱۱] اور بارہ[۱۲] منزل
تک بالعموم بلند بلند مکان اور شاذونادر چودہ[۱۴] پندرہ[۱۵] اور بعض عمارتیں اُنیس[۱۹] بیس[۲۰] اور بائیس[۲۲]
منزل تک ہیں - مکان کی بلندی سے اُسکے طول وعرض اور وسعت کو قیاس کرلو - ایسے
بلند مکانوں میں زینے کے راستے سے اوپر چڑھنا دشوار ہی - اِسلئے کوئی مکان لفٹ
سے خالی نہیں ہی جس منزل پر جانا ہوتا ہی لفٹ میں بیٹھکر چلے جاتے ہیں -
بائیس[۲۲] منزل کا مکان سوا سے شکاگو کے روے زمین پر کسی شہر میں نہیں ہی مکانوں

کی ساخت شاذ و نادر سنگین ورنہ بالعموم سرخ اینٹ سے تعمیر ہوئے ہیں۔ آگ صرف چھت کو جلا سکتی ہی باقی عمارت کے حصے فائر پروف Fireproof ہیں۔ کارخانہ جات اور ریل کے انجنوں کا دھواں شہر میں اسقدر گھٹا رہتا ہی کہ مکانوں کا رنگ دھوانسا ہوگیا ہی مگر یہ امر وسط شہر میں ہی جہاں عمارتیں زیادہ بلند ہیں۔

شکاگو کی نمائش

۱۳- جولائی - کھانے کے بعد ایک بجے کے قریب ہم انگلش کانسل کے ساتھ نمائش کے احاطے میں داخل ہوئے۔ سب ہمراہی بھی ہمارے ساتھ تھے۔ داخلے کا ٹکٹ فی کس پچاس سینٹ ہی۔

مناسب ہی کہ اوّل نمائش کے مکانات کا نقشہ اور تفصیل دکھا دی جائے۔ اُسکے بعد جو نظر سے گزرے گا اور سمجھ میں آکر ذہن میں محفوظ رہے گا لکھا جائے گا۔ اگرچہ مولوی صاحب کو مامور کردیا ہی کہ روزمرہ تمام اشیاء کے نشان اور حالات کے مختصر نوٹ اُسی کے سر پر کھڑے ہو کر کرتے جائیں۔ تاہم بہت سے امور محض یاد پر باقی رکھے جائیں گے

نمائش کے میدان کو جسکے اندر تمام دنیا کو محصور کیا ہی۔ دس گیارہ فیٹ بلند تختوں کی دیوار سے روک دیا ہی۔ دیوار کے اندر لکڑی کے قینچی دار ستونوں کو پل کے طور پر پاٹ کر اُسکے اوپر برقی ریل جاری ہی جس میں سوار ہو کر نمائش کے چار طرف پھر سکتے ہیں۔

تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اُترنے اور سوار ہونے کے واسطے اسٹیشن بنے ہوئے ہیں جس کارخانے کے قریب چاہیں اُتریں اور جہاں سے چاہیں سوار ہو لیں نقشوں میں ظاہر کی ہوئی عمارتوں کے سامنے **مِچی گان** Michigan جھیل سے نہر کاٹ کر جاری کر دی ہے اور اُسمیں چھوٹی چھوٹی برقی کشتیاں چلتی ہیں۔ اگر پیادہ پھرنا مقصود نہو تو کشتی میں بیٹھکر تمام عمارتوں کو دیکھ سکتے ہیں اور ہر ایک کے دروازے پر اُتر سکتے ہیں۔ یہ مچی گان جھیل جسکے کنارے پر شکاگو واقع ہے تقریباً تین سو[۳] میل لمبی اور سو میل چوڑی ہے۔ اِس جھیل کی دوسری نوک پر جاکر تقریباً تین سو[۳] میل لمبی اور ڈھائی سو[۲] میل چوڑی **سُوپیریر** Superior اور دوسری جھیل **ہورن** Huron دو سو پچاس میل لمبی اور تخمیناً نوے[۹۰] میل چوڑی ایک دوسرے ایک بائیں نوک سے نوک مل کر تینوں پنکھڑی کے پھول کی شبیہ بن گئی ہے۔

شکاگو بیالیس[۴۲] عرض شمالی اور ستاسی پنتیس[۳۵] دس طول غربی پر واقع ہے۔ غرضکہ اوّل ہمکو پرشس کانسں **وی مین بلڈنگ** Women (عورتوں سے متعلق عمارت) میں لے گئے یہاں اعلیحضرت **قیصر ہند** اور اُنکے خاندان کی شاہزادیوں کے دست مبارک کی بنائی ہوئی چیزیں بھی رکھی ہیں۔ اِس عمارت کی تعمیر کا نقشہ بھی ایک عورت کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے۔ نہایت باشکوہ اور عالی شان عمارت ہے۔ اوّل ہم اُس کمرے میں گئے جہاں انگلینڈ کا اسباب ہے۔ دالان کے صدر میں ایک میز پر **اعلیحضرت قیصر ہند** کے ہاتھ کا بُنا ہوا سن کا پھولدار نہایت عمدہ او خوشنما کپڑا اور

شاہزادیوں کے ہاتھ کے بنائے ہوئے رومال اور بنیان وغیرہ رکھے ہیں۔ ہماری پارٹی نے نہایت دلچسپی کے ساتھ ان چیزوں کو دیکھا اسکے علاوہ تمام عمارت عورتوں کی دستکاریوں سے بھری ہوئی ہے جسکے بیان کرنے کو علحدہ ایک دفتر درکار ہے۔

ہارٹی کلچرل بلڈنگ

اِس لفظ کے معنی گرم سینہ ہیں۔ جہاں روے زمین کے گرم سیر ممالک کے درخت۔ پھول پھل۔ اور بوٹیاں شیشے کی چھت کے سائے میں پانی کے بخارات سے گرمی دے کر تیار کئے ہیں۔ چونکہ انسان کو طبیعی اشیا کے دیکھنے کا جو خالق کائنات کی صنعت کاملہ سے پیدا ہوتی ہیں زیادہ اشتیاق ہوتا ہے اِس لئے عقلمند لوگ اِسی قسم کے سین پیش کرتے ہیں۔ تمام نباتات کی تفصیل کو ایک دفتر اور دیکھنے سمجھنے کو مدت دراز چاہیئے جب کچھ لکھ سکتے ہیں۔ ایسی رواروی میں نظر سرسری سے دیکھنا اور مفصل لکھنا کیوں کر ممکن ہے۔ تاہم جو عجیب چیزیں یادگار کے قابل ہیں مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک قسم کے چند پھول نہایت عجیب رکھے ہیں جنکی سیاہ پتیوں پر سفید رنگ کی جھالر لگی ہوئی ہے۔ ایک درخت اِس قسم کا ہے کہ پتّے اور شاخ کی جگہ آدمی کے سر کی برابر بیضاوی گولے لگے ہوئے ہیں اور اُن پر بہت لمبے لمبے سفید بالوں کی جٹائیں بعینہٖ انسان کے بالوں کے مثل لٹک رہی ہیں۔ یہ درخت اوپر نیچے اسی قسم کے پھلوں سے ترتیب پایا گیا ہے۔ مکان کا گنبد جس کا

قطر تقریباً پچاس گز اور بلندی بھی اسی قدر معلوم ہوتی ہے۔ شیشے کے تختوں سے بنایا گیا ہے۔ گنبد کے دونوں طرف تخمیناً سو سو گز لمبے دو کمرے ہیں۔ انکی چھت پر بھی شیشے کے تختوں کا سایہ ہے اور نیچے کے سطح پر تین تین قطاروں میں تمام دنیا کے گرم ممالک کی نباتات بوئی ہوئی ہیں۔ ایک حصے میں صرف روئی کے پھلوں کو جسقدر امریکہ میں پیدا ہوتے ہیں اور جسقدر اور جگہ سے بہم پہنچانا ممکن ہوا ہے جمع کیا ہے جن پھلوں کی نسبت خشک ہو جانے یا سڑنے سے ہیئت اصلی پر قائم نرہنے کا اندیشہ تھا اُن کو شیشے کی اچاریوں کے اندر اسپرٹ میں رکھا ہے۔ ازانجملہ سبز رنگ پر سرخ افشاں کئے ہوئے آڑو۔ جنکا ہر ایک دانہ ایک ایک پونڈ وزنی ہے اور گول کدو کے ہم شکل ناشپاتی فی دانہ ڈو پونڈ بھاری سیاہ۔ سفید۔ اور شیبی رنگ کے انگور جو اپنی پیدائش کے زمینوں کی آب و ہوا کے موافق مختلف قد اور صورتوں کے ہیں۔ نارنگی اور لیموؤں کی صدہا قسم کے چھوٹے چھوٹے مینار اور گنبد بنا دیے ہیں۔ جسکو چار طرف پھر کر دیکھنے والے اچھی طرح تشخیص کر سکتے ہیں۔ اسکے سوا آلو بالو۔ پلم۔ چیری اور صدہا فواکہ نمائش کے طور پر موجود ہیں۔

ایکواریم

ہارٹی کلچر کی سیر کے بعد ہم ایکواریم (مچھلی خانہ) میں گئے۔ یہ عمارت بھی بہت بڑی اور عالیشان ہے۔ بیچ میں چلنے پھرنے کے لئے رستہ ہے اور راستے کے دونوں طرف ایک گز بلند کرسی دیکر ایوان بنائے ہیں۔ تین طرف دیوار ہے اور سامنے کا رُخ شیشے

کے ایک ڈھال تختے سے بند ہے اور چھت کے کناروں تک لبریز پانی بھرا ہوا ہے۔ چھت کھلی ہوئی ہے جسکے اوپر سے نل اور فواروں کے وسیلے سے پانی آکر پیچھے بھرے ہوئے پانی کو تازہ رکھتا ہے زائد پانی اوپر کی طرف سے نکل جاتا ہے۔ ان والانوں کے اندر پتھر سے طبیعی پہاڑ کے مثل غار اور سوراخ بنا کر اُن میں دریائی گھاس اور نباتات جمائی ہے۔ دریا کے نیچے تہ کی حالت دکھانے کو پتھر کے پھول اور درخت جو دریا میں پیدا ہوتے ہیں اور سیپ اور گھونگے وغیرہ نہایت خوش اسلوبی سے رکھدیئے ہیں۔ تہ میں بھی باریک باریک دھار کے فوارے لگے ہوے ہیں۔ جنکا پانی قدرتی سوتوں کے مثل اُبلتا ہوا نظر آتا ہے۔ اِن خانوں کے اندر قسم قسم کی مچھلیاں اور دریائی جانور پلے ہوئے ہیں۔ پانی اسقدر نتھرا ہوا ہے کہ اندر کی کل چیزیں شیشے میں سے صاف نظر آتی ہیں سُرخ۔ سُنہری۔ زرد۔ کاسنی اور اودی مختلف شکل وہیئت کی مچھلیاں چھوٹی ہوئی ہیں۔ بعض مچھلیاں ایسی ہیں جنکا سر اور چہرہ بعینہ اُلو کے چہرے سے مشابہ ہے۔ میٹھے پانی کی مچھلیوں کے واسطے میٹھا پانی اور کھاری پانی کے حیوانوں کے واسطے سمندر کا پانی مہیا ہے۔

نمائش کے احاطے میں ہر ملک کے گانو۔ بازار اور مہمان خانے اُسی ملک کے آدمیوں نے آکر بنائے اور آباد کئے ہیں۔ بازار یا گانو میں داخل ہوتے ہی معلوم ہوتا ہے گویا اُسی ملک میں پہنچ گئے۔

ترکی بازار اور گانو

ایکواریم دیکھنے کے بعد ہم کھانا کھانے کی غرض سے ترکی بازار اور گانو میں آگئے۔

راستے کے کنارے پر ایک مختصر آتش خانہ بنا ہوا ہے۔ کھانا کھانے کیواسطے نہایت پاکیزہ میزاور کرسیاں لگی ہوئی ہیں۔ باورچی اور خدمت گار وغیرہ سب تُرک ہیں۔ ایک نوجوان تُرک کمرے کے گوشے میں بیٹھا ہوا باجا بجا رہا ہے۔ کھانے کے اقسام میں پلاؤ قورمے کے ساتھ۔ اور دو بیایزہ وغیرہ دوسری قسم کے سالن۔ تین طرح کے کباب برف اور ہلکی ہلکی مٹھائیاں تھیں۔ نہایت مزیدار اور عمدہ غذا ہے۔

آتش خانے کے برابر دو تین ترکی تھیٹر بھی ہیں۔ کھانے کے بعد ترکی گانو اور بازار کو گئے۔ بازار کے مثل ایک چھتے کے اندر دُکانیں ہیں۔ ترکوں کی دستکاری اور صنعت کا اسباب نہایت خوش اسلوبی سے چنا ہوا ہے۔ اہلِ بازار اکثر عربی بھی بولتے ہیں مرد زیادہ تر مسلمان مگر عورتیں بالعموم ترکی نصرانی ہیں۔

ایک دُکان پر مشین سے تمباکو تراش کر سگرٹ بناتے ہیں۔ ہمارے ہمراہیوں سے بعض نے ترکی ٹوپیاں وغیرہ اسباب خریدا۔ ہم کو ترکی لباس میں دیکھکر ترکی گروہ کے مینیجر نے جو نصرانی تھا انگریزی زبان میں کہا کہ مسجد سلطانی میں جو ترکی گانو میں تعمیر ہوئی ہے کسی قوم کے آدمی کو اندر قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے مگر اس قدر کہ وس سینٹ فیس دے کر دروازے کے باہر سے کھڑے دیکھ لے۔ البتہ اہلِ اسلام کے واسطے یہ مسجد وقف ہے اور اعلیٰحضرت سلطان المعظم نے مجکو مامور فرمایا ہے کہ جو اہلِ اسلام یہاں ملیں اُن کی خدمت میں عرض کروں کہ یہ مسجد صرف آپ صاحبوں کے واسطے بنائی گئی ہے۔

اسکے بعد ہم ہندوستانی عمارت میں گئے۔ مسجد کے دروازے کی مثل کھلا ہوا
برجیوں وار دروازہ تھا۔ مختصر دو منزلی عمارت ہے۔ ہندوستانی صنعت اور دستکاری کا
اسباب اکثر ممالک ہندوستان اور ریاستوں سے منگا کر رکھا گیا ہے۔ خصوصاً ریاست
حیدر آباد کے بنے ہوئے نہایت عمدہ نئے اور پرانے ہتیار ہیں۔ لنگوٹی بند جوگیوں
اور سناسیوں کی مورتیں جابجا کھڑی ہیں۔ اوپر کے درجے میں چند ہندوستانی
مسلمان تماشائیوں کو چاء وغیرہ پلاتے تھے۔ منجملہ اُنکے ایک آدمی لکھنؤ کا اور ایک
پنجابی تھا۔ اسکے سوا دستکاری کے نمونوں میں ملیاگری صندل کی مبنت کاریں
اور بمبئی کے بنے ہوئے خاتم بندی کام کے بکس وغیرہ جو صندل پر دانت۔
سینگ اور رانگ سے پچی کاری ہوتی ہے۔ گھوسنوں کی شیشے لگی ہوئی چادریں
اور کرتے وغیرہ بہت سا اسباب تھا۔ مولوی فرخی نے ایک رو را اپنے ملک کا ایک
سپیرا بھی دیکھا۔ بین بجاتا اور سانپ دکھاتا پھرتا ہے۔ کہتا ہے مجھے خوراک اور سواری
کے سوا پانچ ڈالر یا ایک پونڈ ماہوار پر لائے ہیں۔ تنخواہ کے علاوہ نمائش ختم ہونیکے بعد
جو مئی سے اکتوبر تک قائم رہے گی۔ گھر پہنچانے کی بھی شرط ہے۔

اور ملکوں کی عمارت کے ساتھ گانو بھی ہیں۔ چنانچہ مصر۔ الجیریا۔ جاوا
ترکی۔ ایرانی۔ ایرش۔ جرمن۔ جاپان اور مراکش۔ وغیرہ کے گانو یا بازار
مکانات۔ تھیٹر اور چارخانے وغیرہ اصلی باشندوں سے آباد کئے ہیں مگر ہندوستان
کے متعلق ایک عمارت کے سوا گانو یا بازار نہیں ہے۔ اور بنا کر کیا کرتے ہندوستانی دیہات

جیسے قابل دید ہیں آپ خوب جانتے ہیں۔

نمائش کو سب سے زیادہ تر ترکی سامان اور آدمیوں سے دی ہی بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ نمائش کا زیادہ حصہ مسلمانوں سے آباد ہی۔ جب آپ ایک سلسلے میں ترکی۔ ایرانی مصری۔ الجزائر کے عرب۔ مراکو اور جاوا وغیرہ قوموں کو مصروف کار دیکھیں گے تو اس امر کی پوری تصدیق ہوگی۔

غرضکہ ان چیزوں کو ایک نظر دیکھتے ہوئے ہم ترکی تھیٹر میں گئے۔ پچیس ۲۵۔ پچاس ۵۰ اور پچھتر ۷۵ سینٹ ٹکٹ تھا ہم اوّل درجے میں اسٹیج کے قریب بیٹھے۔ اگرچہ عارضی مکان ہی تاہم خوشنما اور آراستہ ہی۔ اسٹیج کی پیشانی پر طلائی حرفوں میں سلطانی طغرے بنا ہوا ہی۔ تمام مکان میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر خط ثلث میں لکھے ہوئے قطعے آویزاں ہیں۔ طغرے کے برابر ایک وصلی پر "لا یکذب بعضکم علی بعض" دوسری طرف "راس الحکمۃ مخافۃ اللہ" لکھا ہی۔ اسٹیج کے سامنے کی دیوار سے ملی ہوئی چند کرسیاں بچھی ہیں اُن پر سازندے بیٹھکر باجا بجاتے ہیں۔ ان لوگوں کے دہنے بائیں دو دو نوجوان حسین عورتیں قانون اور ایک قسم کا رباب اور ربانہ بجاتی ہیں بعض عورتیں ناچتی ہیں مگر پاؤں کے گھنگرو کی تال کا کام ربانہ دیتا ہی۔ ناچ کی طرز بھی نرالی ہی۔ یہ امر بھی نہایت تعجب انگیز ہی کہ ناچنے والی عورت کے محض سینے کا گوشت بغیر اسکے کہ اور جسم جنبش کرے لرزتا ہی۔ سب کی آوازیں نہایت پاٹ دار۔ اور صاف قریب قریب یکساں ہیں۔ ترکی زبان کے گیت گاتی تھیں۔ بعض نقلیں بھی کیں۔ چنانچہ ایک حسین عربیہ پر دو

نوجوان عربوں کا عاشق ہونا - اور اُس پر دونوں قبیلوں کی باہم لڑائی - فتحمند عاشق کے حکم سے اُسکے رقیب کا مع چند ہمراہیوں کے گرفتار ہوکر قتل ہونا - اِس لڑائی میں رجز کے عربی اشعار اور باہم شجاعانہ گفتگو - اہلِ عرب کی نیچرل حالت کا نقشہ دکھاتی ہی -
اگرچہ یہ سانگ اور ناچ کچھ زیادہ دلچسپ نہیں ہیں - مگر عربی اشعار کا پُرجوش لہجہ عربی سمجھنے والوں کے دلوں کو قومی حرارت کے جوش سے بھر دیتا ہی -

تھیٹر سے اُٹھکر گاڑیوں میں سوار ہوے اور شہر کو واپس آئے -

دوسرے روز ہمکو بعض صاحبوں کی بازدید کرنا ہی اور داتو عبدالرحمن سلطان ابوبکر بادشاہ جوہر کے وزیر بھی ہمسے ملنے کو آنے والے ہیں اسلیے ہم نمائش کو نہیں جائیں گے -

یہ تو ہم پیشتر لکھ چکے ہیں کہ جس روز سنگاپور میں سلطان موصوف کا محل دیکھنے گئے تھے سلطان اُس زمانے میں یورپ کو گئے ہوئے تھے اور سلطان کے مکان پر ہمارے جانے کی اطلاع اُنکے اہلکاروں کی طرف سے یورپ میں سلطان کو ہوچکی تھی - اِسلیے داتو عبدالرحمن کو سلطان جوہر نے لندن سے بذریعہ تار کے حکم بھیجکر افسوس اور عذر کرنے کے واسطے مامور کیا ہی غرضکہ سواے مولوی فرخی کے اور سب بھی نمائش میں نہیں گئے -
کپتان صاحب کو خیال تھا کہ ایک روز نوکروں کو بھی تماشا دکھایا جائے اسلیے اُن کو مولوی فرخی کے ساتھ نمائش میں بھیجدیا اور قیصر نام ایک یوروپین امریکن کو خدمت کیواسطے مولوی صاحب کے ساتھ مامور کردیا -

مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میرے خیال میں ان لوگوں کو علمی کارنامے اور
الکڑک سائنس دکھانے کی ضرورت نہ تھی - یہی کافی تھا کہ ترکی - مصری - حبشی
الجیریئن تھیٹر اور بازار دکھا دیے جائیں - اسلئے اوّل مصری بازار میں جاکر جو چیز جسنے
پسند کی اُسکو خرید دی - اِن بازاروں کے تمام دُکاندار ہمکو مسلمان سمجھکر سلام اور تعارف
کرتے تھے - مصری بازار کے پہلو میں سوڈانی تھیٹر ہے - اتفاقاً ایک حبشی عرب
جو کسی زمانے میں ہندوستان اور رام پور بھی ہو آیا ہے دروازے پر مل گیا - اندر لیجا کر
تھیٹر کی عمارت کو تفصیل کے ساتھ دکھایا - تماشا شروع ہونے میں کسی قدر دیر تھی اسلئے
میں اِن لوگوں کو ایرانی بازار اور تماشا خانے میں لے گیا - اہلِ ایران چونکہ میرے
ہمزبان تھے اُن کو ہمسے مل کر اس قدر خوشی ہوئی کہ گویا کوئی بچھڑا ہوا ہموطن آملا - تمام اہلِ
بازار نے جمع ہو کر تعارف اور چاء وغیرہ کی مدارات کے بعد اپنے تماشہ خانوں کی مفت
سیر کرائی - ہماری نسبت بھی نہایت آرزو سے درخواست کرتے تھے کہ اگر آپ صاحب
ہمارے کوارٹر میں تشریف لائیں تو ہمکو نہایت خوشی اور قابل یادگار فخر ہوگا - وہاں سے
الجزائری عربوں کے تھیٹر میں گئے - چند حسین عورتیں ترکی تھیٹر کی طرح باجے کے ساتھ
نہایت بھونگم ناچ ناچتی ہیں - الجزائری عورتوں کے لباس میں پائجامہ بہت ہی عجیب ہے
جسکا گھیر اوپر سے پائنچوں تک برابر ہے مگر پائنچے کو قمیص کی طرح کف لگا کر چین ڈالتے
ہیں - کف پاؤں میں لپٹ جاتے ہیں اور پائجامہ بالکل سایہ معلوم ہوتا ہے - اوپر کے جسم میں
انگریزی باڈی یا آستینوں دار کرتی ہوتی ہے - ہاتھوں میں مہندی لگانا اور پاؤں میں چوڑیاں

یا جھانجن وغیرہ پہننا بھی رائج ہی سر پر زربفت کا رومال لپیٹ کر ترچھا جھومر بھی لٹکاتی ہیں۔ غالباً یہ لباس صرف ناچنے والی عورتوں کا ہی ورنہ بازاریں وکانوں پہ سودا بیچنے والی عورتیں بہت چھوٹی ترکی ٹوپی پر چھوٹی چھوٹی اشرفیوں کی ایک یا دو جھالریں اور کلابتوں کا پھندا لگا کر ٹوپی کو سر کے ایک طرف پن یا سوئی سے ٹانک لیتے ہیں۔ تماشا خانہ کے دروازے پر چند حبشی توڑہ دار بندوقیں لئے ہوئے پہرہ دے رہے ہیں غرضکہ مراکش پیلس کو جسکی تفصیل ہم آگے لکھیں گے دیکھکر مولوی صاحب اپنے ہمراہیوں کو ترکی مسجد میں نماز پڑھانے لے گئے۔ حاج سلیم النعمانی امام مسجد نے سب کو زیر پاییاں منگوا کر دیں اور وضو کرنے کی جگہ جا کر سب نے وضو کیا۔ مولوی صاحب نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی محراب میں منبر پر قرآن مجید رکھا ہوا تھا اسمیں دیکھکر اوّل پارے کے تین رکوع پڑھے اور مسجد سے باہر آکر خدا کا شکر کیا جمال آفندی آغاسی (متولی مسجد) نے ایک کتاب پیش کر کے خواہش کی کہ اسمیں اپنا نام لکھدو اعلیحضرت سلطان المعظم خلداللہ ملکہ کا حکم ہی کہ جو لوگ نماز کو آئیں اُنکے نام کتاب پر لکھوا کر ختم نمائش کے بعد ہمارے ملاحظے میں پیش کئے جائیں۔ مولوی صاحب نے اپنا نام ہمارے تعلق کے ساتھ کتاب پر لکھدیا اور قسطنطینیہ ہو کر واپس جانے اور اعلیحضرت سلطان کی زیارت کا شوق بھی بیان کیا۔ جمال آفندی نے کہا کہ میرا بھائی خاص مسجد سلطانی کا جو محل کے اندر ہی متولی ہی اُسکے نام تمہیں خط دیتا ہوں وہ تمکو ہر ایک نماز میں اعلیحضرت سلطان کی زیارت سے مشرف کرائے گا چنانچہ مولوی صاحب کی پاکٹ بک پر خط لکھ کر مہر کردی۔ وہاں سے

جاوا گانو میں آ سے ٹیٹوں کی دکانیں جیسی اُنکے ملک میں ہوتی ہیں بنائی ہیں اور صد ہا زن و مرد دستکاری میں مصروف ہیں۔ بعض لوگ بید کی چھال سے انگریزی ٹوپیاں بنا رہے ہیں بعض اور کام کرتے ہیں مسلمانوں کو دور سے دیکھکر سلام علیکم کہتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے پکے مسلمان ہوتے ہیں۔ ملایا سے سلطان جوہر کا بھیجا ہوا اسباب بھی بہت ہے سیلان کی اشیا کے نمونے۔ بورنیو کے وحشی جانور جنمیں وہ اورانگ اوٹانگ بھی پنجرے میں بند ہیں۔

ترکی بازار کے قریب میدان میں ایک چرخ کا جھولا لگا ہوا ہے۔ شوقین مرد عورتیں اُسمیں بیٹھکر آسمان زمین کی سیر کرتے ہیں۔ جھولے کے نام سے معمولی چرخ کا جھولا جیسا ہندوستانی میلوں میں بلوچ وغیرہ لئے پھرتے ہیں۔ تصور نہ کیجیے۔ ہے چرخ کا جھولا مگر زمین سے دو سو اسّی فیٹ بلند ہے اور بجاے اسکے کہ جھولے میں چار چھوٹے چھوٹے لکڑی کے کھٹولے لٹکتے ہیں۔ اسمیں ریل کی گاڑی برابر پچاس گاڑیاں لٹکی ہوئی ہیں تمام و کمال چرخ کا دائرہ اور پائے بہت مضبوط لوہے سے بنائے ہیں انجن کے وسیلے سے گردش کرتا ہے بعض نوکروں نے مولوی صاحب سے درخواست کی کہ ہمکو اس چرخ میں بٹھا دیجیے۔ مگر مولوی صاحب نے منظور نہیں کیا۔ عذر کیا کہ اگر انجن کا کوئی پرزہ ٹوٹ گیا یا بائیلر پھٹ گیا تو تم آسمان و زمین کے بیچ میں معلق رہجاؤ گے اور ہمکو تمھارے اُتروانے میں خدا جانے کس قدر دقت کرنا پڑے گی بہتر ہے کہ دوسروں کو بیٹھے ہوئے دیکھکر ہی گردش اپنے اوپر فرض کرلو۔ غرضکہ شام کے قریب مولوی صاحب

ریل میں بیٹھکر واپس آئے۔ ریلوے اسٹیشن ہوٹل سے بہت قریب بازار میں ہی۔

۱۴-۱۵-۱۶-جولائی - دوسرے روز بھی حسب معمول ہم پھر نمائش کو گئے۔ اوّل سلطان مراکش کے پیلس اور باغ اور مراکش تھیٹر میں گئے۔ پیلس کو عجیب صنعت سے بنایا ہی۔ ایک حصّے کو چونے اور پتھر سے تعمیر کیا ہی۔ جسمیں دو یا ڈیڑھ گز فاصلے پر مثلث گنبد بنائے ہیں۔ جا بجا دروازوں میں آئینہ کا تختہ لگایا ہی جسمیں مقابل کے دروازے اور اُسکے آئینے کے عکس کا عکس پڑکر ایک کی دس بارہ عمارتیں نظر آتی ہیں اور انسان کو داخل ہونے کے بعد نکلنے میں بڑی دقت ہوتی ہی۔ ہر جگہ دہوکا ہوتا ہی کہ دروازہ ہی مگر سامنے آتے ہوئے اپنی ہی صورت آئینے میں نظر آتی ہی تو سمجھ میں آتا ہی کہ راستہ نہیں ہی۔ عجیب بھول بھلیاں ہی۔ ہر گنبد کے بیچے ڈھائی تین گز بلند ہم قد اور ہم شکل کھجور کے درخت بوے ہوے ہیں۔ اِس عمارت کے پہلو میں پہاڑ کی چٹان کو تراش کر ناہموار گنبد بنائے ہیں اور اُسی قسم کے آئینے وغیرہ لگائے ہیں دونوں عمارتوں میں جا بجا مٹی اور موم کے آدمی فوج یا پولیس کی وردی پہنے ہوئے کھڑے ہیں۔ اسقدر مناسب حالت ہی کہ اکثر آدمی دھوکا کھاکر راستہ پوچھتا ہی یا کچھ بات کرتا ہی جواب نہ ملنے سے تمیز ہوتا ہی کہ مٹی کی مورت ہی۔ اوپر کے درجے میں بھی چند مٹی کے آدمی جنرل اور کرنل کا یونی فارم پہنے ہوے کھڑے ہیں۔ اچھی صنعت کی ہی۔ تھیٹر بھی اوپر کے درجے میں ہی۔ الجزائری عورتوں کے مثل یہاں بھی ناچ گانے کی وہی حالت ہی۔ لباس البتہ کسی قدر مختلف ہی یعنی اِن کا لباس ترکی ہی۔ وہاں سے

اُٹھ کر ہم الکٹرک بلڈنگ میں گئے۔

الکٹرک بلڈنگ

یعنی برقی صنعتوں کی نمائش

اس عالیشان دو منزلی عمارت میں برقی صنعتوں کا جلوہ اور خدا سے تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی بے مثل و مفید قوت کا کرشمہ دکھایا ہے۔ مکان کی آرائش اور برقی روشنی کی نمایش کیواسطے چھوٹے چھوٹے بلوری شیشوں سے ایک مینار بنا کر چھت سے ملا دیا ہے اور اُس مینار کے چار طرف سے یوں یوں گز چوڑی چار شاخیں چھت سے ملی ہوئی چار طرف کو چوسر کی طرح پر چلے گئے ہیں۔ یہ بھی اُسی شکل کے شیشوں سے مرکب ہیں۔ عمارت کے گوشے میں پوشیدہ جگہ سے برقی منبع قوت پہنچاتا ہے اور مینار پر چڑھکر برقی روشنی چاروں طرف شاخوں کے آخر تک جاتی ہے اور ہر دفعہ نیا رنگ بدلتی ہے۔ کبھی سرخ۔ کبھی سفید۔ زرد۔ نافرمانی اور آبی غرضکہ بار بار رنگ تبدیل ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ کار آمد اور لحاظ کے قابل تار برقی کی ایسی قسم ہے جو پیغام بھیجنے والے کے ہاتھ کی لکھی ہوئی عبارت کو مکتوب الیہ تک آن واحد میں صدہا کوس پہنچا دیتی ہے۔ لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ برقی پلیٹ پر ایک آلہ سے متعلق تقریباً فٹ بھر لمبا ریشم کا دوڑا ہے جسکے دونوں سرے بکس یا پلیٹ میں وصل ہیں اور دوسرے کے بیچ کا حصہ ایک پنسل کی نوک کے قریب لپٹا ہوا ہے۔ پنسل کو جس قدر دور ہٹاتے ہیں اُتنا ہی ڈورا کھنچ کر سرک آتا ہے۔ دوسری پلیٹ پر جو بجائے

کسی دوسرے شہر میں ہونے کے قریب میز پر لگا ہے - ایک قلم لگا ہوا ہے -
پنسل سے جو عبارت کاغذ پر لکھتے ہیں ہو بہو وہی عبارت وہی خط کی شان دوسری
جگہ تسلم سے لکھ جاتی ہے - قلم کے اوپر کی طرف سیاہی کی ڈبیا ہے جب تک لکھتے ہیں
اُسمیں سے سیاہی نوک تک بتدریج آتی رہتی ہے ہزاروں کوس تک طول دے سکتے
ہیں - کمپنی کے احنٹ منے جنکی طرف سے یہ آلہ اور اسکے سوا بہت سی کارآمد برقی کلیں
رکھی ہیں - ہمارے سامنے پنسل سے عبارت لکھی - بعض پھول اور پتے بنائے
اُسی شکل کے دوسری جانب قلم سے لکھے گئے - یہاں سے چھ میل فاصلے کی قوت
پر دونوں آلے لگے ہوئے ہیں مگر بقدر چاہیں بڑھا سکتے ہیں اور ہزاروں کوس
فاصلے پر یہیں سے بیٹھے بیٹھے دستخط کر سکتے ہیں - نہایت کارآمد اور عجیب آلہ ہے -
اِس آلے کو ٹےلاٹوگراف Telautograph کہتے ہیں اور
اسکے مالکوں کا نام گری نیشنل ٹیلاٹو گراف کمپنی
Graynational Telautograph Company ہے ٹیلاٹوگراف کو
اہلِ امریکہ سے پروفیسر الیشا گری Elishagray نے ایجاد کیا ہے
میوزیکل ٹیلی فون وغیرہ بھی اسی شخص کی ایجاد ہے جسکے وسیلے سے ہزار میل
کی مسافت پر باجا یا گانا سنا سکتے ہیں - ٹیلی گراف کی ایک اور بھی قسم ہے جسمیں کاغذ کے
فیتے پر ایک ایسے قلم سے جسکے اوپر سیاہی کی ڈبیہ لگی ہے مار پیچ مسلسل لکیر لکھ جاتی ہے -
اِن خمدار لکیروں سے حرفوں کی جگہ علامتیں مقرر کرلی ہیں جنھیں مشق کے بعد بخوبی پڑھ سکتے ہیں

اسکے سوا ملمع کی باٹری اور گھڑی کے پرزے صاف کرنے کی مشین وغیرہ بھی ہیں سب سے زیادہ مفید اور کارآمد چیز برقی قلم ہی - قلم کی نوک لوہے کی ہی - دستے پر تاروں کا لچھا لپٹا ہوا ہی - دستے کے اوپر برقی مشین کا تار لگاتے ہی قلم کی نوک گرم اور تپائے ہوئے لوہے کی مثل سرخ ہو جاتی ہی - گلاس یا شیشے پر جو عبارت لکھنا یا جو نقش کرنا منظور ہوتا ہی نوک سے لکھتے ہیں - آہستہ سے نوک کا چھو جانا کافی ہی - بہت آسانی سے عبارت اور نقش کندہ ہو جاتے ہیں - ایک مشین لوہا گرم کرنے کی ہی موٹی موٹی لوہے کی میخیں مشین سے لگاتے ہی نرم اور سرخ ہو جاتی ہیں -

فونوگراف Fonograph جسمیں انسان یا باجے کی آواز بند ہو کر جب تک چاہیں محفوظ رہ سکتی ہی اور مشین سے متعلق کر دینے کے بعد ہو بہو اصلی لہجہ سنا جاتا ہی جا بجا لگے ہوئے ہیں - پانچ سینٹ بکس میں ڈالکر ایک ربر کی نی کان سے لگائی اور آواز آنے لگی - ان مختلف آلوں کے سوا جا بجا رکھے ہیں ایک دو منزلہ کمرہ بھی فونوگراف سے متعلق ہی صدہا آدمی کرسی پر بیٹھے ہوئے - گانا باجا - یا کسی فاضل کی اسپیچ سن رہے ہیں - فی کس پانچ سینٹ فیس لی جاتی ہی - کارخانے کے مالک نے ہمکو اندر لے جا کر فونوگراف کے متعلق تمام آلوں کی سیر کرائی - برقی عمارت کے اندر سامنے کی دیوار پر برقی روشنی سے **کولمبس** کی تصویر بنائی ہی جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اب تک اہل امریکہ کولمبس کا احسان مانے جاتے ہیں - اسکے سوا صدہا قسم کے برقی آلات ہیں جنکی تفصیل کو ایک علیحدہ کتاب چاہیے -

اکسپوزیشن بلڈنگ

اِس عمارت میں جہانتک سواری باربرداری اور انسان یا اسباب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے وسیلے ہیں سب کو جمع کیا ہی۔ چنانچہ بگھی۔ گاڑی۔ گھوڑا۔ کشتی۔ جہاز اور جانور جن پر اسباب لادا جاتا ہی غرضکہ ہر قسم کے نمونے رکھے ہیں۔ مصری اسباب پر جو طامس کک کی طرف سے بھیجا گیا ہی حاج محمد علیو تراجمۃ الحواجہ کوک اور ایک دوسرا عرب دو شخص مہتمم ہیں۔ منجملہ اُس اسباب کے جو طامس کُک نے بھیجا ہی دو کشتیاں ایک آدھ گز کے قریب لمبی اور ایک اُس سے کچھ بڑی سب لے جوڑ تختے سے بنی ہوئی۔ ملاح وغیرہ بھی لکڑی کی مورتیں مصر سے آئی ہیں کہتے ہیں چار برس ہوے یہ کشتیاں ایک مصری پُرانی قبر سے برآمد ہوئی ہیں۔ قبر کی تاریخ سے جو قبطی خط میں کندہ تھی یہ چیزیں چھ ہزار برس پہلے کی ثابت ہوتی ہیں۔

بحری مرکبوں کے سلسلے میں وکٹوریہ نامی انگریزی جنگی جہاز کا نقشہ بھی لوہے سے بنا کر رکھا ہی دو انجن اور ڈبل اسکرو کا بہت بڑا مضبوط جہاز تھا مگر افسوس ہی کہ اسی جون کے مہینے میں جو گزر چکا یہ جہاز بحر روم میں مع ایک ایڈمرل اور اکثر آدمیوں کے ڈوب گیا۔ زیادہ افسوس کے قابل یہ بات ہی کہ صرف قواعد کی مشق میں ایک جہاز سے ٹکرا کر ایڈمرل (امیر البحر) کی غلطی سے ڈوبا ہی۔ اِسی سلسلے میں امریکن

لائن کمپنی نے اپنے جہاز کا پورا نمونہ کمروں کی خوبی اور صفائی دکھانے کو لکڑی سے
تعمیر کیا ہے نہایت لطیف اور دلکش کمرے ہیں۔ ایک کمپنی بحر پیسفک کو اٹلانٹک
سے ملانے کے واسطے نہر بنا رہی ہے۔ چنانچہ ایک بہت بڑی میز پر جسکا بالائی تختہ
شیشے کا اور نیچے پانی بھرا ہوا ہے پہاڑ وغیرہ بنا کر جس جس طرف سے نہر نکالی ہے پہاڑ سطح
کے برابر کاٹ دیے ہیں۔ نہر کا پورا نقشہ سمجھ میں آ سکتا ہے نہایت عمدہ تدبیر ہے۔
اگر نہر تیار ہو گئی تو سفر بہت آسان ہو جاوے گا۔ اسی عمارت میں ایک لوہے کا ہتوڑا
جسکا وزن دو ہزار چار سو پچاس ٹن یا اسٹھ ہزار چھ سو من ہے رکھا ہے۔ یہ ہتوڑا انجن کے وسیلے
سے اٹھا کر گرایا جاتا ہے۔

ممالک یورپ سے۔ جرمن۔ فرانس۔ وغیرہ کے بھی جنگی اور تجارتی جہازوں کے
نمونے ہیں ہر ملک کے گھوڑوں کی پورے قد کی تصویریں مٹی سے بنا کر بعض
کو بگھیوں میں۔ کسی پر خالی ساز۔ کسی پر زین کس دیا ہے۔ اس قدر خوبصورت بنائے
ہیں کہ زندہ اور مردہ میں فرق کرنا ممکن نہیں ہے۔ ایک چوپایہ حیوان جسکا نام لاما ہے۔ خورگیر
کسا ہوا اسباب لدا ہوا مٹی کے جسم کو اصلی کھال پہنا کر بنایا ہے عجیب شکل کا جانور ہے۔
سم شگاف دار گائے کے بچھڑے برابر۔ سر خر گدھے کا جیسا رنگ۔ قد بھی گدھے
کی برابر ہو گا۔ جسم سبک اور دبلا گردن اونٹ کی گردن سے مشابہ ہے۔ تھوتنی اور کان ٹٹو
کے مثل عجیب حیوان ہے اور افریقہ کا تحفہ ہے۔ چند توپیں بھی جنکو غالباً چھوٹی کشتیوں
پر کام میں لاتے ہیں عجیب ساخت کی ہیں۔ توپ کے پہلو میں نوار برابر جوڑے

فیتے پر کارتوس لگے ہوئے ہیں۔ چرخ پھرانے سے ایک کارتوس خالی ہوکر نکل جاتا ہی تو دوسرا خود بخود اُسکی جگہ آجاتا ہی۔ اِسکے علاوہ صدہا قسم کی سواری کا سامان ہی۔ چنانچہ بائیسکل ٹرائیسکل اور بچوں کی ہواخوری کی گاڑیوں کے نمونے رکھے ہیں۔ ایک لین پر ریل کی چند گاڑیاں صرف نمائش کیواسطے رکھی ہیں۔ اب تک ایسی خوبصورت گاڑیاں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ہر ایک گاڑی میں فی کس ایک علیحدہ کمرہ ہی۔ اُسمیں غسل خانہ۔ پائخانہ۔ ڈریسنگ۔ چند کرسیاں اور لکھنے کی میز ہر ایک مسافر کیواسطے مہیا ہی۔ اگر دروازہ بند کرلیں تو کمرے کا تعلق گاڑی سے جدا ہوجائے۔ یہ گاڑیاں **پل مین کار** کہلاتی ہیں اور امریکن ریلوے کمپنی سے متعلق ہیں۔ اُنہیں کے برابر دوسری لائن پر پُرانی یادگار کے چند انجن کھڑے ہیں۔ سب سے پہلا انجن جو ملک امریکہ میں ریل کیواسطے ایجاد ہوا ہی ۱۸۱۳ء کا بنا ہوا ہی اس انجن کے آگے لوہے کے دو پانو لگے ہوئے ہیں۔ چلنے میں ایک ایک پانو اُٹھاتا اور بڑھاتا جاتا ہی۔ اسکے علاوہ ایک اور انجن ۱۸۱۳ء کا۔ دوسرا ۱۸۲۹ء کا اور تیسرا ۱۸۵۰ء کا بنا ہوا ہی۔ ایک انجن اس قسم کا بھی ہی جو رسّی کے کھُلنے اور لپٹنے سے چلتا ہی اس حساب سے پہلے ایجاد کی نسبت جسقدر صنعت نے ترقی کی ہی قیاس کر لیجیے۔

ایک امریکن عورت نے ایسے زمانے میں جبکہ مسافر دور دراز کا سفر کم کرتے تھے مختصر خیمہ اور ایک مدوّر بنی ہوئی پالکی جو معمولی ڈولی سے زیادہ بڑی نہیں ہی اور بہت خفیف سامان ساتھ لیکر تمام افریقہ میں سفر کیا ہی۔ یہ سب سامان بھی جریدہ مسافرت کیواسطے

نمونے کے طور پر رکھا ہے اور خیمہ ایستادہ ہے

مشینری

یعنی

کلوں کا مکان

اور عمارتوں کے مثل یہ عمارت بھی نہایت عالیشان ہے۔ ہر کام کیواسطے ہر قسم کی کلیں جو آج تک روے زمین پر ایجاد ہوئی ہیں اس عمارت میں رکھی ہیں۔ اِس طول امل کی نسبت یہ خیال نہ کیجیے کہ یہ سامان سلطنت امریکہ کی قوت سے آمادہ ہوا ہے بلکہ یہ تمام نمونے تاجروں نے لاکر مہیا کئے ہیں اور دیکھنے والوں کو ایک ایک چیز مدارات اور نرمی کے ساتھ دکھاتے ہیں۔ کلوں کے نقشے اور اشتہار کی کتابیں نہایت عاجزی سے پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ ہزاروں کلیں ہیں مگر سرسری نظر سے ہم جسقدر دیکھ سکے اُسکا مجمل حال یہ ہے کہ چھ۶ سات قسم کے پریس اخبار وغیرہ چھاپنے کیواسطے نہایت عمدہ تھے۔ پریس کے نیچے جہاں عبارت کمپوز کی ہوئی ہے دو ڈیڑہ گز طول اور ایک گز قطر بیلَن کے طور پر کاغذ لپٹا ہوا ہے۔ دخانی انجن سے کل چلتی ہے۔ اخبار یا کتاب جو چھاپنا منظور ہو ایک دفعہ میں دونوں طرف سے صفحہ چھپکر اور چارتہ ہوکر باہر نکل آتا ہے تہ شدہ کاغذات اُٹھانے کو صرف ایک آدمی درکار ہوتا ہے۔ اسی قسم کے ایک پریس پر نمائش کی عمارتوں کے نقشے جنمیں سرخ سبز اور زرد رنگ لگا ہوا ہے چھپ رہے ہیں ہمنے بھی یادگار کے طور پر

ہر قسم کا ایک ایک نقشہ خرید لیا ہی بعض جگہ کپڑا بنا جا رہا ہی دو کلوں پر ایک عورت دیکھ بھال کیواسطے متعین ہی۔ جب تھان ختم ہو جاتا ہی تو قینچی سے کاٹ کر دوسرا تھان لگا دیتی ہی۔ ایک کل ایک ساتھ پندرہ سولہ تھان فیتے کے تیار کر رہی ہی۔ کسی پر ریشم کی ڈوری سے آدمیوں کی تصویریں بن رہی ہیں۔ کہیں ریل پر ڈورا لپٹ رہا ہی۔ کہیں قالیں کسی کل پر کلابتون کے بوٹے کے ریشمی کپڑے۔ ریشمی رومال وغیرہ اور بھی صدہا قسم کا کپڑا بنا جا رہا ہو۔ اسی مکان میں لوہا تراشنے اور سوراخ کرنے کی کل ہی۔ رندے کی مثل ایک آلہ ہی جو پانچ دبیز لوہا ایک رو میں کاٹ جاتا ہی۔ سب سے زیادہ کارآمد چیز پانی نکالنے کے پمپ ہیں۔ اسی مقام پر نہر کا ایک شعبہ ہی پمپ سے پانی کھنچکر دوسری طرف نہر میں ہی گر جاتا ہے۔ اکثر پمپ انجن سے چلتے ہیں اور ایک ہاتھی برابر موٹی پانی کی دھار کو پندرہ سولہ گز کے فاصلے پر پھینکتے ہیں۔ ایک پمپ سے نہر کی گول جاری ہو سکتی ہی۔ اگر پانی میسر ہو تو خشک زمین کیواسطے یہ چیز زیادہ کارآمد ہی۔ اسکے سوا روئی دھنکنے۔ سوت کاتنے۔ برف جمانے اور کپڑا سینے کی کلیں مختلف قسم کی ہیں جنمیں بعض بغیر پانو کی حرکت کے چلتی ہیں اور بعض ایک دستہ پھرانے سے دیر تک حرکت کرتی ہیں۔ ان سب کے دیکھنے اور سمجھنے کو فرصت چاہیئے کہ ایک ایک چیز کا حال لکھ سکیں۔

Fourty nations and fourty-Bouty — فارٹی نیشن انڈ فارٹی بیوٹیز

(یعنی چالیس قوم اور چالیس حسن)

اہل امریکہ نے صرف فطری اور مصنوعی اشیاء کی نمائش نہیں کی ہی بلکہ آدمیوں کی بھی

نمائش ہی - یوں تو میلے ٹھیلے میں ایک دیس کے آدمی جمع ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا ہی
کرتے ہیں مگر یہاں چالیس ملک کی حسین عورتیں ایک جگہ جمع کی گئی ہیں - ایک
وسیع اور عالیشان مکان میں بہت بڑا دالان ہے جسکے ہر طرف چالیس نشستیں ہیں
ہر ایک شہ نشین کے کنارے پر خوبصورت جنگلہ لگا ہی اور اُسکے چالیس حصوں میں تقسیم کر کے
ہر حصے پر جس ملک کی عورتیں اُسمیں بیٹھی ہیں اُسکا نام لکھدیا ہی - ہم تو پہلے روز سرسری
نظر سے دیکھتے ہوئے گزر گئے مگر دوسرے روز مولوی فرخی صنے ایک ایک سے گفتگو
کی اور سب کا حال ہمکو آکر بتایا جو یہاں درج کیا جاتا ہی -

اوّل انگلنڈ کی لیڈیوں سے صاحب سلامت اور مزاج پرسی کی - ایک گانو کی رہنے
والی کسان کی بیٹی - ایک شہری دو عورتیں تھیں - ایک درجے میں دو عورتیں ایک
جاپانی دوسری شامی تاش کھیل رہی تھیں - مولوی صاحب نے ہر ایک سے اُسکی
زبان میں دریافت کیا کہ تم باہم ایک دوسرے کی زبان سمجھ سکتی ہو - اُنھوں نے کہا نہیں
اشاروں سے کھیل رہی ہیں - شامی عورت نے اپنا نام مہدیہ بتایا عیسوی المذہب اور
بیروت کی رہنے والی تھی - اُنکے برابر والے خانے میں پانچ عورتیں قسطنطنیہ کی تھیں -
سب سے زیادہ ملاحت اور جوبن انہیں پر تھا - چونکہ یہ سب بھی نصرانی اور متنصرہ عرب
تھیں مولوی صاحب نے عربی زبان میں باتیں کیں - اِن حسینوں میں احسن کا نام ملیحہ
تھا چھوٹے پانووالی چینی لیڈی سے صرف اشاروں میں سلام و تعارف کیا - زبان کو
تکلیف دینے کی حاجت نہ تھی پہلو کے دوسرے شہ نشین میں دو لیڈیاں ڈنمارک کی تھیں

چونکہ دونوں انگریزی جانتی تھیں اُن سے مولوی صاحب نے دیر تک باتیں کیں۔ اِنکا
حسن بھی خالی از کیفیت نہ تھا۔ عجیب امر یہ ہی کہ مولوی صاحب نے دو ہی منٹ کی صحبت
میں اُنکو بھی شاگرد بنا ئے بغیر نچھوڑا یعنی اُردو زبان میں سلام اور مزاج شریف کہنا حفظ کرا دیا
ہمارا حال شائد اخبار میں دیکھکر یا پہلے روز ہم گئے تھے کسی سے سُنکر دریافت کرتی تھیں۔
مولوی صاحب نے کہا کہ ہم دس ہزار میل سے زیادہ بحری سفر طے کر کے صرف آپ کی زیارت
کو آئے ہیں۔ اِس مشتاقانہ تکلیف کا شکریہ ادا کرتی تھیں اور ہنستی تھیں۔ عجیب نگار خانہ
تھا۔ جسقدر تھیٹروں میں بازاروں میں اور ہر پیشے کیواسطے ممالک اسلام سے عورتیں یہاں
آئی ہیں۔ اِن میں کوئی مسلمان نہیں ہی سب عیسائی ہیں چنانچہ ترکی بازار کے تھیٹر میں۔
متنصرہ عرب اور ایرانی تماشا خانے میں ارمنی وغیرہ تھیں۔ البتہ مصری بازار میں ایک عورت
نہایت حسین اور شوخ نقاب کی وجہ سے مسلمان قیاس ہوتی تھی۔ ہر ایک ملک کی عمارت
پر اُس سلطنت کا نشان اور علم لگا ہوا ہی۔ چنانچہ ایرانی بازار پر علم شیر و خورشید۔ ترکی پر
تیر و ہلال کا پرچم اُڑ رہا تھا۔ ایرانی عمارت کے در میں چند شعر لکھے تھے۔ مصرع اوّل
تمام گشت فرین شد ایں حجستہ مکان ٭ اور مصرع آخر جو راہ روی میں پڑھا جا سکا۔
وفائے عہد نکر دست با کس ایں دوراں ٭ تھا۔

ایگری کلچرل بلڈنگ

یہ عمارت اسباب زراعت اور آلات کشاورزی کیواسطے مخصوص ہی نئی نئی طرح کے ہل

کھیت کاٹنے۔ گھاس سے بال و ربال سے غلہ جدا کرنے کی کلیں۔ جتے ہوئے کھیت سے گھاس کی جڑیں نکالنے اور پانی نکالنے کے پمپ وغیرہ رکھے ہیں اوسی عمارت میں یہاں کی پیداوار غلے کے نمونے ہیں۔ سرخ۔ سفید۔ زرد اور نیلے رنگ کی مکئی کے درخت قد میں نو فیٹ سے کم نہ ہونگے دانہ بھی سیم کے بیج کی برابر ہی بعض درختوں پر سات سات بھٹے۔ ہر ایک طول میں سات گرہ تک ہوگا لگے ہوئے ہیں اسکے سوا گیہوں کے درخت بھی دو گز بلند بلکہ بعض انسان کے قد کی برابر لمبے موٹی اور بڑی بڑی بالیں لگی ہوئیں اور بھی صدہا قسم کے اناج کے نمونے ہیں۔

معدنیات

ایک عمارت صرف اشیاء معدنی اور فلزات سے متعلق ہے۔ سونے چاندی کے کچے پتھر یعنی جس حالت پر چاندی۔ سونا مٹی وغیرہ کے ساتھ ملا ہوا نکلتا ہے۔ سرمے کی دہات۔ پتھر کا کوئلا اوپل جو ایک نو یافتہ جواہر ہے اور تانبا وغیرہ جو امریکہ یا دوسرے ممالک سے برآمد ہوتا ہے سب کو اس مکان میں رکھا ہے۔ ہر ایک دہات کے اوپر کان کا نام اور مختصر حالات لکھدیے ہیں

برقی روشنی اور فوارے

رات کو برقی روشنی کی نمائش اور برقی فواروں کا تماشہ تھا نہر کے کنارے پر ایک دائرے کی شکل میں زمین کے اندر جا بجا فوارے لگے ہوئے ہیں ہر سوراخ کے اوپر

دس بارہ[۱۲] گز بلند تنور کی شکل کا ایک ظرف کچی مٹی سے بنا کر رکھا ہی - بعینہ بڑی اوکھلی کی طرح ہے
اُسکے اندر سے انار کے مثل دس بارہ گز بلند فوارے چھوٹتے ہیں اور اُنکے پانی میں
پی دری برقی قوت سے زرد - نیلا اور دھانی وغیرہ رنگ پیدا ہوتے ہیں ہر ایک فوارے
سے تین چار گز دور میں پانی گرتا ہی - نہایت خوشنما تماشا ہی - اسکے سوا بعض عمارتوں پر
برقی لیمپ لگے ہوے ہیں جنکی روشنی ہزاروں گز تک پھیلتی ہی - الکٹرک بلڈنگ کے
اوپر بھی ایک سرچ لائٹ (برقی لالٹین) لگی ہوئی ہی ایک طرف کا شیشہ کھُلا ہوا ہی
اور تین طرف سے بند ہی - لال ٹین چکّر کھاتی ہی اور روشنی جسطرف کھلی ہی اُسطرف کہکشاں
کے مثل میں سو امیل تک پھیلتی ہی نہایت خوشنما چیز ہی -

بفلوبل

فوارے اور برقی روشنی کا تماشا دیکھنے کے بعد - کرنل کوڈی (بفلوبل) کے کرتب
دیکھنے گئے - نمائش کے پہلو میں تختوں سے گھرے ہوے میدان میں ایک عمارت ہی -
ٹکٹ لیکر اندر داخل ہوے اور صدر مقام پر تماشاگاہ کے سامنے بیٹھے -

بفلوبل اس تماشے کا نام اسلیئے ہی کہ ۱۸۶۵ع تک راکی مونٹ
Rocky Mount اور دریاے مزوری Missouri کے بیچ میں لاکھوں
بیسن (جنگلی بھینسے) ہرن اور نیل گاے وغیرہ جانور تھے - انکے سوا دوسری چیز
جو زراعت اور آبادیِ ملک کو مانع تھی وہ انڈین امریکن کے بعض قبیلے تھے - چونکہ اُنکی

شکارگاہیں چھین کر اُنکی آزادی میں فرق ڈالا جاتا تھا اسلئے وہ لوگ یوروپین امریکن کو اُدھر راستہ چلنے سے روکتے تھے - ڈاک لوٹتے اور ریل کی سڑک بنانے کو بھی مانع تھے اور اکثر مخالف فریق کو جہاں پاتے تھے نہایت بیرحمی سے قتل کرڈالتے تھے -

ریل نہونے کی وجہ سے اُس زمانے میں ڈیڈ وڈ کوچ Deadwoodcoach نام ایک ڈاک چلتی تھی اسی میں خطوط پارسل وغیرہ جاتے تھے اور اسی گاڑی پر بارہ[۱۲] آدمی اندر چھ[۶] چھت کے اوپر - دو محافظ کوچوان کے ساتھ کوچ بکس پر سب اکیس[۲۱] مسافر سفر کرتے تھے -

امریکن وحشیوں کے قبائل سے بڑا لڑاکا قوم سیوکس کا بادشاہ مسمے سیٹنگ بُل Sitting bull اور پاپین ریلج کا سردار اوگالالہ Ogallalla اور قوم یونیلٹ کا چیف گکنگ بیر (ک-ک-ن-گ-ب-ی-ر) ہمیشہ تاک میں رہتے تھے کہ کسی طرح یوروپین کو یہاں سے نکالدیں یا اسطرف نہ آنے دیں اسلیئے یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ نے ڈاک کی حفاظت کے واسطے کرنل کوڈی (بفلو بل وغیرہ افسروں کے ماتحت ایک رجمنٹ سوار مقرر کردیئے تھے - کرنل کوڈی کبھی فوج میں خدمت کرتا تھا اور کبھی ریل کی سڑک بنانے والے مزدوروں کے واسطے جنگلی بھینسے شکار کرکے گوشت مہیا کرتا تھا - چنانچہ اُسنے ۱۸ مہینے میں چار ہزار دو سو اسی[۴۲۸۰] بھینسے شکار کیئے - کبھی ایک روز میں صرف کرنل کوڈی نے انہتر[۶۹] بھینسے اپنے ہاتھ سے مارے - اور ایک زمانہ دراز تک کھال اور گوشت کی طمع سے

۹۵۰۰۰۰۰
پچانوے لاکھ یاساڑھے نوملین بھینسے مار ڈالے گئے۔ جب ریلوے لائن تیار ہوگئی
اور ۱۸۹۱ء میں سٹینگ بل مارا گیا۔ اوگالالہ بھی قتل ہوا۔ گلگنگ بیر گرفتار ہوکر قید ہوگیا۔ لڑائی
جھگڑا موقوف ہوا اس عرصے میں کرنل کوڈی نے امریکن وحشیوں کے مقابلے بر صدہا
معرکوں میں شجاعت کے جوہر دکھائے اور کثرت مشق نے اُسکو ایسا قدر انداز بنادیا کہ
گھوڑا سرپٹ دوڑانے اور چکر کی حالت میں کبھی اُسکے پستول کا نشانہ بھی خطا نہیں ہوتا
اس کام کے بعد اُسنے اپنے ذاتی سواعرب کیئے اور گھوڑے پر۔ کرتب۔ نشانہ بازی۔ کمند
سے باہم لڑنا اور جنگلی گھوڑوں کو کمند سے پکڑنا۔ تھیٹر کے طور پر دکھانا شروع کیا۔
اِس قصے کے متعلق قبل اس سے کہ تماشے کی تفصیل کی جاسے ایک قدر انداز

لڑکی مس اینی اوکلی Annie oakley (ام۔ س۔ س

ا۔ ی۔ ن۔ ی۔ ا۔ و۔ ک۔ ل۔ ی) کا حال بیان کریں۔ اِس لڑکی کو دس برس
کی عمر سے بندوق کا شوق تھا۔ چونکہ گھر کے قریب جنگل میں شکار کی افراط تھی اکثر اپنے
بھائی کی بندوق چھپا کر شکار کو چلی جاتی تھی اور گھر کی ضرورت سے زیادہ شکار مار لاتی تھی
۱۲ بارہ برس کی عمر میں مس اینی کو ایک مُنہ سے بھرنے کی بندوق اور ایک بریچ لوڈر
رائفل دیا گیا اسوجہ سے اُسکی مشق اور بھی بڑھ گئی۔ اُسنے اپنے مارے ہوے
شکاروں کی کھالیں بیچ کر اپنی ماں کو بہت سا روپیہ دیا اور رفتہ رفتہ شہرت پاکر نشانہ
مارنے کی بازیوں میں شریک ہونے لگی اور اکثر بازیاں جیتی۔ چنانچہ ایک دفع شرط
۵۰۰۰
تھی کہ پانچہزار کارتوس ایک روز میں اپنے ہاتھ سے بھرے اور پانچہزار نشانے

لگائے اِس شرط میں اُسنے سولہ[۱۶] نمبر کی تین[۳] بندوقیں استعمال کیں اور ایک روز میں پانچہزار فیر کیے۔ تین[۳] کلوں کے ذریعے سے پندرہ پندرہ[۱۵] گز بلند گیندیں پھینکی جاتی تھیں اور ہوا میں گولی سے اُڑا دینے کی شرط تھی۔ منجملہ پانچہزار نشانوں کے مس ایبی نے چار ہزار سات سو بہتر گولیاں نشانے پر ماریں یعنی چار[۴] ہزار سات[۷] سو بہتر گیندیں ہوا پر جاتی ہوئی اُڑا دیں۔ دو ہزار[۲۰۰۰] تک اُسنے صرف سولہ[۱۶] نشانے خطا کیے تھے۔ اِسکے سوا اُسنے ہزاروں تماشے یورپ اور امریکہ میں دکھائے اور پچاس[۵۰] بازیوں سے اکتالیس[۴۱] میں تمغے پائے۔ تمغے اور بندوقیں جو اُسنے بطور انعام حاصل کیے بے شمار ہیں اِس لڑکی کے سوا جان بیکر بیس[۲۰] اکیس برس کا ایک لڑکا ہے جسکو کرنل کوڈی نے وحشیوں کی لڑائی میں جبکہ وہ بھاگ گئے تھے پڑا ہوا پاکر اُٹھا لیا تھا اُسکو بھی بندوق لگانا سکھایا ہے بہت ہی عجیب نشانہ لگاتا ہے۔

کرنل کوڈی نے اکثر ممالک کی طرز پر وردی وغیرہ پہناکر سوار مرتب کیے ہیں۔ چنانچہ امریکن چھٹے رسالے کے سولہ سوار ایک کپتان۔ انگریزی بارھویں[۱۲] لانسر (رجمنٹ پرنس آف ویلز) کے بارہ[۱۲] سوار ایک کپتان۔ جرمن فرسٹ گارڈ اوہن رجمنٹ کے جو ولیم دوم شہنشاہ جرمن ست متعلق ہے اور پوتسدام رڈس نام سے موسوم ہے۔ بارہ[۱۲] سوار ایک افسر فرنچ چسیرس کے بارہ[۱۲] سوار ایک کپتان۔ اِن کے سوا مکسکو کے کمند انداز سوار کوبائی یعنی جنگلی امریکن جنکو رف رائڈر Roughrider (جنگی پشت پر سوار ہونے والے) کہتے ہیں باون[۵۲]۔ روسی کاسک

تیرہ[۱۳] سوار اسپین کا رسالہ تیرہ[۱۳] سوار- غرضکہ جس ملک کے نام سے سوار متعلق ہیں اُسی ملک کے آدمی ہیں- یعنی عرب عرب ہیں- کاسک کاسک اور اپنے ہی ملک کی اصلی وردی سے آراستہ بھی ہیں- اسپین- ملسکو- فرانسہ اور جرمن وغیرہ بھی اپنے اصلی ملکوں کے باشندے ہیں چنانچہ سب سوار ملا کر ایک سو ساٹھ[۱۶۰] ہوتے ہیں- سواروں کے علاوہ اور بھی بہت آدمی نوکر ہیں- نمائش کے پہلو میں ایک وسیع میدان کو جہاں وہ ترب بخوبی مارچ یا سٹ اور اسکول کر سکیں- تختے کی بلند دیوار سے احاطہ کیا ہی- تین طرف تو تماشائیوں کی نشست کیواسطے تھیٹر کیطرح تختے کی سیڑھیوں سے درجے بنا کر کرسیاں بچھائی ہیں- سامنے کی طرف تختے کی دیواریں بڑے بڑے[۲] در ہیں- درون کے پیچھے اسقدر وسعت معلوم ہوتی ہی کہ یہ سب سوار گنجائش پا سکیں- میدان کے بیچ میں ڈھائی تین گز بلند اور اسی قدر چوڑا ایک مدور چبوترہ ہی- جس پر کھڑے ہو کر ایک آدمی تماشائیوں کی آگاہی کیواسطے شروع ہونے والے تماشے کا اعلان کرتا ہی- سب سے پہلے کرنل کوڈی نے گھوڑا دوڑا کر افتتاح کے واسطے پستول کا ایک فیر کیا- اور سب کو سلام تعظیم کرنے کے بعد علٰحدہ کھڑا ہو گیا- اوّل میدان میں ایک کل کے ذریعے سے فاس فورس وغیرہ چمکدار مصالحہ بھری ہوئی دو دو[۲] گیندیں اُچھالی گئیں اور مس اینی نے دونالی بندوق سے دونوں گولیاں توڑ دیں- یہ شیشے کی گیندیں برقی روشنی میں سپید سپید چمکتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں اور ٹوٹ کر منتشر ہو جاتی تھیں دو دو سو[۲] گیندوں کے قریب پھینکی گئیں- بندوق بھی اپنے ہاتھ سے بھرتی تھی غایت درجے کی تیز دست تھی مگر اس عجلت میں گھبراہٹ کا نام نہ تھا زیادہ تیز دستی

دکھانے کے واسطے مس اپنی کچھ فاصلے پر کھڑی ہوئی دو گز آگے بھری ہوئی بندوق
رکھی تھی بیچ میں ایک رکر بلندی پر رسی تنی ہوئی تھی۔ بندوق کی جگہ سے اور دس گز آگے
بڑکر بیر کیٹ گیندیں پھینکیں گئیں۔ مس اپنی نے دوڑکر رسی پر سے کودکر اور بندوق اٹھا۔
دونوں گیندیں کولی سے توڑدیں دو سو نشانوں میں شاید کوئی دو یا تین خطا ہوئے ہونگے
اسکے بعد اسکی بندوق پھینک کر بھاگ گئی اور جیو ترسے پھٹے جنگلی رسالے کی آمد پکاری
گئی۔ بارہ بارہ سوار کے چار گروہ تھے اوّل امریکن وحشیوں کے سوار ہاتھ میں علم لئے
ہوئے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار سر پر تقاب کے پروں کی ٹوپیاں جسکا پچھلا حصہ
برقع کی مثل پشت تک لٹکتا تھا۔ ریچھ کی کھال کا پائجامہ مگر بال باہر کی طرف تھے شانے
پر کمان۔ پشت پر ترکش ڈالے ہوئے گھوڑے کو پویہ دوڑاتے ہوئے آئے اور میدان
میں کھڑے ہو گئے۔ اُسکے بعد پھر تختے کی دیوار کا دروازہ کھُلا اور اُن کا افسر گھوڑے
کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آکر سواروں کے آگے کھڑا ہو گیا۔ سواروں نے اُسکے پیچھے قاعدے
سے صف باندھلی۔ غرضکہ چار گروہ تھے اسی طرح سب آکر جم گئے افسر کی آمد کے وقت سوار
زور سے قلقاریاں مارتے تھے۔ اُنکے بعد فسٹ گارڈ جرمن لانسر نہایت عمدہ چمکدار
سیاہ وردی پر کلغی دار ہلمٹ Helmet (خود) سپید پرچم کی برچھی۔ گھوڑے
سب یکرنگ کمیت آکر صف بستہ ہوئے۔ اُنکے بعد نمبر چھ کیولری یعنی امریکن یونائٹڈ اسٹیٹ
کا رسالہ نہایت عمدہ لیس دار وردیاں پہنے ہوئے گھوڑے سب یکرنگ سپید سولہ سوار ایک
افسر۔ پھر فرینچ چیسرس سُرنگ گھوڑے آبی بانات کی وردی۔ عرق چین ٹوپیاں اُسکے بعد

انگلش نمبر بارہ لانسر سیاہ وردی سرخ پرچم کی برچھی سر پر کاٹی دار ہلمٹ مختلف رنگ کے گھوڑے - اُسکے بعد عرب سوار سمرنگ گھوڑے - عربی لباس - ترکی ٹوپی پر پگڑیاں بندھی ہوئیں - طلائی کام کی توڑے دار بندوقیں - اُنکے بعد روسی کاسک (قزاق) ایرانی مسلمانوں کی مثل لمبی ڈاڑھی کشمشی عبائیں - نمدے کی گول ٹوپیاں اُن کے پیچھے کندیں ہاتھ میں لیئے ہوئے مکسکو کے سوار بانات کی انگریزی پیچھے دار رومٹوپیاں خاکی وردی - پھر اسپین کے سوار - غرضکہ سب سوار صف بستہ ہوگئے - کرنل کوڈی حکم دیتے تھے - ایک ایک رسالے نے تماشائیوں کے آگے مارچ پاسٹ کیا اور انسپکشن ہوا پھر سب سواروں نے مل کر اسکول اور قواعد کی - تلوار کے کاٹ وغیرہ کے کرتب دکھائے - عرب سواروں میں سے ایک شخص سفید جامہ پہنکر بیچ کے دنگل پر گیا اور چکر پھرنا شروع کیا جب تک سوار کرتب کرتے رہے وہ لگاتار پھرتا رہا - عرب سواروں نے گھوڑوں پر اور زمین پر جسیم ناسٹک کیا - بندوقوں کو بنیٹی کی طرح ہلاتے تھے - کبھی دو بندوقیں دونوں ہاتھوں سے غرضکہ بہت صفائی اور چستی سے کرتب کیا - اُنکے بعد روسی کاسکوں نے گھوڑے دوڑا کر ایک پانو گھوڑے کی پشت پر باقی جسم لٹکا دیا اور رومال وغیرہ اٹھائے کبھی گھوڑے پر اُلٹے ہو بیٹھے بہت مشاق اور سواری کے فن میں طاق تھے - پھر اپنی طرز کا ناچ ناچے اور وہی لفظ جو ایسے محل پر اُنکی زبان میں رائج ہے بلند آواز سے کہتے تھے - اسکے بعد چند گھوڑوں سے جتی ہوئی ایک میل کوچ (ڈاک گاڑی) پر مسافر اور ڈاک کو جاتے ہوئے سگی سیٹ کے سوار امریکن وحشیوں نے

لوٹنا۔ ہر طرف سے گھیر کر تیر مارنا شروع کیے۔ دوسری جانب سے کوئی کو کو یا ئی یعنی محافظ رسالے نے آکر گاڑی اور مسافروں کو بچایا باہم خوب لڑائی ہوئی اِدھر سے گولیاں اور اُدھر سے تیروں کی بوچھار طرفین سے آدمی مر کر اور زخمی ہو کر گرے۔ کرنل کوڈی کے سواروں نے مرے ہوئے گھوڑوں کی آڑ سے پستول اور بندوقیں مارنا شروع کیں۔ کچھ جنگلی مرے کچھ بھاگ گئے گاڑی اور مسافر سب بچ گئے۔ آدمی تو یکایک گھوڑے سے مر کے شل گرنے کی اشق کر سکتے ہیں مگر گھوڑے بھی اسی طرح گر جاتے تھے جیسے گولی یا تیر کھا کر گرتے ہیں۔ دو دفعہ یہ تماشا کیا گیا۔ ایک دفعہ ڈاک گاڑی میں آگ لگ گئی۔ گاڑیاں وہی اصلی کارٹ ہیں جو پینتیس برس پہلے راکی مونٹ میں چلتی تھیں اور انہیں پر حملے ہوتے تھے۔ عجیب دلچسپ نظارہ تھا نقل اور اصل میں سر مو فرق نہیں ہے۔ اسکے بعد مکسکو کے سواروں نے ایک دوسرے پر کمند ڈالی اور حریف کی گردن وغیرہ کو دام میں پھانس لیا۔ پھر جنگلی گھوڑوں کو کمند سے پکڑنے کا نمونہ دکھایا۔ زین اور لگام اُتار کر گھوڑے چھوڑ دیئے۔ سواروں نے کمند سے گرفتار کیے۔ کبھی کمند کا حلقہ خطا نہیں ہوتا تھا ضرور سر یا گردن میں بند ہو جاتا تھا۔ جہاں گھوڑا گرفتار ہوا وہ سواروں نے اپنے گھوڑے چھوڑ کر اور زبردستی لپٹ لپٹا کر اُس پر زین باندھ دیا۔ لگام لگا دی اور ایک آدمی سوار ہو گیا۔ گھوڑوں کو بھی صحرائی پن اور وحشت سکھائی گئی ہے۔ سوار ہوتے ہی اس قسم کی اودھمیاں کرتے ہیں اور تڑپتے ہیں کہ کبھی گمان نہیں ہوتا کہ یہ ہلے ملے جانور ہیں۔ ایسی حالت میں بیٹھا رہنا بھی اُنہیں کا کام ہے نہایت ہی عجیب تماشا تھا۔ اسکے بعد رف رائیڈر

(ننگی پیٹھ کے سوار) امریکن وحشیوں کی دوڑ ہوئی۔ ننگی پیٹھ پر بغیر رکاب وغیرہ کے شائد دنیا میں کوئی قوم ان جنگلیوں سے بہتر سوار ہوتی ہو پہلی دوڑ میں ایک سوار کا گھوڑا گرا۔ سوار کے بھی بہت چوٹ لگی اور بیہوش ہوگیا اُسے فوراً اُٹھاکر علیحدہ کردیا گیا۔ دوڑ ہوتی رہی۔ اسکے بعد ایک انڈین امریکن لڑکی نے ایک یوروپین لڑکی کے ساتھ گھوڑا دوڑایا پھر جانی بیکر انڈین امریکن لڑکے نے جسکا ذکر سس اینی کے ساتھ کیا گیا بندوق سے نشانے لگائے۔ یہ لڑکا بھی قدر انداز مشہور ہی کبھی لیٹ کر دونوں پائوں کے بیچ سے مہری نکالکر بندوق لگائی۔ کبھی اسطرح کہ ایک شخص نے پائوں کے ٹخنے پکڑکر الٹا لٹکا لیا مگر اُسنے اسی حالت میں دونوں گیندیں اُڑادیں۔ عجیب کمال ہی اور کیوں نہو ع

کار نیکو کردن از پر کردن است

مشق کی کچھ انتہا ہی۔ قیاس کرسکتے ہیں کہ کس قدر محنت کی ہوگی۔ پھر اسپین کے سوار اور امریکن رسالے نے باہم گھوڑ دوڑ کی۔ چند تماشے ابھی باقی تھے مگر ہم زیادہ نہ ٹھیر سکے ہوٹل میں آکر استراحت کی۔

۱۷ جولائی۔ آج چونکہ روانگی کا دن ہی اسلئے کچھ سویرے سے ہم نمائش کو گئے۔ اوّل امریکن جنگلیوں کی اسکیمو نام قوم کے گائوں میں پہنچے۔ درخت کی چھال سے نہایت خوبصورت بنگلہ نما مکان بنائے ہیں۔ مگر جو اسکیمو برف کے پہاڑوں میں رہتے ہیں وہ برف کو زمین تک کاٹ کر گنبد نما چھت بنا لیتے ہیں۔ بعض برف کے ٹکڑے کو جو پہاڑ سے گرکر زمین پر پڑا ہوتا ہی اوپر سے قبہ دار تراش کر اندر سے خالی کر لیتے ہیں اور ایسے

مکانوں میں ریچھ وغیرہ پشم دار جانوروں کی کھال کا فرش کرکے رہتے ہیں ہرطرف سے دیواریں اور چھت بلور کے مثل معلوم ہوتی ہیں۔

اس قسم کے مکانات کے نمونے بھی سپیدمٹی یا چونے سے بنائے ہیں۔ اسکے سوا سِیل* کے پوست کے خیمے اور اسی قسم کی کھال کے لباس بھی موجود ہیں۔ برف پر چلنے کو بغیر پہیئے کی گاڑی کا نمونہ بھی ہے جسکو تین چار کتے کھینچتے ہیں اسطرح بنایا ہی کہ بجائے برف کے لوہے کی ریل بچھائی ہی۔ ایک یا دو آدمی گاڑی میں بیٹھکر کتوں کو ہانکتے ہیں۔ گاڑی پھسلتی ہوئی چلی جاتی ہی۔

اسکیمو مردے کو زمین کھود کر دفن نہیں کرتے بلکہ لاش کو اُسی لباس میں جو مرنے کے وقت اُسکے جسم پر ہوتا ہی زمین پر رکھکر ہرطرف پتھر کے ٹکڑوں سے ڈیڑھ ڈیڑھ فیٹ بلند دیواریں بناکر پتھر سے قبر پاٹ دیتے ہیں۔ پتھر بغیر چونے وغیرہ کے یونہیں اوپر نیچے رکھ دیتے ہیں۔ مُنہ کی طرف سے قبر کو اسقدر کھُلا ہوا رکھتے ہیں کہ لاش بخوبی نظر آسکے۔ اُسی قبر کے پہلو میں ایک چھوٹا سا پتھروں کا گھروا بناکر اُسکے اندر لکڑی کی تھالی میں کھانے پینے کا سامان رکھدیتے ہیں اور اسکو اسقدر جالی دار بناتے ہیں کہ غذا باہر سے نظر آتی رہے۔ مردے کے نیچے بھی ریچھ یا کسی دوسرے جانور کی کھال بچھا دیتے ہیں۔ اِس قسم کی چند قبریں بھی گانوں کے گوشہ میں بنا دی ہیں۔ اسکیمو کی صورت بھوٹیوں سے زیادہ مشابہ ہی مگر رنگ اُنکی نسبت اُجلا ہوتا ہی۔ عورت مرد سب ہنرمند اور دستکار ہیں۔

* دریائی شیر۔

کھانے کے بعد ہم اور مولوی فرخی۔ عبدالمجید خان۔ عبدالصمد خان۔ فتحیاب خان اور
مسٹر بدن نمائش میں گئے۔ ترکی آتش خانے میں عصرانہ (لیچ) کھاکر الجزائر کا بازار مراکش
پیلس۔ الجزائر اور مراکش کی عورتوں کا ناچ وغیرہ دیکھکر واپسی کے وقت ہوائی کے آتش فشاں
پہاڑوں کا پانوراما Panorama دیکھا عجیب صنعت کی ہے مکان
میں داخل ہوتے ہی معلوم ہوتا ہے گویا پہاڑ کے غار میں سے ہو کر بلندی پر جاتے ہیں۔
ہر طرف بڑے بڑے سوراخوں سے آگ نکل رہی ہے کہیں دھواں اٹھ رہا ہے۔ پتھر پگھل کر
حرارت کی شدت اور آگ کی حدت سے لوہے کے کھنگروں کے مثل سیاہ ہو گئے ہیں۔
بعض غاروں کے کناروں پر چند آدمی تماشائی کھڑے ہیں۔ آگ کے شعلوں کی روشنی
میں ہر چیز کی ہیئت کذائی بخوبی نظر آتی ہے۔ غرضکہ شام تک ہوٹل میں رہکر آٹھ بجے کے
قریب ریلوے اسٹیشن پر آئے ایک فسٹ کلاس پل مین کار رزرو تھی۔ سوار ہو کر نیاگرا فال
کو روانہ ہوئے۔

۱۸-۱۹- جولائی۔ صبح کے دس بجے **کلفٹن** میں پہنچے۔ یہ آبادی
نیاگرا فال کے اسی کنارے پر انگریزی کناڈا میں واقع ہے۔ ندی کے دوسرے
کنارے پر یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ کی زمین ہے ندی اور آبشار بھی اسی میں داخل ہے۔ دریائے نیاگرا
اس طرح ادپر سے بہتا ہوا آیا ہے کہ آبشار سے بہت اوپر دو حصے ہو کر بیچ میں ایک بڑا
جزیرہ جسکو **گوٹ آیلنڈ** کہتے ہیں اور تین چھوٹے چھوٹے ملے ہوئے موسوم بہ
تھری سسٹرس Threesisters بناتا ہوا دو تین بندیوں سے گرتا ہے۔ نیاگرا کی

کی طرف اور بھی بہت چھوٹے چھوٹے تیرہ[۱۳] چودہ جزیرے واقع ہوئے ہیں۔ کسی قدر
پانی جنوب کی طرف سے آکر گھوڑے کی سم کی شکل ہلالی دائرے میں ایک سو اٹھاون[۱۵۸]
فیٹ بلندی سے گرتا ہے اور یہاں سے دونوں طرف بلند کناروں کے بیچ میں ندی بہتی
ہے یہ ہلالی دائرہ جسکو ہارس شو Horseshoe موسوم کرتے
ہیں ہمیشہ پانی سے کٹ کٹ کر پھیلتا جاتا ہے چنانچہ ۱۸۸۶ء میں دو ہزار چھ سو[۲۶۰۰] فیٹ تھا اور
۱۸۹۰ء تک تین ہزار دس[۳۰۱۰] فیٹ ہو گیا چار برس کے عرصے میں چار سو دس[۴۱۰] فیٹ
دائرہ بڑھ گیا ہے۔ نیاگرہ فال اور ہارس شو کے بیچ میں گوٹ آئیلنڈ واقع ہوا ہے۔ گوٹ
آئیلنڈ کے دوسرے کنارے سے جو نیاگرا شہر کی طرف ہے مشرق کی سمت سے دوسرا
حصہ ندی کا بہتا ہوا آیا ہے اور ایک ہزار ساٹھ[۱۰۶۰] فیٹ عرض میں سات سو ساٹھ[۷۶۰] فیٹ بلندی
سے چالیس[۴۰] فیٹ موٹی دھار گرتی ہے۔ دنیا میں سب سے بڑی آبشار یہی ہے۔ اس دھار کے
قریب جزیرہ گوٹ کے برابر ایک ہوا کا سوراخ ہے جسمیں سے بشدت ہوا آتی ہے۔ اور
اسی کے پہلو میں پندرہ بیس[۱۵-۲۰] گز چوڑی ایک چھوٹی آبشار ہے۔ بلندی اُسی قدر ہے مگر عرض
کم ہے۔ ایک ہزار ساٹھ[۱۰۶۰] فیٹ چوڑی آبشار اور چھوٹی چادر کے بیچ میں تھوڑے فاصلے
تک چٹانیں ہیں۔ ہوا کے غار سے نیچے تک زینہ بنا ہوا ہے اور زینے کے ختم پر چھوٹی
آبشار کے نیچے جانے کو تختے کی جنگلے دار راہ بنی ہوئی ہے۔ چونکہ پانی سات سو ساٹھ[۷۶۰]
فیٹ بلندی سے گرتا ہے اسلیے جڑ سے بہت فاصلے پر دھار گرتی ہے اور بیچ میں فضا خالی
ہے۔ اکثر سیاح چھوٹی چادر کے نیچے جاتے ہیں۔ نہایت خوفناک آمد و رفت ہے۔

پانی کے باریک باریک قطرے گھرے ابر کیطرح فضا کو روکے ہوئے ہیں — دم گھٹنے لگتا ہی۔ کائی پر پانو پھسلتا ہی۔ زینے کے قریب کوٹھری میں ایک آدمی رہتا ہی جو کسی قدر کرایہ یا انعام لیکر واٹر پروف اور ایسا بوٹ پہنا دیتا ہی جو کائی پر نہ پھسلے۔

کلفٹن اور نیاگرا سٹی کے بیچ میں جو نکہ نوسو یا ہزار فیٹ گھری نیاگرا ندی بہتی ہی۔ آمد و رفت کے واسطے سس پنشن برج Suspension Bridge (جھولے کا پل) بنا دیا ہی۔ سوار۔ پیادے اور گھوڑا گاڑی اسپر سے گزرتے ہیں۔ پل کی لمبائی گیارہ سو فیٹ اور بلندی بھی قریب ایکہزار فیٹ کے ہوگی۔ دونوں طرف سے لوہے کے چار چار رسّوں میں لٹکتا ہی۔ پل کے دونوں سروں پر دو دو ستون بنے ہوئے ہیں۔ رسّیاں ستونوں کے اوپر ہوکر ایک مکان کے اندر انجن سے بندھی رہتی ہیں۔

واٹر فال سے فی منٹ ڈیڑھ کرور مکعب فیٹ یا فی ہفتہ ایک میل مکعب پانی گرتا ہے نیاگرا ندی کے بہاو پر فی پون میل پچپن فیٹ ڈھلان ہوتا گیا ہی۔ آبشار کے سامنے دخانی کشتیوں میں بیٹھ کر سیر کے واسطے جاتے ہیں۔ دھار کے بہت قریب تک کشتی جاسکتی ہی۔ واپسی کے واسطے پل کے قریب آکر ایک سوراخ کے طور پر اوپر سے پاٹا ہوا راستہ ہی۔ آدمی کو کرسی پر بٹھا دیتے ہیں اوپر سے انجن ایک رسی کے ذریعے سے کرسی کو کھینچ لیتا ہی بہت آسانی ہی۔

انگریزی عملداری کی طرف جس سمت میں کلفٹن ہوٹل واقع ہی نہایت عجیب وغریب

پانی کا ایک چشمہ ہے۔ چھوٹے کنویں کے مثل گول حوض میں پانی بھرا ہوا ہے۔ اوپر عمارت ہے۔ پانی میں لوہے کی ایک نلی کھڑی کر دی ہے۔ جب چاہتے ہیں نلی کو اٹھا لیتے ہیں۔ پانی کے سطح پر دیا سلائی جلا کر دکھانے سے آگ لگ جاتی ہے اور سفید رنگ کا نورانی شعلہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر نلی لگا کر اُسکے سوراخ پر آگ لگاتے ہیں تو نلی روشن ہو جاتی ہے اور شمع کی طرح شعلہ نکلتا ہے نلی اٹھا لینے سے پھر آگ بجھ جاتی ہے۔ حرارت البتہ کسی قدر محسوس ہوتی ہے مگر کپڑا وغیرہ کوئی چیز نہیں جلتی۔ نلی سے نکلتی ہوئی لو پر امتحاناً رومال رکھا گیا ایک تار بھی نہیں جلا۔ غالباً اس پانی سے کوئی جلنے والی گاس نکلتی ہے

نیاگرا کو پہنچنے سے پہلے حسین بخش خدمتگار کی آنکھیں دُکھتی تھیں۔ یہاں آنے تک بہت زیادہ سُرخ ہو گئیں۔ دیکھنا اور چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ اسلیے یہ صلاح ٹھیری کہ حسین بخش کو مع تین فالتو اسباب کے نیویارک بھیجدیں مگر اس سفر میں ایسے شخص کو جو انگریزی نہیں جانتا پانی ملنا بھی ممکن نہیں ہے۔ ضرور ہے کہ ایک انگریزی بولنے والا بھی ساتھ جاسے چونکہ مولوی صاحب کو کسی جگہ اکیلے جانے میں جھجک نہیں ہے صاحب نے اُنہیں کو ساتھ جانے پر آمادہ کیا مسٹر ہڈن بھی جرسی کو اپنی بہن سے ملنے جاتے ہیں۔ مولوی صاحب کے ساتھ وہ نیویارک تک رفیق سفر ہیں۔ اگرچہ ہمکو مولوی صاحب کا علحدہ ہونا سوا سے سخت مجبوری کے گوارا نہیں ہے۔ نہ وہ ہم سے ایک منٹ کو جدا رہنا پسند کرتے ہیں مگر قہر درویش بجان درویش تمام کو زبان حال سے ٥

سخت بد تا بکجامی برد آبشش خورما		ما بر فتیم و تو دانی و دل غم خورما

کہتے ہوئے اُسی جھولے کے پل سے پار اُتر کر نیویارک کو روانہ ہوئے۔ رات ریل میں بسر کی محرم کا چاند ریل ہی سے دیکھا اور اپنے نزدیک ہم سے علیحدہ سفر کرنے کو سفر کربلا تصور کر لیا۔ اُنیس ۱۹ جولائی کی صبح کو مولوی صاحب نیویارک پہنچے۔ ریل ہڈسن ریور کے اُس طرف ٹھیری جہاں ہی سٹی جہاں مسٹر ٹڈن جاتے ہیں اس کنارے پر ہی اور نیویارک اُس پار بیچ میں جہاز چلتا ہی امید تھی کہ طامس کک کا کوئی آدمی اُس طرف ملیگا آیا تو تھا مگر مولوی صاحب کو نہیں ملا مسٹر ٹڈن کی بہن اسٹیشن سے اپنے بھائی کو جرسی لے گئیں۔ مولوی صاحب نے اسباب تو ریل میں بیٹھے بیٹھے ایک فارورڈنگ ایجنٹ کو حوالے کر دیا تھا کہ طامس کک کے آفس میں پہنچا دے۔ صرف آدمی تھے اُن کو ساتھ لے کر ہڈسن ریور سے عبور کرنے کو جہاز میں بیٹھے اور فوراً ایک امریکن جنٹلمین سے یارانہ کر لیا۔ غرضکہ اِس پار آ کر وہی بھلا مانس اِن سب کو آفس تک پہنچا گیا۔ آفس سے ایجنٹ کو ساتھ لے کر پہلی قرارداد کے موافق وِنزر ہوٹل میں ٹھیرائے گئے۔ حسین بخش کے واسطے فوراً ڈاکٹر بلایا گیا چونکہ یہ شخص آنکھوں کا ڈاکٹر نہ تھا اسلئے اُسنے صرف ایک روز علاج کیا اور کہہ گیا کہ ہم کل آنکھوں کے ڈاکٹر کو لائیں گے۔ بیچارے نے اپنے فائدے پر نظر نہ کی بلکہ بیمار کے فائدے کی غرض سے دوسرے روز ڈاکٹر کیلٹش کو لایا۔ ڈاکٹر کیلٹش نہایت ذی علم۔ مہذب۔ اور آنکھوں کے علاج میں مشاق آدمی ہی۔ بہت غور سے علاج کیا۔ مولوی صاحب چند روز سے بضرورت عینک لگاتے تھے

دیر تک پڑھنے لکھنے سے اکثر بائیں آنکھ میں درد ہوا کرتا ہے۔ ڈاکٹر کیاش سے دونوں
آنکھوں کو امتحان کرنے کے بعد کہا کہ بائیں آنکھ بہ نسبت دہنی کی کسی قدر کمزور ہے آئندہ
سے خاص قسم کی عینک جو ہم بنوائے دیتے ہیں لگایا کرو چنانچہ پتھر کے چند ٹکڑے
جوڑ کر ایک عینک جسمیں قریب اور بعید دیکھنے کی دونوں قوتیں ہیں بنائی گئی اور نہایت
مفید بھی ہوئی۔ نیویارک آج کل خالی ہے۔ گرمی کے سبب سے اکثر عمائد شہر اپنے اپنے
یَلاق (گرمی میں رہنے کی جگہ) میں گئے ہوئے ہیں۔

ایک روز مولوی فرخی کو بازار سے آتے ہوئے ایک امریکن جنٹلمین نے کہا کہ تمھاری
شکل وصورت کے دس بارہ آدمی اس ہوٹل میں جو سامنے نظر آتا ہے ٹھیرے ہوئے
ہیں مولوی صاحب اس شوق میں گئے کہ مدت کے بعد آج اپنے ہموطنوں سے ملیں
گے۔ ہوٹل کے آفس میں رجسٹر دیکھ رہے تھے کہ نام سے معلوم ہو جائے گا کون صاحب
ہیں۔ پارک کی طرف جو نظر پڑی تو دیکھا کہ چند ہندوستانی جنٹلمین اور ایک یوروپین انہیں
کی طرف چشم انتظار کھولے ہوئے بیٹھے ہیں معلوم ہوا کہ ہز ہائنس **مہاراجہ صاحب**
بہادر کپورتھلہ تشریف لائے ہیں۔ یوروپین افسر **کرنل میسی**
Col. C F Massy ڈپٹی کمشنر امرتسر اُنکے ساتھ ہیں شیخ عزیز بخش صاحب
ریونیو افیسر اور کپتان سندر سنگھ ایڈیکانگ و دولت رام پرائیوٹ سکرٹری وغیرہ شرفاے
پنجاب۔ چند خدمتگار۔ سید صادق علی ڈاکٹر۔ طامس کُک کا ایک اجنٹ سب ملا کر
دس گیارہ آدمی ہز ہائنس کے ساتھ ہیں۔ مولوی صاحب بھی نہایت اشتیاق سے ان

صاحبوں سے ملے - کرنل میسی صاحب نے تحریک کی کہ آپ مہاراجہ صاحب بہادر سے بھی ملو - اتفاقاً وہ سوار ہونے کو تشریف لا رہے تھے - کرنل صاحب نے تعارف کیا - ہز ہائینس نے مولوی صاحب سے ہمارا حال دریافت کیا او مولوی صاحب نے ہماری طرف سے مزاج پرسی کی - مگر وہ ہمارے نیویارک پہنچنے سے دو روز پہلے تشریف لے گئے - مولوی صاحب کہتے ہیں مہاراجہ صاحب نہایت خوش اخلاق اور سنجیدہ مزاج رئیس ہیں :-

نیویارک بہت خوبصورت شہر ہے اور نہایت دلکش طرز سے آباد ہوا ہے - بڑی بڑی سڑکوں سے جنکو اونیو Avenue کہتے ہیں دونوں طرف آمنے سامنے اسٹریٹ یعنی گلیاں نکلی ہیں اونیو اور اسٹریٹ کے نام لال ٹینوں پر اور گلیوں کی ابتدائی دیواروں پر لکھے ہوئے ہیں جنکے نمبر اور سمت سے بآسانی کسی مکان کو تلاش کر سکتے ہیں -

ایک روز ہمارے کمرے میں مسلم ورلڈ اخبار کے تین پرچے جسکے مالک اور اڈیٹر محمد الگزنڈر رسل ویب ہیں - رکھے ہوئے ملے - یہ صاحب منجملہ یوروپین امریکن کے پہلے مسلمان اور امریکہ میں مذہب مبارک اسلام کی اشاعت و منادی کرنے والے اوّل شخص ہیں - وقت کی کمی نے ہمکو اُن سے ملنے کی فرصت نہ دی افسوس رہا - مگر مولوی فرخی مکان کا نمبر اخبار میں دیکھکر اُنکے پاس گئے - مکان کے دروازے پر مسلم ورلڈ لکھا ہوا تھا - دروازے پر گھنٹی دی - ایک خادمہ نے آکر دروازہ کھولا اور محمد ویب صاحب کا کمرہ بتا دیا - دو تین آدمیوں کے ساتھ وہ اپنے آفس میں بیٹھے

تھے۔ مولوی صاحب نے مسلم ورلڈ اخبار نواب کلب رامپور کے واسطے خریدا اور اسلام ان امریکہ نام کتاب کی دو جلدیں اور طامس کارلائل کا رسالہ جو غالباً اثبات نبوت میں مدلل طور پر لکھا گیا ہے محمد ویب صاحب نے ہدیہ کیا۔ نومسلموں کی تعداد اسوقت تک اُنتالیس ۳۹ ہے۔ بعض صاحب جو وہاں موجود تھے مولوی صاحب سے بھی ملے۔ وہ کہتے ہیں نہایت مقدس اور نورانی چہروں کے بزرگ ہیں۔

محمد ویب صاحب نے حقیقت اسلام پر لکچر دینے کا کمرہ۔ نماز کا کمرہ اور وضو وغیرہ کی جگہ دکھائی۔

گو اہلِ امریکہ عیسائی ہیں۔ تاہم غایت آزادی اور حق پسندی کی وجہ سے اُنکو اپنے نومسلم بھائیوں سے کچھ تعصب نہیں ہے۔

مسلمانانِ امریکہ نے واشنگٹن وغیرہ بعض شہروں میں اس غرض سے کہ لوگ مذہب اسلام کی حقیقت پر خوب واقف ہوجائیں۔ ملکہ سرکل نام سے اسلامی مذہبی تاریخوں کا ایک کتب خانہ قائم کیا ہے۔ اکثر معزز عیسائیانِ امریکہ اُسکے ممبر ہیں۔

محمد ویب صاحب کہتے ہیں کہ میں سید حسین صاحب بلگرامی کی آ، کا جنکو بھیجنے کا سلطنت حیدرآباد نے وعدہ کیا ہے منتظر تھا کہ وہ مذہبی جلسۂ شکاگو میں مذہب اسلام کی نسبت لکچر دیں۔ مگر انوی ٹیشن آگیا ہے اور اب تک کوئی مدد ہندوستان وغیرہ ممالک اسلام سے نہیں ہوئی۔ ناچار میں اکیلا جاتا ہوں اسلام کی نسبت جو امر یہ سے

علم میں ہو وہ ظاہر کروں گا۔ مولوی حسن علی صاحب رئیس پٹنہ کے پہنچنے کا بھی اُنکو انتظار ہو۔

قبل اس سے کہ ہم امریکہ کو خیرباد کہیں اپنے ہموطنوں کی واقفیت کیواسطے انڈین امریکن یعنی امریکہ کے اُن قدیم جنگلی باشندوں کے مذہبی حالات بیان کریں جو کولمبس کے امریکہ پہنچنے اور امریکہ کے آباد ہونے سے قبل وہاں رہتے تھے اور اب بھی جنگلوں میں اُنکے مختلف قبیلے ہمیشہ گردش میں رہتے ہیں۔ جہاں شکار کی کثرت دیکھی وہیں مارا۔ کھایا۔ چندروز رہے اور چلدیئے۔

اگرچہ اہل امریکہ کی زبانی انڈین امریکن کی نسبت بت پرستی۔ جادو۔ ٹونا اور توہم پرستی کی بہت سی روایتیں سنی ہیں چنانچہ الاسکا کے بیان میں روسیوں کے ہاتھ سے انڈین جادوگروں کی گرفتاری اور بیرحمی سے اُن کو قتل کرنا بھی مجمل طور پر لکھدیا ہو۔ مگر ہم زبانی روایات کو جمع کرنے میں کچھ دلچسپی نہیں پاتے۔ یہ خیال کرلینا کافی ہو کہ عام جہلا کی طرح وہ بھی خیال پرست ہونگے۔ مگر بعض قبائل کی مذہب کی نسبت مولوی فرخی نے بفلو سے موسوم رسالے سے ڈو ایک مفصل روایتیں ترجمہ کی ہیں جنکے سننے سے قیاس کیا جاتا ہو کہ یہ مذہب اِن لوگوں میں نیا شائع ہوا ہو۔ چونکہ دلچسپ ماجرا ہو۔ اسلیئے مولوی صاحب نے جن لفظوں میں ترجمہ کیا ہو بیان بجنسہٖ درج کیئے دیتے ہیں۔ وہو ہذا۔ از صفحہ ۳۸۔ تا۔ ۴۴۔

مغربی اہل امریکہ میں روحانی رقص

سیوکس Sioux قبیلے کا آدمی مسمّیٰ کسی زانی تاوا Kiciz a pi tawa† جسکی قوم ڈاکوتا Dakota نام مقام پر رہتی تھی۔ بیان کرتا ہو کہ ہم لوگ یوٹس Utes اور اراپاہوس Arapahoes میں پین رج Pine ridge سیوکس قبیلے کے پاس ہر گرمیوں میں لین دین اور شکار کے واسطے آیا کرتے تھے چنانچہ حسب عادت گزشتہ جولائی میں ہمنے پہلے نئے مسیح کے آنے کی خبر سُنی۔ ہماری قوم اوتا گانو میں پہنچی بھی نہ پائی تھی کہ ہمنے ایک یوروپین واعظ کی خبر سُنی جسکے اثر سے اہلِ اوتا جوش میں بھر گئے۔ اُس واعظ نے ایک عظیم الشان اور مقدس سرخ رنگ آدمی کے آنے کی نسبت ایک دلچسپ خواب یا الہام بیان کیا۔ یہ اجنبی شخص ہماری قوم کی غلط فہمیوں کو درست کرتا تھا اور ایسا ولی تھا کہ جو خواہش یا لفظ اُسکی زبان سے نکلا پورا ہو گیا۔ وہ ہمارے شکار اور شکار گاہیں واپس دلا سکتا تھا۔ اُسکے واعظ نے اوتا کے رہنے والوں پر نہایت مضبوط اثر ڈالا اور اِس شخص کے حکم کے موافق لوگوں نے رقص مسیحا شروع کیا۔ ہمارے آدمیوں نے اِس ناچ کی طرف پہلے تو کچھ زیادہ توجہ نہ کی اور ہمارے کوچ کرنے تک یہی حالت رہی مگر چلتے چلتے ہمارے گروہ میں سے بعض کے دلوں پر اِس معاملے نے پُرجوش اثر ڈالنا شروع کیا۔ جب ہم اوتا سے

---

† Kiciz a pi tawa نام کے معنی انگریزی میں Keeps the battle ہوتے ہیں

روانہ ہوئے تو پادری دونوں ہاتھ بلند اُٹھا کر کھڑا ہوا اور روح اعظم کی برکت ہمارے واسطے استدعا کی۔ اُسنے ہمسے کہا کہ نجات دینے والے کی تشریف آوری کے منتظر رہو اور ہمکو یقین دلایا کہ وہ (نجات دہندہ) جلد اور اچانک آجائے گا۔ اُسنے ہمکو مسیح کے انتظار میں راسخ اور اُسکے ساتھ شاندار خوشی کی شکارگاہ (بہشت) میں چلے جانے کے واسطے آمادہ رہنے کا حکم دیا۔ اور ہمارے گناہوں کے سبب سے غمگین ہوکر ہماری قوم میں مسیحا ڈانس قائم کرنے کو کہا اور ہدایت کی کہ جبتک خداوند خود رونق افروز ہو روحانی ناچ کو استقلال سے جاری رکھو۔

جب قوم سیوکس جو اُوتا انڈین سے ملنے آئے تھے پہلی دفعہ مسیحا ناچ عمل میں لائے تو اُس موقع پر بہت تماشائی تھے۔ اُنکو بھی اس عبادت کے ساتھ بہت دلچسپی ہوتی۔ دیکھنے والوں پر اس عمل کا اسقدر اثر ہوتا تھا کہ کسی طرح اُسمیں شریک ہونے کی خواہش کو روک نہیں سکتے تھے۔ ایک وقت میں پانسو آدمیوں کے قریب بہت بڑا حلقہ باندھکر اُچھلتے کودتے اور زمین پر لوٹتے تھے۔ پاؤں کے دباؤ کی شدت سے۔ زمین چونے سے صندل لگے ہوئے سطحے کی شکل مضبوط ہوگئی تھی۔ جب جنگلی ڈاکٹروں نے جو جڑی بوٹی سے اُنکی بیماریوں کا علاج کیا کرتے تھے روحانی ناچ کا اہتمام اپنے ذمے لیا تو ایک آدمی کو رسوم مذہبی ادا کرنے کے واسطے اپنا امام اعظم مقرر کیا اور اُسی طرح اُسکے چار مددگار بھی مقرر ہوکر ناچ شروع کرنے یا روکنے اور جو شخص اُنکے حکم سے انکار کرے اُسکو سزا دینے پر مختار کیے گئے۔

جسوقت امام دعامیں مشغول ہوتے ہیں اُسوقت عورتیں ایک بڑا حمام اسطرح بناتی ہیں کہ لکڑی کی بلّیاں زمین پر گاڑکراور اُنکی نوکیں جھکاکر باہم مضبوط باندھ دیتی ہیں - یہ کام اسقدر مضبوط ہوتا ہی کہ کئی سو پونڈ بوجھہ بخوبی بلّیوں کی جڑی ہوئی نوکوں پر ٹھیر سکے - اُس پر کمل اور لُبادے اوپر تلے لادکر اتنی موٹی تہ ہوجاتی ہی کہ بھاپ اُسمیں سی باہر نہیں نکل سکتی - حمام کے قریب ایک سوراخ میں آگ جلاکر اُسمیں بیس۲۰ یا تیس۳۰ بڑے بڑے پتھر گرم کرنے کو ڈال دیتے ہیں - جب پتھر خوب گرم ہوجاتے ہیں تو جوان آدمی جو روحانی ناچ کی غرض سے اپنے کو پاک کرنے کے واسطے غسل میں شریک ہوتے ہیں سوائے ستر عورت کے تمام جسم سے برہنہ ہوکر سوراخ کی طرف سے حمام میں گھس جاتے ہیں اور سب مل کر حلقے کے طور پر دیوار کی طرف پشت کئے ہوئے پاؤں پھیلاکر بیٹھہ جاتے ہیں تب کارکن لوگ گرم پتھروں کو اس کمل کی منڈھیا کے نیچے رکھکر اُس پر پانی ڈالتے ہیں پتھروں سے بھاپ نکل کر احاطے کو بھردیتی ہی اور کارکن دروازے کے سوراخ کو اچھی طرح باہر سے بند کردیتے ہیں کہ ہوا اندر نجاسکے اور بار بار بھاپ کی کمی کو تازہ گرم پتھروں پر پانی ڈالکر بڑہاتے رہتے ہیں - نہانے والوں کے جسم سے پسینا بہنا شروع ہوتا ہی - اِس عرصے میں بابُ بھی پیئے جاتے ہیں - جب گرمی کی برداشت نہیں ہوسکتی تو باہر نکل آتے ہیں - اگر گرمی کا موسم ہوا توکسی تالاب میں جاکر نہاتے ہیں ورنہ سردی میں حمام سے نکل کر کمل وغیرہ کپڑوں سے بدن لپیٹ لیتے ہیں - اسی قسم کے کئی حمام بنائے جاتے ہیں اور جب پچاس ساٹھہ آدمی اسطرح اپنے کو پاک کرلیتے ہیں

تو ہائی پریسٹ اور اُس کے نائب سینے سے گھٹنوں تک ایک سایہ پہنے ہوئے
سر پر عقاب کے پروں کی ٹوپیاں بلکہ کمر تک پروں کا برقع ڈالے ہوئے تشریف
لاتے ہیں۔ سوا سے عقاب کے پروں کے کوئی شخص کسی قسم کا زیور نہیں پہن سکتا۔
بعض ناچنے والے تو اپنا معمولی لباس پہنے ہوئے بغیر زیور اور آرائش کے جسکو وہ
نہایت عزیز رکھتے ہیں ناچ کے حلقے میں داخل ہوتے ہیں۔ اس نتیجے سے ثابت
ہوتا ہی کہ کوئی قومی مذہبی اثر اِس پہ کارفرما ہی۔ سورج یا لڑائی وغیرہ دوسری قسم کے ناچوں
میں کہ وہ بھی عبادت ہی اور اوماہا† ڈانس Omaha میں عقاب کے پر چوڑیاں
ھتیار۔ نباتات سیپی کے کانٹے۔ گھوڑوں کی دُمیں سمور کے ٹکڑے۔ گلوبند۔
گھنٹیاں اور چاندی کی ٹوپیا وغیرہ سے جسم کو آراستہ کرتے ہیں اور اِن چھٹے بٹّوں کو جسم
پر لگانے میں نہایت فراخ حوصلگی اور کشادہ دلی دکھاتے ہیں۔

گانو کے قریب میدان میں دس بارہ گز بلند درخت پر سفید جھنڈیاں لگاتے ہیں
اور اُس کو مقدس درخت قرار دے کر اُسکے قریب حلقہ کرتے ہیں۔ ناچ کا حلقہ مہیا
ہو جانے پر ہائی پریسٹ گانو سے پانچ چھ سو گز بھاگ کر آتا ہی اور مقدس درخت کے
قریب بیٹھ کر یہ گیت گانا شروع کرتا ہی۔

گیت سنو اور دھیان کرو سب لوگو۔ جلد دوڑ کر آؤ اور ناچو اور جب تم حلقے میں دوڑنا
ختم کرو اِن آدمیوں سے بیان کرو جو کچھ تم نے روحانی دنیا میں دیکھا۔ میں خود روحانی

---

† اوماہا تر ہیا عورت کو کہتے ہیں۔

دنیا میں گیا ہوں اور بہت عجیب اور خوبصورت چیزیں دیکھی ہیں۔ کل وہ چیزیں جن پر بزرگ واکن ٹانکا- Wakantanka (خدا) حکومت کرتا ہے اور جن کو میری آنکھوں نے مجھ سے کہا پاک ہیں اور یقینی،،

جب واعظ گیت ختم کرتا ہے مرد اور عورتیں کثرت تعداد کے موافق چند حلقوں میں ایک دوسرے کے ہاتھ میں انگلیاں گانٹھ کر باہم جڑ جاتے ہیں۔ اور بائیں طرف کو حلقہ جنبش کرتا ہے۔ اور سب آدمی پاؤں کے تلوے زمین پر رگڑتے ہوئے چلتے ہیں کہ گر پڑنا اور حلقے سے جدا ہو جانا بدبختی تصور کرتے ہیں۔ سکریڈ ٹری Sacred tree (مقدس درخت) تیس چالیس فیٹ بلند سیدھا پسند کیا جاتا ہے سب سے اوپر کی چوٹی پر سفید جھنڈی یا کنو تری کی دھجی لگاتے ہیں اور جڑ سے کئی فیٹ بلندی تک درخت کا تنا گھاس اور جھنڈیوں کے لپٹنے سے قریب پانچ فیٹ کے موٹا ہو جاتا ہے۔ ناچنے والے وقتاً فوقتاً اپنی نذر کی اشیا اُن نیزوں یا جھنڈیوں کی ڈانڈ میں جو سکریڈ درخت پر لگی ہوئی ہیں چڑہاوے کے طور پر پروتے جاتے ہیں۔ یہ قربانیاں جو راسخ عقیدے کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں روح اعظم کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے واسطے وسیلہ تصور ہوتی ہیں اور یہ نذر کی چیزیں جو درخت پر ڈالی جاتی ہیں اکثر تمباکو یا پائپ رکھنے کے سوتی کپڑے کی تھیلیوں کے ٹکڑے ہوتے ہیں (پائپ اور تمباکو بھی مقدس چیزیں شمار ہوتی ہیں۔ اسلئے تمباکو کا دھواں آسمان کی طرف پھینکنا ہست تک پہنچ کر خدا کی خوشنودی کا وسیلہ خیال کیا جاتا ہے) ناچنے والے مذہبی حرارت کے جوش میں اپنے بازوؤں سے گوشت کی بوٹیاں بھی کاٹ کر مقدس درخت

کی شاخوں میں پرو دیتے ہیں ہنری ہنٹر Henry Hunter نے مجھسے بیان کیا کہ کئی روز تک ناچ قائم رہنے کے بعد درخت کی جڑ انسار سکے نون سے جو اپنے جسم سے بوٹیاں کاٹ کر چڑہاتے ہیں لتھڑ جاتی ہو۔ جسوقت حلقہ بائیں طرف کو حرکت کرتا ہی۔ ہائی پریسٹ اور اُسکے نائب بلند آواز سے ناچنے والوں کو ایک لمحہ ٹھیرنے کا حکم دیتے ہیں؛ اور حلقے کی حرکت رُکتے ہی مغرب کی طرف ہاتھ اُٹھا کر سب آدمیوں کے واسطے یہ دعا کرتے ہیں۔

اے روح اعظم اَب ہماری طرف دیکھ۔ بڑا باپ اور بڑی ماں (دادا۔ دادی) آ گئے۔ یہ سب اچھے لوگ واکن ٹانکا کو دیکھنے جاتے ہیں۔ لیکن وہ صحیح سلامت زمین پر واپس لائے جائیں گے۔ ہر چیز جو عمدہ ہی تم وہاں (روحانی دنیا میں) دیکھو گے اور وہاں جانے سے تم مذکورۂ بالا چیزیں پاسکو گے۔ کل اشیا جو تم سنتے ہو وہاں مقدس اور سچی ہوگی اور جب تم لوٹو گے تو اپنے احباب کو بتا سکو گے کہ وہ مقام کیسا روحانی ہے۔ جب وہ دعا کرتا ہے تو ناچنے والے مذہبی تعصب کی طرفداری میں زور زور سے چلّاتے ہیں اور روتے ہیں اور سسکیاں لیتے ہیں بہت اُن میں سے پکارتے ہیں ”اے بزرگ باپ میں تجھسے چاہتا ہوں کہ تو میرے اوپر رحم کرے“ ان لوگوں کا جوش مشکل سے کسی کے خیال میں آسکتا ہی جارج برٹ لیٹ George E Bartlett جو یونائٹڈ اسٹیٹ کی طرف سے اِس ضلع میں ڈپٹی مارشل تھا۔ اور مسٹر سوینی اسکول ٹیچر وغیرہ صاحبوں نے مجھ سے بیان کیا ہی کہ جنگلی حد کی ایجنسی پر ہمارے قیام کی مدت میں جو ہمارے تجربے کی وسعت کا زمانہ تھا ہمنے اکثر

اِس قسم کے ناچ دیکھے - ایسے ناچ خصوصاً رات کو جادوگری اور روحانی طور پر ہوتے ہیں - روشنی کیواسطے آگ جلتی ہو شعلے بلند ہوتے ہیں اور عبادت کرنے والوں کے دل جوش عقیدت سے پگھل جاتے ہیں اور اسطرح رو کر چلاتے ہیں کہ گویا بڑی دردناک جانکنی برداشت کر رہے ہیں - جب ہائی پریسٹ اُنکو بزرگ واکن ٹانکا کے حضور اپنے گناہوں کی معافی کیواسطے التماس کرنے کو کہتا ہی تو اسقدر اثرانگیز مایوسانہ فریادیں بلند ہوتی ہیں کہ اُس سے زیادہ شاید ممکن نہو - باایںہمہ کہ یورپین بھی موجود ہوں یہی حالت ہوتی ہی - بیان کرنیوالوں کی راے ہی کہ ان جنگلیوں کے مثل کوئی آدمی زیادہ سرگرمی اور امیدوارانہ جوش دعا میں نہیں دکھا سکتا - غرضکہ قربانی چڑہانے - رونے اور فریاد کرنے کے بعد پھر ناچ شروع ہوتا ہی - پہلے ناچنے والے آہستہ آہستہ چلتے ہیں مگر جب امام کھڑے ہوکر چلانا اور کودنا شروع کرتا ہی تو ناچنے والوں میں بتدریج جوش پیدا ہوتا ہی اور بجاے آہستہ چلنے کے ہر شخص آگے پیچھے جست کرتا ہی اور جسقدر عورت یا مرد کے امکان میں ہوتا ہی بغیر اِسکے کہ برابر والے کا ہاتھ چھوٹے جست وخیز کرتے ہیں اور ایک ایک کرکے سلسلے سے گرنا شروع ہوتے ہیں - بعض شرابیوں کے مثل لڑکھڑاتے ہیں بعض وحشیانہ طور پر اِدھر اُدھر دوڑتے پھرتے ہیں کچھ آدمی آسیب زدہ کیطرح زمین پر گر پڑتے ہیں - اندھی عورتیں مُنہ پر کپڑا ڈال کر درختوں کی طرف دوڑتی ہیں - ہائی پریسٹ ناچنے والوں کے مُنہ پر عقاب کے پر رکھ دیتا ہی - کیونکہ عقاب کے پر بہت مقدس سمجھے جاتے ہیں - مسمیرزم کی گھری اور تیز نظر ڈال کر پریسٹ کا پروں کو استعمال

کرنا فوراً انسانوں کو بے خبر سُلا دیتا ہے۔ یہ نیند اصلی ہو خواہ بناوٹ کی مگر ہم بغیر کہے نہیں رہ سکتے کہ کافی طور پر گہری ہوتی ہے۔ کیونکہ ناچ میں جانے والے امریکن اُن کو گدگدا کر یا کوئی چیز چبھو کر چونکا نہیں سکتے۔ اسمیں کلام نہیں کہ پریسٹ کے فعل کا اثر ناچنے والوں پر نیند کی ہم خاصیت ایک اثر ڈالتا ہے۔ ایک جوان آدمی نے جو روحانی ناچ میں بیسیوں دفعہ شریک ہوا تھا بیان کیا کہ پریسٹ نے بہت قوت سے ہماری طرف گھور کر نظر ڈالی۔ کوئی شخص مرد ہو یا عورت اُسکے سانپ کی طرح گھورنے کا مقابلہ نہیں کر سکا اور جو اُسنے کہا وہ کیا۔

مسمیرزم کے پروفیسر بھی اس طرح جلد اپنے معمول پر اثر نہیں ڈال سکتے۔ اس امر کی بابت کہ بیہوشی میں ناچنے والوں نے روحانی دنیا میں کیا دیکھا بہت کچھ تصور کیا جاتا ہے میں تین امریکن انڈین مستقل بادشاہوں سے ملا اور اس معاملے میں گفتگو کی۔ ہر ایک نے بیان کیا کہ جب میں بیہوش پڑا تھا تو ایک بزرگ اور بڑا عقاب آیا اور مجھے اُٹھا کر ایک بلند پہاڑ پر لے گیا۔ وہاں ایک گاؤں ایسا تھا جیسا یوروپین لوگوں کے ملک میں آنے سے پہلے ہماری قوم کے ہوتے تھے۔ اُس گاؤں میں تمام ڈیرے بھینس کی کھال کے تھے اور ہمارے ہی استعمال کے تیر کماں تھے۔ مگر گوروں کی بنائی ہوئی کوئی چیز اُس خوبصورت دنیا میں نہ تھی۔ نہ کسی گورے یعنی یوروپین کو وہاں رہنے کی اجازت ہے۔ یہ زرخیز اور سیراب زمین دور تک پھیلی ہوئی تھی اور میری آنکھوں کو بہت خوشنما معلوم ہوتی تھی۔ میں وہاں بزرگ مسیحا کے حضور میں لے جایا گیا اور اُسنے مجھسے یہ الفاظ فرمائے۔ "میرے بچے میں

تجھے دیکھنے سے خوش ہوا۔ کہا تو اپنی اولاد اور رشتہ داروں کو جو مر گئے ہیں دیکھنا چاہتا ہے"۔

میںنے جواب دیا" ہاں میں اپنے رشتہ داروں کو جو عرصہ ہوا مر گئے ہیں دیکھنا چاہتا ہوں"۔

تب خدا نے میرے دوستوں کو وہاں بُلایا جہاں میں حاضر تھا۔ وہ لوگ نہایت عمدہ گھوڑوں پر سوار آئے۔ ایسے گھوڑے میںنے کبھی نہیں دیکھے۔ بہت پاکیزہ اور شاندار لباس پہنے ہوئے تھے اور بہت خوش معلوم ہوتے تھے جب وہ لوگ آئے میںنے اپنے بچپن کے ساتھیوں کو پہچان لیا۔ اور میں جبکہ خوشی کے آنسو میرے رخساروں پر بہتے تھے اُن سے گلے ملنے کو دوڑا۔ پھر ہم سب ایک اور گانوں میں گئے وہاں بڑے بڑے گھر بھینس کی کھال کے تھے اور وہاں گریٹ واکن ٹانکا (خدا سے بزرگ) سے بہت دیر تک باتیں ہوئیں۔ واکن ٹانکا چند عورتیں رکھتا تھا جنہوں نے ہمارے واسطے کئی قسم کے ساگ۔ گوشت جنگلی پھل اور واسنا Wauna (کاسے کے گوشت کا قیمہ جسمیں جنگلی ترکویاں اور بیلیاں وغیرہ ملی ہوں) پکا کر کھانا تیار کیا۔ جب ہم کھانا کھا چکے تب روح اعظم نے ہمارے آدمیوں کے واسطے جو زمین پر ہیں دعا کی۔ پھر ہم سب نے ایسے پائپ میں تمباکو پیا جو بہت خوبصورت پروں اور سیہی کے کانٹوں سے آراستہ تھا پھر ہم وہاں سے چلدیئے۔ ایک بڑے درے میں دیکھا کہ ہزاروں بھینسیں۔ ہرن بارہ سنگے اور ایلک چر رہے تھے۔ درہ کو دیکھکر ہم پھر شہر میں آئے۔ اِس اثنا میں روح اعظم

نے کلام کیا اُسنے مجھسے کہا کہ زمین خراب اور کسکر پُرانی ہوگئی ہی اسلیئے تم کو ایک نیا مسکن درکار ہی - وہاں تمکو بدذات - دغاباز - شریر - گورے - (یورپیں امریکین) پریشان ہیں کر سکیں گے - پھر اُسنے مجھے میری قوم سیوکس ہیں لوٹ جانے کو کہا اور فرمایا اپنی قوم سے کہدینا کہ اگر وہ روحانی ناچ پر ثابت قدم رہیں گے اور گوروں کی بات کی پروا نکریں گے تو ہم اُنکی مدد کو جلد آئیں گے - اور اگر ہائی پریسٹ ناچنے والوں کے واسطے دوا کا کرتہ بنا دے گا اور اُنکے اوپر دعا کر دیگا تو پہننے والے پر کوئی نقصان نہ آئے گا اور گوروں کی گولیاں جو مسیحا ناچ کو روکنا چاہتی ہیں بغیر اسکے کہ کسی کو نقصان پہنچائیں ہیں پر گر پڑینگی اور جو لوگ تم پر گولیاں چلائیں گے وہ بھی مرکر گر پڑیں گے - اور اُسنے کہا کہ ہمنے سب گورے بے ایمان کافروں کی مدارات کے واسطے زمین کے اندر ایک غار بنایا اور اُس کو گرم پانی اور آگ سے بھر رکھا ہی - اِن الفاظ کے ساتھ مجھکو زمین پر واپس جانے کا حکم دیا گیا -

جس انڈین چیف نے مجھسے مسطورہ بالا قصہ بیان کیا اُسکا نام **لون وولف** Lone wolf (اکیلا بھیڑیا) تھا -

اِس ناچ کے عرصے میں تھوڑی دیر دم بھی لیتے جاتے ہیں اور اُس وقفے میں کئی کئی دفعہ پائپ پیتے ہیں اور ہر شخص آسمان یعنی واکن ٹانکا کے خیالی مسکن کی طرف زور سے دھواں پھونکتا ہی اور بید مجنوں کی خوشبودار سرخ چھال کے دھوئیں کا گہرا دم لگاتا ہی اور پھر ناک سے دھواں نکال دیتا ہی اور اپنے برابر والے کو پائپ دیدیتا ہی - اور ناچ

کی حالت میں بھیر ڈھول وغیرہ باجے کے مفصلہ ذیل گیت سب مل کر گاتے ہیں ہم اُس گیت کو جیسا انڈین زبان میں ہی اُنہیں لفظوں میں لکھکر پھر اُردو میں اُسکا ترجمہ کئے دیتے ہیں تاکہ زیادہ دلچسپ ہو -

گیت یہ اِناہے کُوئِے مسی سنکالاسی یا اُومانی سے اِی اِناہے کُو تے لے -

یہاں آ میری ما میرا چھوٹا بھائی چلتا ہے اور جیتا ہے یہاں آ میری ما

آتی ہے لو آتی ہے لو -

مایہ یہاں ہے مایہ یہاں ہے -

Ina he kuye Misunkala Ceya omani yee Ina he

kuye ate he lo ate he lo

دوسرا گیت اِتی ہے ئے لو کنو پاوان سی سی کا ہو پی کا یاآنی پی کتا لو

یہ مایہ نے کہا وہ تمہارے واسطے پائپ لایا اور تم زندہ رہو گے

آتی ہے ئے لو آتی ہے یے لو

یہ مایہ نے کہا یہ مایہ نے کہا

Ate he ye lo Canupawan cicica hu pi ca yani

Pi kta lo ateyelo ati he lo

جبکہ ناچنے والے فریاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کے واسطے روتے ہیں - تو ہائی پریسٹ اُسوقت پہلا گیت گاتا ہے جسمیں کان پھوڑنے والی آوازوں کے ساتھ سب

مل جاتے ہیں۔ بعض مرد اور عورتیں اُسوقت درختوں کی شاخوں سے لپٹے ہوئے سسکیاں
لیتے ہیں جیسے اُنکے دل پھٹے جاتے ہیں بعض بھٹلتے پھرتے ہیں اور چیخنے ہیں۔
بعض کے ہاتھوں میں اینٹھن ہوتی ہی انگڑائیاں لیتے اور بل کھاتے پھرتے ہیں اور ایسی
حالت میں ہوتے ہیں جس سے ارتکاب گناہ اور خدائے تعالیٰ سے عہد شکنی پر نہایت
گہرا رنج وغم ظاہر ہوتا ہی۔ ناچنے والے اپنی ماں کو بلند آواز سے پکارتے ہیں کہ آکر اُنکی
مدد کرے۔ باپ سے استغاثہ کرنا گویا خدائے تعالے سے استغاثہ ہی اور ایسے وقت
میں مذکورہ بالا لفظوں کا استعمال ماں کے جلد آنے کے واسطے تاکید تصور کرتے ہیں
دوسرے گیت کے لفظ مختصر طور سے باپ کی خوبیاں ظاہر کرتے ہیں بعض ناچنے
والے مرد یا عورتیں جیسے ہی بیہوشی کی حالت سے ہوش میں آئے اور فوراً دوسری
دنیا میں دیکھا ہوا حال بیان کیا۔ ہائی پریسٹ چند پائپ ہاتھ میں لیئے ہوئے اِس
معاملے کی قوت کو بڑھاتا ہوا حلقے کے اندر کو بھاگتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ پائپ براہ راست
روح اعظم کے پاس سے آئے ہیں اور وہ سب لوگ جو انکو پیئیں گے زندہ رہیں گے
تمام حاضرین پائپ کے گرد طواف کرتے ہیں اور گاتے جاتے ہیں اور اِس لفظ کی تکرار
کہ یہ ہا ریے کہا مدعا کو زیادہ زور دیتی ہی چنانچہ بیداری کے بعد لیٹل ہارس نام ایک
انڈین امریکن نے جو خواب بیان کیا ہی سُننے کے قابل ہی۔

خواب :۔ دو مقدس عقاب مجکو دوامی خوشی کی شکارگاہ میں لے گئے۔ اُنہوں
نے مجکو مسیح بزرگ کو دکھایا۔ جب مینے اُسکے نورانی چہرہ کو دیکھا۔ میں اسلیئے رویا کہ اُسکے

ہاتھ اور پاؤں میں کیلوں کے زخم یا نشان تھے کیونکہ ایک دفعہ بیرحم گوروں نے اسکو ایک سولی سے باندھ دیا تھا اُسکے پہلو میں بھی ایک زخم تھا مگر چونکہ وہ اپنے جسم کو ایک عمدہ پروں کے چغہ سے ڈھانکے ہوئے تھا۔ یہ زخم صرف اُسوقت دکھائی دیتا تھا جب وہ اپنے کل کو حرکت دیتا تھا۔ اُسنے مجھسے کہا کہ تم روحانی ناچ کو قائم رکھو اور ہم سے وعدہ کیا کہ کوئی گورا روحانی شہر میں نہ آسکیگا نہ ان اچھی چیزوں میں شریک ہوگا جو ہمنے انڈین کے واسطے آمادہ کی ہیں۔ اُسنے کہا کہ زمین اب گھس گئی پرانی ہوگئی۔ مکرر آبادی کے قابل ہے (یعنی سے انسان بسانے کے) اُسکی ڈاڑھی بڑی لمبی اور سر پر بڑے بڑے بال تھے۔ اور ایسا خوبصورت تھا کہ مینے کبھی ایسا آدمی نہیں دیکھا۔ فقط

اِس امر کا بیان بھی دلچسپی سے خالی نہوگا کہ باوجود اسکے کہ بعض مشنریوں نے جیسا ترجمے کی ابتدائی سطروں میں بیان ہوا ہے اُن کو بجائے واکن ٹانکا (خدائے تعالے) کے مسیح کی لو لگا دی ہے۔ یا یہ کہ واکن ٹانکا یا روح اعظم کا دوسرا نام مسیح بتا دیا ہے وہ یوروپین سے کیوں دلی عداوت و نفرت رکھتے ہیں؟

اسکا سبب یہ ہے کہ سیوکس وغیرہ جنگلی امریکن قومیں اپنے وعدوں پر نہایت استقلال سے قائم رہتی ہیں۔ مگر یوروپین امریکن جو عہد و پیمان اُنکے ساتھ کرتے ہیں کبھی پورا نہیں کرتے بارہا فریب دیا گیا چنانچہ ۱۸۸۹ء میں ین ریج اجنٹی پر قوم سیوکس سے باہم عہدنامہ تصدیق کرنے کو ایک کمیشن گیا۔ لاکھوں ایکڑ زمین جنگلیوں سے لے لی گئی مگر اسکے عوض میں انعام۔ تحائف اور رسد وغیرہ کے جو وعدے تھے وہ پورے ہوئے بلکہ اسکے بر عکس

دارالسلطنۃ **واشنگٹن** سے یہ حکم نافذ ہوا کہ جنگلی اپنی عبادت خصوصاً روحانی ناچ نکرنے پائیں تاکہ اُنکے خیال سے یہ غلط امید نکل جائے کہ واکن ٹانکا (مسیح۔ یا روح اعظم) آکر اُنھیں گوروں کے پنجے سے چھڑائے گا اور اُنکی شکارگاہیں واپس دلائے گا۔

اِسکے علاوہ ایمان نہ لانے کی یہ بھی ایک قوی وجہ ہی کہ جو پادری اُنکے پاس تلقین کے واسطے گیا اُسنے نیا عقیدہ پیش کیا مثلاً **رومن کیتھلک**۔ **گریک چرچ** اور **پروٹسٹنٹ** وغیرہ جدا جدا اپنی اپنی دال گلاتے رہے۔ علاوہ بیچارے سیدھے سادے جنگلی یہ کیونکر سمجھ سکتے تھے کہ ایک انجیل سے اتنے مختلف عقیدے نکل سکے ہونگے۔ اختلاف کا نام فریب اور دھوکا سمجھکر اور کچھ حکام کے جھوٹے وعدوں سے متنفر و مایوس ہوکر گوروں کو تہ دل سے خدا کا دشمن اور غیر مومن یقین کرنے لگے۔ ورنہ ایسی سیدھی سادی قوم سچائی دیکھکر بہت جلد راہ راست پر آسکتی تھی۔

غرضکہ مولوی صاحب کو نیویارک روانہ کرنے کے بعد اُنیس ۱۹ اور بیس ۲۰ کو ہمنے کلفٹن میں قیام کیا۔

۲۰۔۲۱۔جولائی۔ بیس ۲۰ کی شام کو نیاگرا سٹی سے ہم ریل میں سوار ہوکر **پورٹ ڈلہوزی** آئے۔ دو گھنٹے کی مسافت ہی۔ وہاں سے اسٹیمر پر سوار ہوکر **اونٹاریو جھیل** Ontario میں سفر کیا۔ یہ جھیل ۴۴-۴۳ عرض شمالی اور ۸۰-۷۶ درجہ غربی پر واقع ہی۔ تقریباً ایکسو ستر میل لمبی ستر میل چوڑی ہوگی۔ چند جگہ جہاز نے قیام کیا مقام **ٹورانٹو** Toronto پر جہاز تبدیل کیا گیا۔ دوسرے اسٹیمر پر جو پہلے سے کسی قدر بڑا تھا سوار ہوگئے

دوسرے روز ایک بجے کے قریب سینٹ لارنس ریور St Lawrence

میں پہنچے - چونکہ پانی میں جابجا پتھر کی چٹانیں کہیں چھپی ہوئی اور کہیں پانی سے باہر نکلی

ہوئی ہیں - جہاز کے ٹکرانے کا اندیشہ ہے اسلیے نہایت خوفناک مگر دلچسپ سفر ہے - اس کے

پیچ وخم میں کشتی کی ڈانواڈول رفتار عجیب تماشا ہے - انسانی فطرت کا مقتضا ہے کہ جس امر

میں جان کا خوف ہو اسکو نہایت شوق اور رغبت سے دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے اس

رستے میں ہزاروں چھوٹے چھوٹے جزیرے واقع ہوئے ہیں - ریل کی راہ سے بھی

مونٹریال جا سکتے ہیں - غرضکہ چھ بجے شام کو مونٹریال پہنچکر کشتی سے اترے اور ونزر

ہوٹل میں قیام کیا -

۲۲ - جولائی - آج یہاں ہندوستان کی ڈاک ملی - خدا کا شکر ہے کوئی امر باعث

تردد نہیں ہے ڈاکٹر غلام قادر جالندہری جو پہلے سے یہاں مقیم تھے ہم سے ملنے

کو آئے - پورے طور پر ہندوستانی لباس پہنے ہوئے ہیں - عرصے سے اٹلی میں رہتے

ہیں آج کل سیاحت کے واسطے امریکہ آئے ہوئے ہیں - سہپر کو کسیقدر ترشح ہوئی - بارش

کے بعد سوار ہو کر ہم لاکراس نام ایک کھیل دیکھنے کو گئے - یہ کھیل کناڈا سے مخصوص ہے

ہلکی ہلکی گیندیں بیڈمنٹن کے مثل بیٹ سے پھینکتے اور لپکتے ہیں بہت مشق کے بعد

کھیل سکتے ہیں - لاکراس گیم کے سکرٹری نے نہایت مدارات سے ہمکو ایک خاص جگہ پر بٹھا کر

تماشا دکھایا - رات کو ایک تھیٹر میں گئے معمولی تماشا تھا -

۲۳ - جولائی - صبح کو بھی کسی قدر بارش ہوئی - آج ہندوستان کو خط لکھ کر بھیجنے

تھا۔ اسلئے کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ کناڈا میں مونٹریال سب سے بڑا اور خوبصورت شہر ہی۔ تقریباً تین لاکھ آدمی بستے ہیں برٹش گورنر جنرل۔ اوتاوا Ottawa اور کوئی بک Quebec میں رہتے ہیں مسٹر بیچ لی Beechli ایک صاحب جو اکثر جاپان وغیرہ کے راستوں میں ہمارے ہم سفر تھے ہم سے ملاقات کے واسطے آئے ہیں۔

۲۴ جولائی۔ مونٹریال سے دس بجے صبح کو ریل میں سوار ہو کر بلف پائنٹ Bluff Point کو روانہ ہوئے۔ ساڑھے بارہ بجے وہاں پہنچے۔ یہ کوئی آباد مقام نہیں ہی صرف ایک ہوٹل کا نام ہی جو شام پلین Champlain جھیل کے کنارے بلف پائنٹ نام پہاڑ کے اوپر واقع ہی۔ بہت بڑی عمارت ہی۔ چند چھوٹی چھوٹی عمارتیں بھی ہوٹل سے متعلق ہیں۔ چنانچہ ہم بھی ایک چھوٹے سے بنگلے میں علیحدہ ٹھیرے ہیں۔ اس مقام پر اہل امریکہ آب و ہوا تبدیل کرنے کیواسطے آتے ہیں۔ چونکہ ہمارے آنے کی پہلے سے اطلاع دیگئی تھی مینیجر نے بینڈ کے ساتھ اسٹیشن تک استقبال کیا اور ہمارے کمرے کے اوپر برٹش فلیگ (جھنڈا) لگادیا۔ دستور ہی کہ جب کوئی فرمانروا کسی ہوٹل وغیرہ عمارت میں غیر ملک سے آکر ٹھیرتا ہی۔ تو اُسکی سلطنت کا باؤٹا قیام گاہ کے اوپر نصب کر دیتے ہیں۔ ہر ایک ہوٹل میں ہمارے پہنچنے کے وقت مہتمم کی طرف سے باوٹے کی نسبت نشان دریافت کیا جاتا تھا۔ وہ لوگ اس دستور کی تعمیل کرنے کو حاضر ہوتے تھے مگر ہمنے کسی جگہ اس قسم کے تشخص کی اجازت نہیں دی یہاں ہمارے

آنے سے بچا۔ ماوٹا لکادیا گیا ہے۔

۲۵ جولائی۔ صبح کو کسی قدر بیادہ یا ہوا خوری کی پھر مینہ برسنے لگا۔ اسلئے کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ آج اخبار سے معلوم ہوا ہی کہ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بہادر کپورتھلہ نیویارک پہنچے۔ ہماری روانگی سے چودہ(۱۴) روز پہلے نویں(۹) مارچ کو مبئی سے روانہ ہوکر یورپ میں سیاحت کر رہے ہیں۔

۲۶۔ جولائی۔ آج صبح کو بھی کسی قدر بارش تھی۔ مینہ کُھلنے کے بعد کشتی پر سوار ہوکر تقریباً جھیل میں پھرتے رہے۔ چونکہ ابر چھایا ہوا تھا اور مینہ برسنے کا اندیشہ تھا اسلئے جھیل کا پورا دورطی نکرسکے واپس آگئے۔

آج شب کو ہوٹل میں ناچ تھا جسمیں ہمیں بھی شریک کیا گیا۔

۲۷۔ جولائی۔ ساڑھے بارہ(۱۲½) بجے بلف پائنٹ سے ریل پر سوار ہوکر نیویارک کو روانہ ہوئے۔ پہلے قصد تھا کہ ہڈسن ریور میں ہوکر جہاز پر جائیں گے مگر جہاز تک پہنچنے اور سوار ہونے کیواسطے کافی مہلت نہ تھی۔ ریل پر روانہ ہوئے اور ساڑھے نو(۹½) بجے رات کو ونزر ہوٹل میں پہنچے۔ مولوی فرخی ہمارے انتظار میں چشم براہ تھے۔ خدا کا شکر ہی کہ ہمنے اُن کو اور اُنہوں نے ہمکو مع الخیر پایا۔

۲۸۔ جولائی۔ سہ پہر کو گھی پر سوار ہوکر سنٹرل پارک Central Park میں گئے۔ نہایت خوشنما پارک ہی۔ اس موسم میں اکثر متمول لوگ نیویارک سے باہر تبدیل آب و ہوا کو چلے جاتے ہیں۔ شہر خالی ہی اسلیئے پارک بھی خلوت تھا۔ شام کو بٹن صاحب مع اپنی بہن

کے ہم سے ملنے کو آئے۔ بڈن صاحب کی بہن کی شادی ہندوستان میں ڈاکٹر گرے کے ساتھ ہوئی تھی اب ڈاکٹر گرے جرسی سٹی میں طبابت کرتے ہیں اسلیئے اپنے بال بچوں کو بھی یہیں لے آئے ہیں۔ دونوں میاں بی بی بہت صاف اُردو بولتے ہیں مختلف سن و سال کی تین لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں۔ اِن میں بعض ہندوستان زاد اور بعض یہاں کی پیدائش ہیں۔

۲۹-۳۰ جولائی صبح کو مینہ برسنا رہا۔ سہ پہر کو ہم اور کپتان کالون صاحب **نیو یارک ورلڈ** (اخبار) کا کارخانہ دیکھنے گیئے۔ یہ اخبار امریکہ کے مشہور اخباروں میں ہے۔ سامان کی کثرت اور اسباب کی حالت سین فرانسسکو کے کرانیکل اخبار پر قیاس کرو۔ مینیجر نے نہایت مدارات کی اور مکان کی تمام منزلیں دکھائیں۔ اوپر کی منزل پوری سو گز بلند تھی۔ ہر منزل پر علیحدہ علیحدہ کام ہوتا ہے۔ کہیں کمپوز کرتے ہیں۔ کہیں تصویریں بنائی جاتی ہیں کسی جگہ اخبار چھپتا ہے۔ نہایت مفصل کارخانہ ہے۔ ہر منزل پر جانے کو لفٹ لگی ہوئی ہے۔ ہمارے خیال میں اسکی روزانہ اشاعت بھی کرانیکل سے کم نہوگی۔ ایک کمرے میں تمام دنیا کے عموماً اور اہل امریکہ کے خصوصاً مشہور اور نامور آدمیوں کی سوانح عمری اور واقعی حالات اخبار وغیرہ کے وسائل سے جمع کرکے رکھے جاتے ہیں۔ آج کوئی مشہور شخص مرا اور کل اسکی سوانح عمری اِس مطبع سے چھپ کر شائع ہو گئی امریکہ وغیرہ سے متعلق ہمارے حالات بھی لکھے ہوئے رکھے تھے۔

سب سے اوپر کی منزل پر چڑھکر دیکھنے سے تمام شہر اور **آزادی کی مورت**

جو فرینچ نے امریکہ کو اُنکی آزادی کی یادگار میں تحفہ دی ہی نظر آتی ہی - وہاں سے ہم بروک لینز برج Brookleys bridge پر ہو گذرے یہ پل ہڈسن ریور پر جہاں دریا کا عرض یا گرانڈی سے ڈیوڑھا دوگنا ہوگا - واقع ہی - چوڑا ایسی اسقدر ہی کہ بیچ میں دو لائن برقی ریل کی لگی ہوئی ہیں - دونوں طرف گاڑی کی دو سڑکیں ہیں اور صرف ریل کی سڑک کے اوپر کا حصہ پاٹ کر چھت کے اوپر پیادہ چلنے کی راہ ہی - پل کے بیچ میں ایک اسٹیشن بھی ہی - تمام پل بغیر کسی قسم کے ستون یا پایے کے رسّوں پر لٹکا ہوا ہی ہر طرف سے لوہے کے پانچ پانچ رسّے پل کو سنبھالے ہوئے ہیں - تیئس تاریخ کو کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا -

۳۱ - جولائی - مسٹر ٹن کے بہن بہنوئی بال بچوں سمیت لنچ پر آئے - کچھ وقت اس شغل میں بسر ہوا - لنچ کے بعد ہم کمپینیا Compania (ک - م - پ - ے - ن ی - ا) جہاز کو دیکھنے گئے - یہ جہاز دنیا کے جہازوں میں سب سے بڑا - چودہ ہزار ٹن یا (۳۹۲۰۰۰ من) بھاری ہی اور بیس ہزار آدمی لیجا سکتا ہی - کیونارڈ لین انگریزی کمپنی اسکی مالک ہی - جہاز کے افسر نے تفصیل کے ساتھ سیر کرائی باوجود اسقدر بھاری ہونے کے عجیب بات یہ ہی کہ فی گھنٹہ تیئس نات رفتار ہی - اسکے بعد ٹیوٹانک Teutonic جہاز کو جو ہمیں امریکہ سے لندن لے جائیگا دیکھکر واپس آئے -

یکم اگست ۱۸۹۳ع - نیویارک میں صاحبزادہ یار محمد خانصاحب کا مدار ریاست جاورہ کا خط لندن سے پہنچا - اُنکا ارادہ علاج کی غرض سے سوئس اور جرمن وغیرہ کے

معدنی چشموں پر جانے کا ہی - اِس خبر سے کہ پندرہ اگست تک صاحبزادے صاحب موصوف لندن میں ہمارے پہنچنے اور ہم سے ملنے کے منتظر رہیں گے نہایت مسرت ہوئی جامع المتفرقین سے امید ہی کہ اسی طرح ایک روز وطن میں پہنچکر ہمکو اپنے ہموطن دوستوں سے ملنے کی مسرت ہوگی۔

آج ہماری تمام پارٹی کی تصویریں کھنچوائی گئیں - باقی دن اسباب کے سنبھالنے میں صرف ہوا - کل انشا اللہ تعالےٰ لندن کو روانہ ہونگے۔

چونکہ کتاب کا حجم زیادہ ہوگیا ہی اسلیئے ایشیا اور امریکہ تک اِس حصّے کو علیحدہ کیا جاتا ہی - یورپ اور مصر کی سیاحت کے حالات بھی زیادہ مفصل اور طولانی ہیں - بہتر ہی کہ اُس حصّے کو دوسری جلد قرار دیا جائے۔

تمام شد حصّہ اوّل

